Noman Iqbal

ہمارامقصد | احناف کا شجرہ و سند | مسئلہ تقلید | مسئلہ رفع الیدین | مسئلہ طلاقِ ثلاثہ | مسئلہ تراویح | مناظرہ قرأت خلف الامام | مناظرے

فروعی واختلافی مسائل پر بیانات | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ترکِ رفع یدین کی حدیث کے صحیح ہونے کی مکمل تحقیق | ترکِ رفع یدین کی حدیث کے صحیح ہونے کی مکمل تحقیق

حضرت عمربن خطابؓ سے مروی ترکِ رفع یدین کی حدیث کے صحیح ہونے کی مکمل تحقیق | حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ترکِ رفع یدین کی حدیث کے صحیح ہونے کی مکمل تحقیق

حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے مروی ترکِ رفع یدین کی حدیث پر کیئے جانے والے اشکالات کے مدلل جوابات | حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ترکِ رفع یدین کی حدیث کے صحیح ہونے کی مکمل تحقیق

اصول کرخی کی عبارت پر کیئے جانے والے اعتراض کی اصل حقیقت | روزہ کھولنے سے پہلے کی دعا کے صحیح ہونے کی جامع و مدلل تحقیق | بن منصور حلّاج رحمہ اللہ تحقیق کے آئینے میں

”سیرتِ منصور حلّاج رحمہ اللہ“ پرزبیر علی زئی صاحب کے کیئے گئےاعتراضات کے مدلل جوابات

سب سے زیادہ دیکھی جانے والی پوسٹ۔

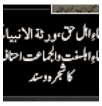

علماءِ حق، ورثۃ الانبیاء، علماءِ اہلسنت والجماعت احناف کا شجرہ وسند

شجرہ ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے یہاں کلک کریں بسم اللہ الرحمن الرحیم لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی: {فَاعْلَمْ أَنَّہٗ لَا إِلٰہَ إِلاَّ ...

Monday, 18 July 2016

مسئلہ تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکثر غیر مقلدین حضرات بلاکسی مستند دلیل وتفصیل کے تقلید اور اہل تقلید کی مذمت کرتے ہیں جس سے بعض لاعلم لوگ خصوصاً خودان کے اپنے ہم مسلک عوام یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ تقلید مطلقاً بہت بُری چیز ہے اور مقلدین مشرک، بدعتی یاکم ازکم غلطی پر اور گنہگار ہیں۔ اس تحریر کا مقصد ایسے تمام لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنا اور مستند دلائل کے ساتھ حق کو واضح کرنا ہے تاکہ معتدل لوگوں تک حق بات پہنچاکران کی رہنمائی کی جائے اور مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پچھلے ۱۴۰۰ سالوں سے حق پرغالب رکھاہے، باطل اور متعصب لوگوں سے ان کا دفاع کیاجاسکے۔

حرفِ آغاز

تقلید کے بارے میں جاننے کے لئے ضروری ہوگا کہ سب سے پہلے اس کے معنٰی ومفہوم اور تعریف بیان کی جائے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوسکے۔

تقلید کی تعریف کے سلسلے میں غیر مقلدین حضرات کانہایت ہی احمقانہ مطالبہ اور اس کا مدلل جواب

تقلید کی تعریف میں موجودہ دور کے نہایت ہی احمق اور جاہل غیر مقلدین عوام ایک نیاء مطالبہ پیش کرتی ہے کہ ”تقلید کی تعریف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پیش کرو“۔

تقلید کی تعریف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت کرنے کا مطالبہ بالکل ایساہے جیسے کوئی منکرینِ حدیث (نام نہاد اہل قرآن) کسی منکرینِ فقہ (نام نہاد

بٹن دبائیں۔

Followers (9)

Unfollow

کیلئے اردو فونٹ

▶ 2017 (6)

▼ 2016

اہلحدیث) سے مطالبہ کرے کہ "حدیث کی تعریف رسول اللہ ﷺ سے پیش کرو"۔
یہی وجہ ہے کہ ہم انہیں سب سے پہلے الزامی جواب دینگے تاکہ ناقص العقل اوراحمق لوگوں کا منہ بند ہوسکے، اس کے بعد تحقیقی جواب پیش کیاجائے گا، تاکہ سمجھدار اورصاحب فہم لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

الزامی جواب:

غیرمقلدین حضرات صبح شام بس ایک ہی نعرہ لگاتے ہیں کہ ہم صرف اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے اورکسی کی تقلید نہیں کرتے۔
غیرمقلدین حضرات کے اس دعوے اور اصول کے تحت ہم ان سے چند مطالبات کرتے ہیں کہ:
۱۔ کیاکوئی غیرمقلد اتباع و اطاعت کی تعریف قرآن وحدیث سے پیش کرسکتاہے؟
۲۔ کیا کوئی غیرمقلد حدیث کی تعریف رسول اللہ ﷺ سے پیش کرسکتاہے؟
۳۔ کیا کوئی غیرمقلد صحیح وضعیف حدیث کی تعریف رسول اللہ ﷺ سے ثابت کرسکتاہے؟
کوئی غیرمقلد حدیث اور صحیح وضعیف حدیث کی تعریف رسول اللہ ﷺ سے تو کیاامام بخاریؒ اورامام مسلمؒ سے بھی ثابت نہیں کرسکتاجبکہ یہ سب کے سب امام بخاریؒ اورامام مسلمؒ کو علم حدیث میں امام مانتے ہیں توپھر ہم سے امام ابوحنیفہؒ کی بیان کردہ تقلید کی تعریف کا مطالبہ کیوں؟
اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ "جیسی دلیل کا تقاضہ تم ہم سے کرتے ہو، ویسی ہی دلیل تم ہمیں پیش کردو"۔اوراگرویسی دلیل تم پیش نہیں کرسکتے توپھر ہم سے ایسی دلیل کا تقاضہ کیوں کرتے ہو؟
یہ توتھاالزامی جواب جو ان لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس نہ علم ہے اور نہ ہی عقل و شعور۔ اس کے بعد میں تحقیقی جواب پیش کرتاہوں تاکہ ہرعاقل وباشعور مسلمان جو تھوڑی بہت بھی سمجھ بوجھ رکھتاہے، وہ بآسانی میری اس بات کو سمجھ سکے۔

تحقیقی جواب:

دنیامیں ہرفن وشعبے کے ماہرین ہوتےہیں، جیساکہ علم طب (یعنی میڈیکل)کے ماہرین کوڈاکٹر کہاجاتاہے، علم طبیعات (یعنی فزکس)اورعلم کیمیا(یعنی کیمسٹری)کے ماہرین کوانجنیئر اورسائنسدان کہاجاتاہے۔ اب اگرکوئی احمق شخص یہ مطالبہ کرے کہ کسی انجنیئروسائنسدان سے یااس کی کتاب سے طب کی تعریف بیان کرو، یاپھریہ کہے کہ کسی ڈاکٹر یااس کی کتاب سےطبیعات اورکیمیاکی تعریفات ثابت کروتوایسا شخص دنیاکا احمق اوربے وقوف ترین شخص کہلائے گا۔ اس لئے کے طب کی تعریف ڈاکٹرہی بتاسکتاہے انجنیئراورسائنسدان نہیں کیونکہ وہ علم طب کے ماہرین نہیں ہیں، باکل ایسے ہی طبیعات اورکیمیاکی تعریفات انجنیئراورسائنسدان ہی بتاسکتے ہیں ڈاکٹرنہیں کیونکہ ڈاکٹراس شعبے کا ماہرنہیں ہے۔
بالکل ایسے ہی علم دین میں بھی مختلف شعبہ جات ہیں، جیساکہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم اسماءالرجال، علم صرف ونحو، علم لغت۔ اب اگرکوئی احمق شخص یہ کہے کہ تفسیرکی تعریف امام بخاریؒ سے ثابت کرو، یاحدیث کی تعریف امام ابن کثیرؒ سے ثابت کرو، یاعلم فقہ کی تعریف امام یحیٰ ابن معینؒ سے پیش کرو، یاپھرعلم صرف ونحوکی تعریف امام ابوحنیفہؒ سے ثابت کرو، توایسا شخص بھی دنیاکااحمق اوربے وقوف ترین شخص ہی کہلائے گا۔ کیونکہ امام بخاریؒ علم حدیث کے امام ہیں علم تفسیرکے نہیں، امام ابن کثیرؒ علم تفسیرکے امام ہیں علم حدیث کے نہیں، امام یحیٰ ابن معینؒ علم اسماءالرجال میں امام ہیں علم فقہ میں نہیں، اسی طرح مشہورقول کے مطابق معاذبن مسلم الہراویؒ علم صرف ونحوکے امام ہیں علم لغت کے نہیں، لہٰذااگرکسی شخص کوتقلید کی تعریف معلوم کرنی ہوتواسے لغت کے اماموں کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔
عہد نبوت ﷺ اورخلافت راشدہ میں قرآنی الفاظ کی تفسیر اورغریب الحدیث کی شرح اورتوضیح کی بہت ضرورت تھی، لہٰذا ان میں ایسے عربی لغت دان موجودتھے جن سے یہ ضرورت پوری ہوجاتی تھی مثلاً: خلفاءاربعہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت اُبی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوالدرداء، اورنامور اسلامی شعراء مثلاً: حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن زہیروغیرھم رضی اللہ عنہم اجمعین۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:"وأخرج أبو بكر بن الأنباري في كتاب الوقف عن طريق عِكْرِمة عن ابن عباس قال: إذا سألتم عن شيء من غريب القرآن فالتمسوه في الشعر، فإن الشعر ديوان العرب"۔ "شعر عربوں کادیوان ہے۔ جب قرآن کے کسی لفظ کامفہوم ہمیں معلوم نہ ہوتاہم اشعار کی طرف رجوع کرتے، جب قرآن کی کوئی بات سمجھ نہ آئے توشعروں میں تلاش کیجئے، کیونکہ اشعار عربی زبان میں ہیں"۔ (اعراب القرآن الکریم وبیانہ: ج۴، ص۲۵۰، سورۃ النحل [۴۳-۴۷])

▶ Septe
▼ July (
اق ثلاثہ
امر سیکھیے
ع الیدین
سئلہ تقلید
▶ May (

لمحة عن ابن عباس ومدرسته:

وشقَّ ابن عباس طريقه بين هؤلاء جميعاً متزعماً مدرسة خاصة تسلطت على التفسير، وطبعته بطابعها، وقد أورد السيوطي في «الإتقان» مسائل ابن الأزرق المئة في القرآن، وجواب ابن عباس عليهما بالشعر، مفسراً غريب كل آية ببيت. ويقول ابن عباس في تفسير القرآن بالشعر: إذا تعاجم شيءٌ من القرآن فانظروا في الشعر، فإن الشعر عربي، ويقول: إذا سألتم عن شيء من غريب القرآن فالتمسوه في الشعر، فإن الشعر ديوان العرب. وكان إلمام ابن عباس واسعاً بلغة القرآن ومعانيه، حتى أنه قال: كل القرآن أعلم إلا أربعاً: غسلين، وحناناً، والأواه، والرقيم. وقد بدأت بمحاولات ابن عباس مدرسة جديدة في التفسير تكشف عن أسلوب القرآن ومعانيه بمقارنته بالأدب العربي شعره ونثره، ومهدت هذه المدرسة لقيام حركة واسعة لجمع اللغة والشعر من مضارب الخيام وبوادي العرب؛ ليواجهوا ما في القرآن من الغريب الذي ابتعدت به الشقة عن الحجاز، وقلب الجزيرة العربية في العراق وفارس والشام وغيرها من الأمصار الإسلامية، وتلقط العلماء ما كانت تجود به ألسنة الأعراب من أمثلة توافق ما يجري في آيات القرآن، وكانت هذه الحركة الكبرى سبباً في حفظ العربية من الضياع.

○ الإعراب:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ إِلَّا رِجَالٗا نُّوحِيٓ إِلَيۡهِمۡۚ﴾ الواو عاطفة؛ ليتناسق الكلام بورود ناحية أخرى من نواحي تعنتهم وإصرارهم على القول: إن الله أعظم من أن يكون رسوله بشراً، فهلا بعث إلينا ملكاً، ولك أن تجعلها استئنافية قائمة بنفسها، والجملة مسوقة لما ذكرناه، وما نافية، وأرسلنا فعل وفاعل، ومن قبلك حال، وإلا أداة حصر، ورجالاً مفعول أرسلنا، وجملة نوحي إليهم صفة ﴿فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾ الفاء الفصيحة، أي: إن شككتم فيما ذكر فاسألوا، واسألوا فعل أمر وفاعل، وأهل الذكر مفعوله، وإن شرطية، وكنتم فعل ماض ناقص في محل جزم فعل الشرط، والجواب

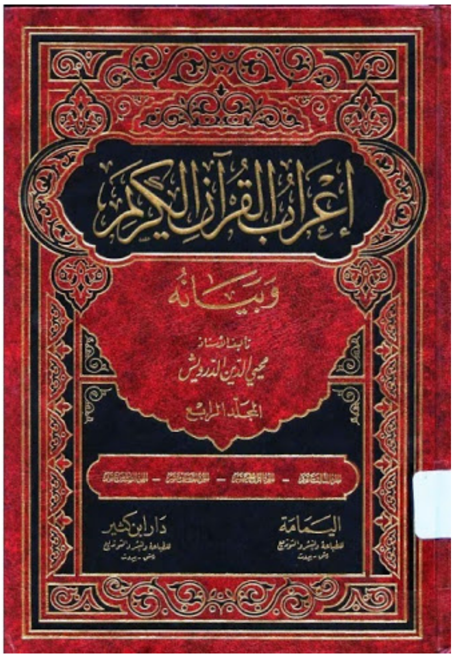

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ لغت میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ وہ عربی نوادرات ومفرادات اور امثال وغیرہ سے بخوبی واقف تھے اوراسی مہارت کی بنیاد پر وہ کلمات کی لغوی تشرح کرتے، ایک مرتبہ نافع بن ازرق اورنجدہ بن عویمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیری مسائل دریافت کرنے کے لئے یہ شرط لگائی کہ ہر کلمہ کامفہوم عربی اشعار کی مدد سے واضح کریں توآپ نے یہ شرط پوری کردی۔گویا ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے عہد کی چلتی پھرتی کتاب لغت تھے تاہم لغت نگاری کے بانی مبانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بعد ابان بن تغلب نے عربی لغت نویسی کی طرف خصوصی توجہ کی اور پھر ابوعبدالرحمٰن البصری الفراہیدیؒ(المتوفی ۱۷۰ھ)نے فن لغت میں پہلی شہرہ آفاق کتاب''کتاب العین''کے نام سے لکھی جوکہ ایسی مایہ ناز تصنیف ہے جسے اصطلاحاً''عربی ڈکشنری''کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے اسلوب میں پہلے شخص تھے جس نے بغیر کسی کی تقلید کیئے اس فن کا آغاز کیا۔ اسی لئے انہیں عربی لغت کاپہلا امام کہاجاتاہے، آپ ابوعمروبن العلاء کےشاگرد اورمشہور نحوی سیبویہ کےاستاد تھے، انتہائی ذہین،فطین، عابد،مجاہد تھے۔ ان کے بعد خلف الاحمر(المتوفی ۱۸۰ھ)، الکسائی (المتوفی ۱۸۹ھ)،ابن درید (المتوفی ۳۲۱ھ) جیسے لوگ شامل اس فن میں شامل ہوئے۔

ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہریؒ (المتوفی۴۰۰ھ)جوکہ ترکستان کے باشندے تھے۔ انہوں نے فن لغت میں ''الصحاح فی اللغۃ'' نامی کتاب لکھ کرایسا کارنامہ انجام دیاجسے علماء کرام نے بہت پسند کیا۔ چنانچہ ثعلبیؒ کہتے ہیں: ''الصحاح، ابن درید کی الجمہرۃ فی اللغۃ اورابن فارس کی المجل سےزیادہ بہتر ہے''۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''اولین لغت نویس جس نے لغت کی کتاب میں صحت کا التزام کیاوہ الجوہری ہے۔صحاح کولغتت کتب میں وہی درجہ حاصل ہےجو صحیح بخاری کوکتب حدیث میں ہے''۔

ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہریؒ کی اس کتاب کوعلماءنے ہرزمانہ میں پسند کیا کیونکہ موصوف نےاس کتاب کو جدید اورآسان اسلوب میں مرتب کیا، اس کے قبول عام کی سب سےبڑی دلیل یہ ہے کہ کتب لغت میں جتنا اس کے ساتھ اعتناء کیاگیا، شاید اتنا کسی اور کے ساتھ نہیں کیاگیا مثلاً محمد بن ابی بکر بن عبادالقادرالرازیؒ (المتوفی ۶۶۰ھ) نے مختارالصحاح کے نام سے اس کا خلاصہ تیار کیا۔

اس کے بعد علامہ مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادیؒ (المتوفی۸۱۶ھ) نے القاموس کے نام سے ایک اورعظیم الشان کتاب لکھی جس نےلغت نویسی کی تحریک میں ایک نئی روح پھونک دی، اس کی مقبولیت کااندازہ اس بات سےلگایا جاسکتاہے کہ مشہور عالم مرتضیٰ حسین الزبیدیؒ نے''تاج العروس من جواہرالقاموس''کے نام سے اس کی شرح لکھ کرکتب لغت میں ایک عظیم اضافہ کیا، یہ بھی مکمل طورپرچھپ چکی ہے، اورالقاموس الجدید کےنام سے اردو تراجم بھی کئے جاچکے ہیں۔

ذیل میں ہم تقلید کے معنٰی ومفہوم اورتعریف کوثابت کرنے کے لئے ان ہی کتابوں سے دلائل اورحوالہ جات پیش کریں گے، جن کو علماءوصلحا میں مقبولیت اورمقام حاصل ہے اورائمہ کرام ہردورمیں ان ہی کتب لغت سے استفادہ حاصل کرتے رہے ہیں۔

تقلید کی لغوی تعریف

تقلید کے لفظ کا مادہ "قلادہ" ہے۔ جب انسان کے گلے میں ڈالا جائے تو "ہار" کہلاتا ہے اور جب جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو "پٹہ" کہلاتا ہے۔

تقلید کا مادہ "قلادہ" ہے، باب تفعیل سے "قلد قلادۃ" کے معنٰی ہار پہننے کے ہیں ۔ حضرت امام محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) نے صحیح بخاری میں القلائد اوراستعارۃ القلائد کےمستقل ابواب قائم کیئے ہیں جن میں ہار پہنے اورضرورت کے وقت عورتوں کاایک دوسرے سےہار مانگنے کاتذکرہ ہے؛ چنانچہ خود حدیث میں بھی"قلادہ" کا لفظ "ہار" کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔

”حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ ۔ رضى الله عنها ۔ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلاَدَةً، فَهَلَكَتْ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا، فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلاَةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ، فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم شَكَوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ، فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ. فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللَّهُ خَيْرًا، فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ، إِلاَّ جَعَلَ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا، وَجُعِلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةٌ“۔ ”مجھ سے عبید بن اسمٰعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے (اپنی بہن) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار عاریۃً لے لیا تھا، راستے میں وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے کچھ آدمیوں کو اسے تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ تلاش کرتے ہوئے نماز کا وقت ہو گیا (اور پانی نہیں تھا) اس لئے انہوں نے وضو کے بغیر نماز پڑھی۔ پھر جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے تو آپ کے سامنے یہ شکوہ کیا۔ اس پر تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عائشہ! اللہ تمہیں بہتر بدلہ دے، واللہ! جب بھی آپ پر کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم سے اسے دور کیا اور مزید برآں یہ کہ مسلمانوں کے لئے برکت اور بھلائی ہوئی“۔ (صحیح البخاری: کِتَاب النِّكَاحِ، بَاب اِسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعَرُوسِ وَغَيْرِهَا، رقم الحدیث ۴۷۶۶، شاملہ، موقع الإسلام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلاَدَةً"۔ ”انہوں نے حضرت اسماءؓ سے ہار عاریۃً لیا تھا“۔ (بخاری، کِتَاب النِّكَاحِ، بَاب اِسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعَرُوسِ وَغَيْرِهَا، حدیث نمبر:۴۷۶۶)

دوسری حدیث میں امی عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: "اِنْسَلَتْ قِلَادَةً لِي مَن عنقي فوقعت الحديث"۔ ”میرا ہار گردن سے سرک کر نیچے گر پڑا“۔ (مسند احمد، ج ۶، ص۲۷۲ ؛ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۲)

”حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ۔ صلى الله عليه وسلم ۔ "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ"“۔ ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے؛ اور نااہل (بےقدر) لوگوں کے سامنے علم پیش کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سوٴر کے گلے میں جواہرات، موتی اور سونے کے ہار ڈالے“۔ (سنن ابن ماجہ: ج۱، کتاب السنۃ، أَبْوَابُ فِي فَضَائِلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ، رقم الحدیث ۲۲۴)

مندرجہ بالا حدیث سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ ”مقلد“ کے معنیٰ ہار پہننے والے کے ہیں اور ساتھ یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہار خنزیروں کے گلے میں ڈالنے لائق نہیں۔ کیونکہ خنزیروں کو اس کی قدر معلوم نہیں۔ ہم تو الحمدللہ خنزیر نہیں ہیں کیونکہ ہم نے تو یہ ہار خوشی سے پہنا ہوا ہے، لیکن جو لوگ اس ہار کے پہننے کا انکار کرتے ہیں، ان بے قدر لوگوں کو اس کی قدر معلوم نہیں۔

به أو لم يُعمَلْ ـ خيرٌ من أن تصلّيَ ألفَ ركعةٍ». [«التعليق الرغيب» (١/ ٥٦) و(٢/ ٢١١)].

١٧ ـ باب فضل العُلَماء والحث على طلب العلم

٢٢٠ ـ (صحيح) حدثنا بَكرُ بْنُ خَلَفٍ، أبو بِشرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عن أبي هريرةَ؛ قَالَ: قَالَ رسولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ به خيرًا يُفَقِّهْهُ في الدِّينِ». [«الصحيحة» (١١٩٤، ١١٩٥)، «الروض» (١١٦٠): ق].

٢٢١ ـ (حسن) حدثنا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ؛ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «الخيرُ عادةٌ[1]، والشرُّ لَجاجةٌ[2]، ومن يُرِدِ اللَّهُ به خيرًا يُفَقِّهْهُ في الدِّينِ» [«الصحيحة» (٦٥١)، «الروض» أيضًا].

٢٢٢ ـ (موضوع) حدثنا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ جَنَاحٍ، أبو سَعْدٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عن ابنِ عباسٍ؛ قَالَ: قَالَ رسولُ اللَّهِ ﷺ: «فقيهٌ واحدٌ أشدُّ على الشيطانِ من ألفِ عابدٍ». [«المشكاة» (٢١٧)، «التعليق الرغيب» (١/ ٦١)، «تمام المنة» (١١٥)].

٢٢٣ ـ (صحيح) حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ، عن كَثِيرِ بنِ قيسٍ؛ قَالَ: كنتُ جالسًا عندَ أبي الدَّرداءِ في مسجدِ دمشقَ، فأتاهُ رجلٌ، فقالَ: يا أبا الدَّرداءِ! أتيتُكَ من المدينةِ ـ مدينةِ رسولِ اللَّهِ ﷺ ـ لحديثٍ بلغني أنَّكَ تُحدِّثُ به عن النبيِّ ﷺ. قالَ: فما جاءَ بكَ تجارةٌ؟ قالَ: لا، قالَ: ولا جاءَ بكَ غيرُهُ؟ قالَ: لا، قالَ: فإنِّي سمعتُ رسولَ اللَّهِ ﷺ يقولُ: «مَنْ سلكَ طريقًا يلتمسُ فيهِ علمًا سهَّلَ اللَّهُ له طريقًا إلى الجنَّةِ، وإنَّ الملائكةَ لتضعُ أجنحتَها رضًا لطالبِ العلمِ، وإنَّ طالبَ العلمِ يستغفرُ لهُ مَنْ في السَّماءِ والأرضِ، حتَّى الحيتانُ في الماءِ، وإنَّ فضلَ العالمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ على سائرِ الكواكبِ، إنَّ العلماءَ هم ورثةُ الأنبياءِ، إنَّ الأنبياءَ لم يُورِّثوا دينارًا ولا درهمًا، وإنَّما ورَّثوا العلمَ، فمن أخذهُ أخذَ بحظٍّ وافرٍ[3]». [«صحيح الترغيب» (١/ ٣٣/ ٦٨)].

٢٢٤ ـ ((صحيح) دون ما بين المعقوفتين فهو (ضعيف جداً)) حدثنا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عن أنسِ بنِ مالكٍ؛ قَالَ: قَالَ رسولُ اللَّهِ ﷺ: «طلبُ العلمِ فريضةٌ على كلِّ مسلمٍ، [وواضعُ العلمِ عندَ غيرِ أهلِهِ كمُقلِّدِ الخنازيرِ الجوهرَ واللؤلؤَ والذَّهبَ]». [«المشكاة» (٢١٨)، «التعليق الرغيب» (١/ ٥٤)، «الضعيفة» (٤١٦)، «تخريج مشكلة الفقر» (٨٦)، «تخريج فقه السيرة» (٧١)].

(١) «الخيرُ عادةٌ» أي: المؤمن الثابت ينشرح صدره للخير فيصير له عادة.
(٢) «والشر لَجاجة»: أما الشر فلا ينشرح له صدره، فلا يدخل في قلبه إلا بلجاجة الشيطان والنفس الأمارة بالسوء. واللجاجة: الخصومة.
(٣) «بحظ وافر» أي: بنصيب تام.

٥٦

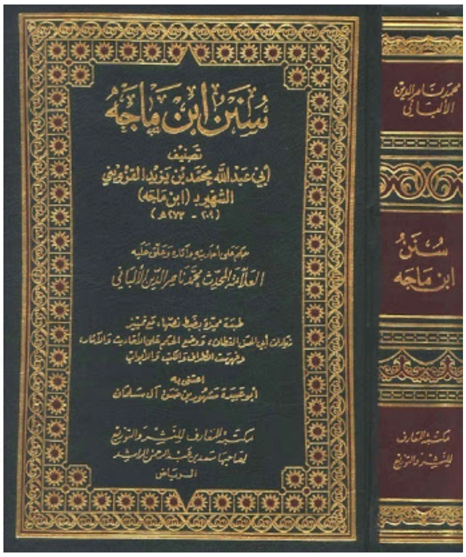

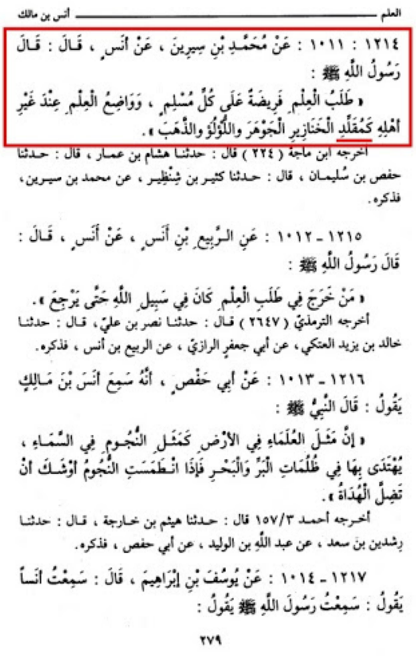
العلم ——— أنس بن مالك

١٢١٤ : ١٠١١ : عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :

« طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ، وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ ».

أخرجه ابن ماجة (٢٢٤) قال : حدثنا هشام بن عمار ، قال : حدثنا حفص بن سُليمان ، قال : حدثنا كثير بن شِنْظِير ، عن محمد بن سيرين ، فذكره.

١٢١٥ ـ ١٠١٢ : عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :

« مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ ».

أخرجه الترمذيّ (٢٦٤٧) قال : حدثنا نصر بن عليّ ، قال : حدثنا خالد بن يزيد العتكي ، عن أبي جعفرٍ الرازيّ ، عن الربيع بن أنس ، فذكره.

١٢١٦ ـ ١٠١٣ : عَنْ أَبِي حَفْصٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :

« إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ ، يُهْتَدَى بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فَإِذَا انْطَمَسَتِ النُّجُومُ أَوْشَكَ أَنْ تَضِلَّ الْهُدَاةُ ».

أخرجه أحمد ١٥٧/٣ قال : حدثنا هيثم بن خارجة ، قال : حدثنا رِشدين بن سعد ، عن عبد اللهِ بن الوليد ، عن أبي حفص ، فذكره.

١٢١٧ ـ ١٠١٤ : عَنْ يُوسُفَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَنَساً يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ :

٢٧٩

المسند الجامع

لأحاديث الكتب الستة ، ومؤلفات أصحابها الأخرى ، وموطأ مالك ، ومسانيد الحميدي ، وأحمد بن حنبل ، وعبد بن حميد ، وسنن الدارمي ، وصحيح ابن خزيمة .

حققه ورتبه وضبط نصه

الدكتور بشار عواد معروف

السيد أبو المعاطي محمد النوري — أحمد عبد الرزاق عيد

أيمن إبراهيم الزاملي — محمود محمد خليل

المجلد الثاني

أنس بن مالك

دار الجيل — بيروت

الشركة المتحدة — الكويت

کوئی غیر مقلد اس حدیث پر یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی "حفص بن سلیمان" ضعیف ہے، لہٰذا یہ حدیث حجت و قابل استدلال نہیں۔

اس اعتراض کے جواب میں اوّل تو یہ کہا جائے گا کہ یہ حدیث فضائل کے باب میں ہے صفات باری تعالیٰ، احکامات اور حلال وحرام کے باب میں نہیں۔ لہٰذا اصول حدیث کی رو سے یہ حدیث قابل حجت اور قابل استدلال ہے۔ دوسرا یہ کہ جب تک کسی ضعیف حدیث کے مقابلے میں صحیح حدیث موجود نہ ہو تب تک رائے اور قیاس سے بہتر ضعیف حدیث پر عمل کرنا ہے۔ اپنے اس مؤقف کی تائید میں دلیل کے طور پر فلحال اصول حدیث کے اصول، محدثین کے اقوال اور علماءِ غیر مقلدین کا ضعیف حدیث کے بارے میں اصول پیش خدمت ہیں۔

۱۔ امام نوویؒ نے اصول حدیث و اصول روایات کی کتاب میں لکھا ہے: "ويجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسانيد ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف، والعمل به من غير بيان ضعفه في غير صفات الله تعالى والأحكام كالحلال والحرام"۔ "اہل حدیث کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل (نرمی) برتنا اور موضوع کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں کو روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا ان کا ضعف بیان کیے بغیر جائز ہے؛ مگر اللہ کی صفات اور حلال و حرام جیسے احکام کی حدیثوں میں ایسا کرنا جائز نہیں"۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: أنواع الحديث؛ النوع الثانی والعشرون المقلوب؛ شروط العمل بالأحاديث الضعيفة: ج۱، ص۳۵۰، ۴۵۵)

النوع الثاني والعشرون: المقلوب ٤٥٥

وإذا أردتَ رِوايةَ الضَّعيفِ بغيرِ إسنادٍ، فلا تَقُل: قال رَسُول الله ﷺ كذا، وما أشبهَهُ من صيغ الجَزْم، بل قُل: رُوي كذا، أو بلغنا كذا، أو وردَ، أو جَاء، أو نُقلَ، وما أشْبَهَهُ، وكذا ما تَشُكُّ في صِحّتِه، ويَجُوز عِنْد أهل الحديث وغيرهم التَّساهُل في الأسَانيد، ورِوَاية ما سِوَى الموضُوع من الضَّعيف، والعمل به من غير بَيَان ضعفه، في غير صِفَات الله تعالى، والأحْكَام، كالحَلالِ والحَرَام، ومِمَّا لا تعلُّق له بالعَقَائد والأحْكَام.

(وإذا أردتَ رِوَايةَ الضَّعيف بغيرِ إسْنادٍ، فلا تقُل: «قال رَسُول الله ﷺ كذا، وما أشبهه من صيغ الجَزْم) بأنَّ رَسُول الله ﷺ قاله (بل قل[1] «رُوي) عنه (كذا، أو «بلغنا) عنه (كذا، أو «ورد) عنه» (أو «جاء) عنه» (أو «نقل) عنه» (وما أشبهه) من صِيغ التَّمريض، كـ«رَوَى بعضهم» (وكذا) تقول في (ما تَشُكُّ في صِحّته) وضعفه.

أما الصَّحيح فاذكره بصيغة الجزم، ويَقبح فيه صيغة التَّمريض، كما يَقبح في الضعيف صيغة الجزم.

(ويَجُوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسَانيد) الضَّعيفة (ورِوَاية ما سِوَى الموضُوع من الضَّعيف، والعَمل به من غير بَيَان ضعفه في غير صِفَات الله تعالى) وما يَجُوز ويستحيل عليه، وتفسير كلامه (والأحكام، كالحلال والحرام و) [غيرهما، وذلك كالقَصَص، وفَضَائل الأعمال، والمَوَاعظ، وغيرها][2] (مِمَّا لا تعلق له بالعقائد والأحكام).

وممَّن نُقل عنه ذلك ابن حنبل[3] وابن مَهْدي[4] وابن المُبَارك[5] قالُوا: «إذا روينا في الحلال والحرام شَدَّدنا، وإذا روينا في الفَضَائل ونحوها تساهلنا».

(١) في [هـ]: «قل قد».
(٢) سقط من [د].
(٣) «الكفاية» (٢٧٢، ٢٧٣).
(٤) «الجامع» [١٢٦٧].
(٥) «الجرح والتعديل» (٢/ ٣٠، ٣١).

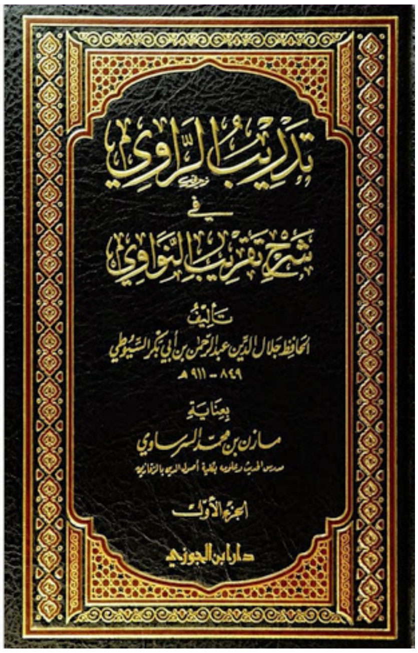

۲۔ امام نوویؒ کی الاربعین اور اس کی شرح فتح المبین لابن حجر المکی الہیثمی کے الفاظ میں: "قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث فی فضائل الاعمال، لانہ ان کان صحیحاً فی نفس الامر، فقد اعطی حقہ، والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولاتحریم، ولاضیاع حق الغیر"۔ "یعنی

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے، کیونکہ اگر وہ واقعتاً صحیح تھی تو اس کا حق اس کو مل گیا، ورنہ اس پر عمل کرنے سے نہ تو حرام کو حلال کرنالازم آیا اور نہ اس کے برعکس اور نہ ہی کسی غیر کا حق پامال کرنا"۔ (الاجوبۃ الفاضلۃ: ص۴۳)

۳۔ حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں "محمد بن عبد الرحمن الطفاوی" راوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "قال ابو زرعة منكر الحديث، واورد له ابن عدى عدة احاديث، قلت: له فى البخارى ثلاثة احاديث، ليس فيها شئ مما استكره ابن عدى--- ثالثها فى الرقاق كن فى الدنيا كأنك غريب وہذا تفرد به الطفاوى، وہو من غرائب الصحيح، وكان البخارى لم يشدد فيه، لكونه من احاديث الترغيب والترہيب"۔ "یہ حدیث صحیح بخاری کی غریب حدیثوں میں سے ہے۔ یعنی کن فی الدنیا کانک غریب (بخاری کتاب الرقاق) حدیث کی روایت میں محمد بن عبد الرحمن الطفاوی منفرد ہے، شاید کہ امام بخاریؒ نے اس کے ساتھ تساہل کا معاملہ صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ یہ ترغیب وترہیب کی حدیثوں میں سے ہے"۔ (مقدمہ فتح الباری: ص۶۱۵)

۴۔ امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب "التعقبات علی الموضوعات" میں اورامام علی بن محمد بن عراق الکنانیؒ "تنزیہ الشریعۃ" میں لکھتے ہیں: "وقال: حنش ضعيف عند أهل الحديث والعمل على هذا عند أهل العلم، فأشار بهذا إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم، وقد صرح غير واحد بأن دليل صحة الحديث قول أهل العلم به، وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله"۔ "اور (امام ترمذیؒ) نے کہا: اہل حدیث کے نزدیک (یہ حدیث) ضعیف ہے لیکن عمل ہے اسی پر اہل علم کا "بس یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بیشک (ضعیف) حدیث اہل علم کے قول اور تعامل کے ساتھ حدیث ضعیف، ضعف سے نکل کر صحیح اور قابل عمل ہوجاتی ہے؛ اگرچہ اس کی اسنادلائق اعتماد نہ ہو، بہت سے اہل علم کا یہ قول ہے""۔ (تنزیہ الشریعۃ للکنانی: ج۲، ص۱۰۴)

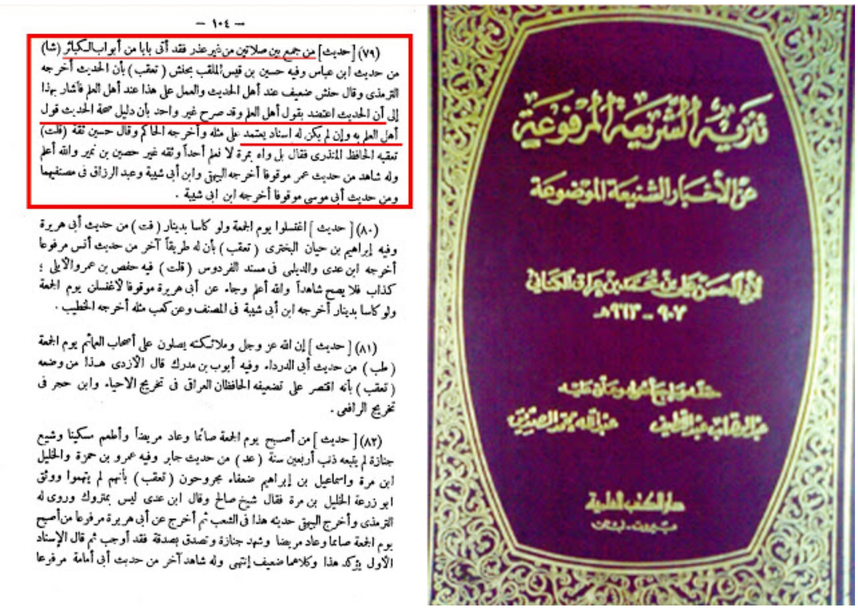

— ١٠٤ —

(٧٩) [حديث] من جمع بين صلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر (شا) من حديث ابن عباس وفيه حسين بن قيس الملقب بحنش (تعقب) بأن الحديث أخرجه الترمذى وقال حنش ضعيف عند أهل الحديث والعمل على هذا عند أهل العلم فأشار بهذا إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له اسناد يعتمد على مثله وأخرجه الحاكم وقال حسين ثقة (قلت) تعقبه الحافظ المنذرى فقال بل واه بمرة لا نعلم أحداً وثقه غير حصين بن نمير والله أعلم وله شاهد من حديث عمر موقوفا أخرجه البيهقى وابن أبى شيبة وعبد الرزاق فى مصنفيهما ومن حديث أبى موسى موقوفا أخرجه ابن ابى شيبة .

(٨٠) [حديث] اغتسلوا يوم الجمعة ولو كاسا بدينار (فت) من حديث أبى هريرة وفيه إبراهيم بن حيان البخترى (تعقب) بأن له طريقاً آخر من حديث أنس مرفوعا أخرجه ابن عدى والديلمى فى مسند الفردوس (قلت) فيه حفص بن عمرو الأيلى ؛ كذاب فلا يصح شاهداً والله أعلم وجاء عن أبى هريرة موقوفا لأغتسلن يوم الجمعة ولو كاسا بدينار أخرجه ابن أبى شيبة فى المصنف وعن كعب مثله أخرجه الخطيب .

(٨١) [حديث] إن الله عز وجل وملائكته يصلون على أصحاب العمائم يوم الجمعة (طب) من حديث أبى الدرداء وفيه أيوب بن مدرك قال الأزدى هذا من وضعه (تعقب) بأنه اقتصر على تضعيفه الحافظان العراقى فى تخريج الاحياء وابن حجر فى تخريج الرافعى .

(٨٢) [حديث] من أصبح يوم الجمعة صائما وعاد مريضاً وأطعم مسكينا وشيع جنازة لم يتبعه ذنب أربعين سنة (عد) من حديث جابر وفيه عمرو بن حمزة والخليل ابن مرة واسماعيل بن إبراهيم ضعفاء مجروحون (تعقب) بأنهم لم يتهموا ووثق ابو زرعة الخليل بن مرة فقال شيخ صالح وقال ابن عدى ليس بمتروك وروى له الترمذى وأخرج البيهقى حديثه هذا فى الشعب ثم أخرج عن أبى هريرة مرفوعا من أصبح يوم الجمعة صائما وعاد مريضا وشهد جنازة وتصدق بصدقة فقد أوجب ثم قال الإسناد الأول يؤكد هذا وكلاهما ضعيف إنتهى وله شاهد آخر من حديث أبى أمامة مرفوعا

۵۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بھی فضائل وغیرہ میں ضعیف احادیث پر عمل کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: "قال شيخ الإسلام رحمه الله: قول أحمد بن حنبل: إذا جاء الحلال والحرام شددنا في الأسانيد، وإذا جاء الترغيب والترهيب تساهلنا في الأسانيد، وكذلك ما عليه العلماء من العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال"۔ "شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، امام احمدؒ کا قول نقل کرتے فرماتے ہیں کہ: جب حلال و حرام کی بات آئے گی تو اسانید (سندوں) کی جانچ پرکھ میں سختی سے کام لیں گے، اور جب ترغیب (نیکی کا شوق دلانے) اور ترہیب (برائی کا خوف دلانے) کی بات آئے گی تو ہم اسانید میں تساہل (نرمی) برتینگے، اسی طرح فضائل اعمال میں جس ضعیف حدیث کے عمل کرنے پر علماء ہیں"۔ (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ج۱۸، ص۶۵)

۶۔ امام ابوحنیفہؒ کا ارشادہے کہ "الخبر الضعيف عن رسول الله اولىٰ من القياس، ولايحل القياس مع وجوده"۔ "یعنی باب میں اگرضعیف حدیث بھی موجود ہو تو قیاس نہ کرکے اس سے استدلال کیا جائے گا"۔ (المحلی لابن حزم: ج ۳، ص۱۶۱)

۷۔ غیر مقلد عالم مولاناثناءاللہ امرتسریؒ سے سوال کیا گیا کہ: "ضعیف حدیث کا معنیٰ کیا ہے، ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟" جواب میں کہتے ہیں: "ضعیف کے معنیٰ ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں، وہ کئی قسم کی ہوتی ہے اگر اس کے مقابل میں صحیح نہیں ہے تو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ جیسے نماز کے شروع میں سبحانک اللھم الخ پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے"۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:، ص ۵۰)

۸۔ ایسے ہی غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانانذیر حسین دہلویؒ اپنی کتاب فتاویٰ نذیریہ میں لکھتے ہیں: "ضعیف حدیث قابل عمل ہوتی ہے اور یہ کہ ضعیف حدیث کو موضوع نہیں کہنا چاہیئے"۔ (فتاویٰ نذیریہ: ج ۳، ص۵)

۹۔ اسی طرح غیر مقلدعالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں: ”احادیثِ ضعیفہ در فضائل اعمال معمول بہا است“۔ ”احادیث ضعیفہ فضائل اعمال میں قابل قبول ہیں“۔(مسک الختام شرح بلوغ المرام، ص ۵۷۲)

۱۰۔ غیر مقلد عالم مولوی عبداللہ روپڑی صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ شب برات کے روزے والی حدیث ضعیف ہے، کیا روزہ رکھنا درست ہے؟ عبداللہ روپڑی صاحب نے جواب میں لکھا: ”شبرات کا روزہ رکھنا افضل ہے چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں جو حدیث موجود ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے“۔ (فتاویٰ اہل حدیث روپڑی: ج ۲،ص ۱۳۷، ۳۱۸)

۱۱۔ غیر مقلدعالم ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی لکھتے ہیں: ”اس امت کے علماءوفقہاءکااس بات پراتفاق اور اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پرعمل کیاجائے گا“۔ (مقالات راشدیہ: ج۲، ص۳۴۸)

مقالات راشدیہ (سوم) 348 کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال....

فضائل اعمال میں قابل حجت ہے)۔(الازہری)

پہلی گواہی:

میرے والدمحترم صاحب السند الحافظ المحدث ابومحب اللہ احسان اللہ بن شیخ حافظ سید رشد اللہ شاہ صاحب العلم الخامس رحمہ اللہ ❶ اپنی مشہور کتاب "المقالة المحبوبة فی الدعاء بعد الصلوة المکتوبة" میں فرماتے ہیں:

((ان علماء هذه الامة المكرمة وفقهائها قد اجتمعوا على ان الاحاديث الضعيفة فى فضائل الاعمال والثواب معمولة)) انتهى

”اس امت کے علماء وفقہاء کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پرعمل کیا جائے گا۔“

دوسری گواہی:

الشیخ الحافظ حدیث اور رجال کے ماہر علامہ عبدالرحمٰن بن مہدی بن حسان العنبری رحمہ اللہ ❷ فرماتے ہیں:

((اذا روينا عن النبی ﷺ فی الحلال والحرام والاحكام شددنا فى الاسانيد وانتقدنا الرجال واذا روينا فى فضائل الاعمال والثواب والعقاب والمباحات والدعوات تساهلنا انتهى))

”جب ہم حلال وحرام اور احکامات کے بارے میں نبی ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہیں تو اس کی اسناد میں شدت اختیار کرتے ہیں اور جب فضائل اعمال ثواب وعتاب، مباح امور اور دعاؤں کی احادیث بیان کرتے ہیں تو تساہل برتتے ہیں۔“

تیسری گواہی:

امام الفقیہ المجتہد الحجۃ ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی المروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:❸

❶ شاہ صاحب کے والد احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ اپنے وقت کے امام تھے۔ اسماء الرجال میں ملکہ تامہ رکھتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرماتے تھے: "ان كان فى هذا الوقت رجل عنده علم اسماء الرجال وانا اقول هو احسان الله شاه الراشدی" سید احسان اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی وفات ۱۳۵۸ ہجری کو ان کے گاؤں پیر آف جھنڈہ میں ہوئی تو ان کی وفات پر مولانا سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے کہا: "مات اليوم رجل كان ماهرا بالحديث واسماء الرجال" مزید دیکھو: مجلہ بحرالعلوم شیخ العرب و العجم نمبر"

❷ شيخ عبدالرحمن بن مهدی العنبری البصری قال الامام الشافعی "لا اعرف له نظيرا فى الدنيا" مزید دیکھو: تهذيب التهذيب ٦/٢٧٩۔ تاريخ بغداد ١٠/ ٢٤٠.

❸ امام احمد بن حنبل، حنبلی مذہب کے پیشوا امام عبداللہ لکھتے ہیں: "ما رأيت افقه منه ولا اورع" تهذيب التهذيب ١/٧٢۔ تاريخ بغداد ٤/ ٤١٢.

۱۲۔ مزید دلائل اور حوالہ جات کے لئے غیر مقلدعالم ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی کی کتاب مقالات راشدہ جلد نمبر۲ کے صفحہ نمبر۳۴۸ سے ۳۵۵ تک کامطالعہ فرمائیں۔

علم لغت کے مشہور شیخ الامام علامہ محمد بن اَبِی بکر بن عبد القادر الرازی (متوفی ۶۷۰ھ) لکھتے ہیں: ”(الْقِلَادَةُ) الَّتِي فِي الْعُنُقِ وَ (قَلَّدَهُ فَتَقَلَّدَ) وَمِنْهُ (التَّقْلِيدُ) فِي الدِّينِ وَتَقْلِيدُ الْوُلَاةِ الْأَعْمَالَ“۔ ”(الْقِلَادَةُ) ہار۔ جوگلے میں پہناجاتاہے۔(قَلَّدَهُ فَتَقَلَّدَ): اس نے اسے ہار پہنایاتو اس نے پہن لیا۔ اسی سے لفظ تَقْلِيدُ مشتق ہے۔ یعنی التَّقْلِيدُ فِي الدِّينِ: دین میں کسی شخص کی پیروی“۔ (مختارالصحاح: ص ۴۸۲ عربی؛ص ۷۵۸ اردو)

مشہورلغوی امام علامہ قرشیؒ فرماتے ہیں: "تقلید درگردن افگندن حمیل و غیرآن کسے"۔ ”تقلید کے معنیٰ کسی کے گلے میں ہار وغیرہ ڈالناہے“۔ (صراح: ص۱۴۳، طبع مجیدی کانپور)

غیر مقلدین کے ہاں ”قلاوۃ“ کے معنیٰ صرف پٹا ہی ہوگا۔ معاذ اللہ کیونکہ ان کے ہاں تقلید کا بس یہی ایک معنیٰ ہے۔

ق قلت ٤٨٢ قلع ق

وبِئْسَتْ . وقال أبو عُبيدة : هي البئرُ العاديَّةُ القديمةُ

* ق ل ت — (القَلَتُ) بفتحتين الهلاكُ وبابُهُ طرِبَ . وقال أعرابيٌّ : إنَّ المسافرَ ومتاعَهُ لعلى قَلَتٍ إلَّا ما وقى اللهُ.

* قُلتُ : وهكذا رواهُ الأزهريُّ أيضاً ولا أعرفُ أحداً من أئمةِ اللغةِ يَرويه حديثاً كما يَرويه بعضُ الفقهاءِ في كُتبِهم .

و (المَقْلَتَةُ) المَهْلَكةُ

* ق ل ح — (القَلَحُ) بفتحتين صُفرةٌ في الأسنانِ وبابُهُ طرِبَ فهو (أقلَحُ)

* ق ل د — (القِلادةُ) التي في العُنُقِ و (قلَّدهُ فتقلَّدَ) ومنهُ (التقليدُ) في الدِّينِ وتقليدُ الوُلاةِ الأعمالَ . وتقليدُ البَدَنةِ أن يُعلَّقَ في عُنُقِها شيءٌ ليُعلَمَ أنَّها هَدْيٌ .

و (تقلَّدَ) السيفَ . و (الإقليدُ) بكسرِ الهمزةِ المِفتاحُ . و (المِقْلَدُ) بوزنِ المِبْضَعِ مِفتاحٌ كالمِنْجَلِ والجمعُ (المقالِيدُ)

* ق ل س — (القَلْسُ) بوزنِ الفَلْسِ القَذْفُ وبابُهُ ضرَبَ وقال الخليلُ : القَلْسُ ما خرَجَ من الحلقِ مِلْءَ الفَمِ

أو دُونَهُ وليسَ بِقَيءٍ فإنْ عادَ فهو القَيءُ[1] .

و (القَلَنْسُوَةُ) بفتحِ القافِ و (القُلَنْسِيَةُ) بضمِّها معروفةٌ وجمعُها (قلانِسُ) وإنْ شئتَ قُلتَ (قلاسٍ) أو (قلانيسُ) أو (قلاسيّ) . وقد (قَلْسَاهُ فتقلسى) و (تقلنس) و (تقلَّس) أي ألبسَهُ القلنسوةَ فلبسَها

* ق ل ص — (قلَصَ) الشيءُ ارتفعَ وبابُهُ جلَسَ وكذا (قلَّصَ تقليصاً) و (تقلَّص) كلُّهُ بمعنى انضمَّ وانزوى . و (قلَصَ) الثوبُ بعدَ الغَسلِ . وشفةٌ (قالِصةٌ) وظِلٌّ (قالِصٌ) إذا نقَصَ .

و (القَلُوصُ) من النُّوقِ الشابَّةُ وهي بمنزلةِ الجاريةِ من النساءِ وجمعُها (قُلُصٌ) بضمَّتين و (قلائِصُ) مثلُ قَدُومٍ وقُدُمٍ وقدائمَ وجمعُ القُلُصِ (قِلاصٌ)

* ق ل ع — (قلَعَ) الشيءَ من بابِ قطَعَ (فانقلَعَ) و (قلَّعهُ تقليعاً فتقلَّعَ) .

و (الإقلاعُ) عن الأمرِ الكفُّ عنهُ يقالُ (أقلَعَ) عمّا كانَ عليهِ . وأقلعتْ عنهُ الحُمّى .

و (القَلْعُ) بوزنِ القطعِ اسمُ مَعدِنٍ يُنسَبُ

(١) كذا في الصحاح والقاموس أيضا وعبارة اللسان والمصباح ...

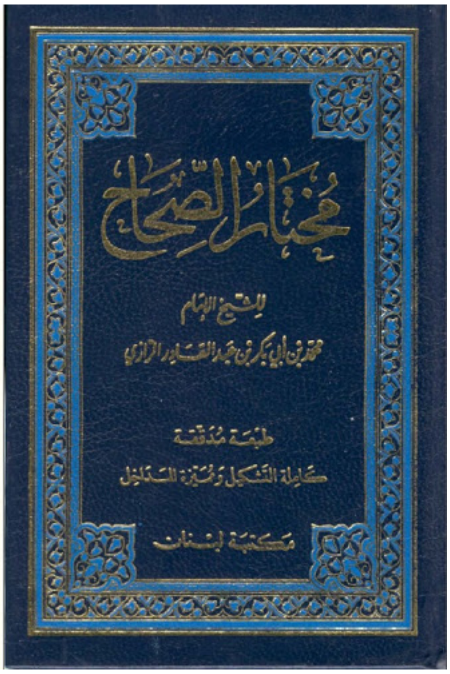

مختار الصحاح ٤٥٨ ق ل ب — ق ل ص

وَمَتَاعَهُ عَلٰى قَلَتٍ إِلَّا مَا وَقَى اللّٰه: مسافر خود اوراس کا مال ومتاع کے تلف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔اِلّا یہ کہ جسے اللہ رکھے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ علماء لغت میں سے بھی کسی نے موجودہ دور میں اس قول کو بیان کیا ہو جس طرح بعض فقہاء اسے اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں۔

المَقْلَتَةُ: جائے تلف وہلاکت۔

ق ل ح—القَلَحُ: (قاف اور لام مفتوح) دانتوں پر جمی ہوئی زردی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ایسے شخص کو جس کے دانتوں پر زردی ہو اَقْلَحُ کہتے ہیں۔

ق ل د—القِلَادَةُ: ہار۔ جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔

قَلَّدَهُ، فَتَقَلَّدَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔اسی سے لفظ تَقْلِيدُ مشتق ہے۔یعنی التقليد في الدين: دین میں کسی شخص کی پیروی۔

تَقْلِيدُ الوُلَاةِ الأعْمَالَ: والیوں کا دوسروں کے ذمے کام لگانا۔

تَقْلِيدُ البَدَنَةِ: قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنا، تاکہ یہ پہچان ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

تَقَلَّدَ السَّيْفَ: اس نے گلے میں تلوار لٹکائی۔

الإِقْلِيدُ: (ہمزہ مکسور) چابی۔

المِقْلَدُ بروزن المِبْضَعُ: چابی۔ اس کی مثال المِنْجَلُ ہے۔اس کی جمع المَقَالِيْدُ ہے۔

ق ل س—القَلْسُ: بروزن فَلْسٌ: بہتان یا تہمت لگانا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔خلیل کا قول ہے القَلْسُ مَا خَرَجَ مِنَ الحَلْقِ مِلْءَ الفَمِ اَوْ دُوْنَهُ وَلَيْسَ بِقَيءٍ: قَلْس کا معنی قے کے علاوہ حلق سے منہ بھر کر کسی چیز کا نکلنا ہے۔ اور اگر کوئی دوبارہ اس طرح سے نکلے تو پھر وہ قے ہے۔

القَلَنْسُوَة: (قاف مفتوح) ٹوپی۔ اس کی جمع قَلَانِسُ ہے۔چاہیں تو قَلَاسٍ اور قَلَانِيْسُ یا قَلَاسِيّ بھی کہہ سکتے ہیں۔

قَدْ قَلْسَاهُ فَتَقَلْسَى: اس نے اسے ٹوپی پہنائی تو اس نے پہن لی۔تَقَلْنَسَ وتَقَلَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ق ل ص—قَلَصَ الشَّيْءُ: چیز اوپر اٹھی۔اس کا باب جَلَسَ ہے۔یہی معنی قَلَّصَ تَقْلِيْصًا اور تَقَلَّصَ کا ہے۔یعنی وہ جڑ گیا۔یا سکڑ گیا۔

قَلَصَ الثَّوْبُ بعد الغَسْلِ: کپڑا دھونے کے بعد سکڑ گیا۔

شَفَةٌ قَالِصَةٌ: سکڑے ہوئے ہونٹ۔

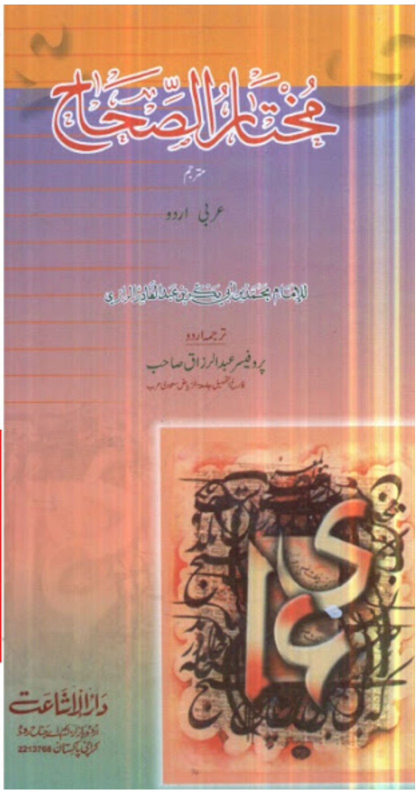

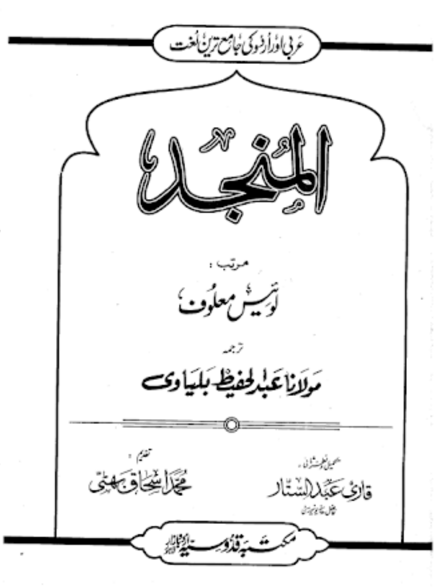

اصولین کے نزدیک تقلید کی اصطلاحی تعریف

۱۔ حضرت مولانا قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ تقلید کی تعریف یوں کرتے ہیں: ”التقليد اتباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقدا للحقية من غير نظر إلى الدليل، كأنّ هذا المتبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه من غير مطالبة دليل“۔ ”تقلید (کے اصلاحی معنی یہ ہیں کہ) کسی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا محض حسن عقیدت سے کہ جس میں (مجتھد کی) دلیل پر غور نہ کرے۔ گویا اس اتباع کنندہ نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنا لیا بلا دلیل طلب کرنے کے“۔ (کشف الاصطلاحات الفنون والعلوم: ص ۵۰۰)

۲۔ علامہ ابن ملکؒ اور علامہ ابن العینیؒ فرماتے ہیں: ”وهو عبارة عن اتباعه في قولهاو فعله منقدا للحقية تامل في الدليل“۔ ”تقلید دوسرے کے قول یا فعل میں اتباع کا نام ہے یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ حق ہے بغیراس کے کہ دلیل کی فکر میں پڑے(کہ اس کی دلیل کیاہے)“۔ (شرح منار مصری:ص ۲۵۲)

۳۔ ”التقليد اتباع الغير علي ظن انه محق بلا نظر في الدليل“۔ ”دلیل میں غور وخوص کئے بغیر کسی کی اتباع کرنا یہ گمان رکھتے ہوئے کہ وہ حق پر ہے“۔ (النامی شرح حسامی: ص ۱۸۰)

یہ عبارت تقلیداور اتّباع کے ایک ہونے پر صراحت سے دال ہےاور اس میں لفظ الدلیل پرلام عہد کے لئے ہے یعنی وہ خاص دلیل جس کو مجتھد نے پیش نظر رکھ کراجتہاد کیاہےاور ”من غیر نظرالی الدلیل“ اور ”من غیر تامل فی الدلیل“ اور ”من غیر مطالبۃ الدلیل“ میں اسی خاص دلیل کی طرف اشارہ ہے اس دلیل سے وہ دلیل مراد نہیں جو مقلد اپنی طرف سے کبھی پیش کردیتا ہے۔

۴۔ حضرت مولانارشیداحمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: ”اوراتباع وتقلید کے معنیٰ واحد ہیں“۔ (سبیل الرشاد: ص ۳۲)

تقلید کی تعریف میں اہل لغت نے لفظ اتّباعِ غیر بلادلیل ہی بیان کیا ہے جیسا کہ تعریفات سے ظاہر ہے ،اگر تقلیداور اتباع میں فرق ہوتا تو اہل لغت تقلید کی تعریف اتباع سے کبھی نہ کرتے۔

كذا في عروض سيفي(١).

التَّقْعِير: Cavity, concavity - Cavité, concavité

بالعين المهملة عند الأطباء هو تجويف في ظاهر العضو لا يحوي شيئًا. والمقعَّر من سطحي الفلك سيأتي ذكره.

التَّقْلِيد: Tradition, imitation - Tradition, imitation

باللام لغة جعل القلادة في العنق. وشرعًا يطلق على معنيين: الأول حكمٌ والٍ يكون فلان قاضيا في موضع كذا كما في جامع الرموز في كتاب القضاء. الثاني العمل بقول الغير من غير حجة. وأريد بالقول ما يعمّ الفعل والتقرير تغليبًا. ولذا قيل في بعض شروح الحسامي: التقليد اتّباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقدًا للحقية من غير نظر إلى الدليل، كأنّ هذا المتّبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه من غير مطالبة دليل، كأخذ العامي والمجتهد بقول مثله أي كأخذ العامي بقول العامي وأخذ المجتهد بقول المجتهد. وعلى هذا فلا يكون الرجوع إلى الرسول عليه الصلوٰة والسلام تقليدًا له، وكذا إلى الإجماع وكذا رجوع العامي إلى المفتي أي إلى المجتهد، وكذا رجوع القاضي إلى العُدول في شهادتهم لقيام الحجة فيها. فقول الرسول بالمعجزة والإجماع بما تقرّر من حجته وقول الشاهد والمفتي بالإجماع وكذا الرجوع إلى الصحابي لأنه عمل بقوله عليه الصلوٰة والسلام «أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم»(٢)، ولو سمّي ذلك أو بعض ذلك تقليدًا كما يسمّى في العرف أخذ المقلّد العامي بقول المفتي تقليدًا فلا مشاحة في التسمية والاصطلاح. وكذا قد يسمّى أتباع الصحابة تقليدًا باعتبار الصورة. وربما يعرّف التقليد بأنه اعتقاد جازم غير ثابت، وغير الثابت هو ما يزول بتشكيك المشكّك.

فائدة:

غير المجتهد يلزمه التقليد سواء كان عاميًا أو عالمًا بطرقٍ صالحة من وجوه علوم الإجتهاد. وقيل إنما يلزم العالِم التقليد بشرط أنْ يتبيّن له صحة اجتهاد المجتهد بدليله. واختلف في جواز التقليد في العقليات كمسائل الأصول. قال عبدالله بجوازه وقال طائفة بوجوبه وأنّ النظر والبحث حرام.

فائدة:

إذا تعدد المجتهدون وتفاضلوا لا يجب على المقلّد تقليد الأفضل، بل له أن يقلّد المفضول. وعن أحمد وابن شريح(٣) منعه بل

(١) نزد اهل عروض عبارتست از وزن ووزن سنجيدن كلام است بميزان بحري از بحور شعر كه مقرر كرده اند پس هرچه بميزان بحري از بحور راست باشد آن موزون است وآنچه بميزان هيچ بحر نيايد ناموزون است ودر تقطيع عدد حروف وحركات وسكنات معتبر است وخصوصيت حرف چون اصلى وزائد وخصوصيت حركت مثل ضمة وفتحه وكسره معتبر نيست ليكن خصوصيت امكنه حركات وسكنات معتبر است پس بُلْبُل وزِبْرِج هم وزن باشند اگرچه باعتبار وزن صرفيان مختلف الوزن اند وهر حرف كه در تلفظ آيد معتبر است اگرچه در كتابت در نيايد چنانكه نون تنوين را عروضيان ظاهر مينويسند تا ملفوظ ومكتوب اوزان شعر يكسان باشد والتباس نشود كذا في عروض سيفي.

(٢) أخرجه الدارقطني في المؤتلف والمختلف، ٤/ ١٧٧٨، عن جابر باب غصين... ، وأخرجه ابن عبد البر في جامع بيان العلم، ٢/ ٩٠ ـ ٩١، باب ذكر الدليل في أقاويل السلف... ، وقال عقبه: هذا إسناد لا يقوم به حجة لأن الحارث بن غصين مجهول، وأشار إلى أن النبي ﷺ لا يبيح الاختلاف بعده في أصحابه بأحاديث كثيرة، وأخرجه ابن حزم في الأحكام، ٦/ ١٨٢ وأخرجه ابن حجر بطرقه في تلخيص الحبير ٤٠٦/ ١٩٠، كتاب القضاء، باب أدب القضاء، الحديث رقم ٢٠٩٨.

(٣) هو أحمد بن عمر بن سريج البغدادي، أبو العباس. ولد ببغداد عام ٢٤٩ هـ/ ٨٦٣ م وتوفي فيها عام ٣٠٦ هـ/ ٩١٨ م. فقيه الشافعية في عصره. قاض، مناظر. له عدة مؤلفات هامة. الاعلام ١/ ١٨٥، طبقات الشافعية ٢/ ٨٧، البداية والنهاية

باب متابعة أصحاب رسول الله ﷺ

وما يقع به ختم باب السنة باب متابعة أصحاب رسول الله ﷺ ورضي الله عنهم.

[حكم تقليد الصحابي]

قال أبو سعيد البردعي ﷺ: تقليد الصحابيّ **واجب يُترك به** القياس لاحتمال **السماع والتوقيف، ولفضل إصابتهم** في نفس الرأي بمشاهدة أحوال التنـزيل ومعرفة أسبابه. وقال **أبو الحسن الكرخي** ﷺ: لايجوز تقليد الصحابي **إلا فيما لايُدرَك بالقياس، وقال الشافعي** ﷺ: لايقلّد أحد **منهم،** ....

قال أبو سعيد البردعي ﷺ: وأبو بكر الرازي في بعض الروايات وجماعة من أصحابنا. **واجب:** على التابعين ومن بعدهم من المجتهدين، لا على صحابيّ آخر، والتقليد اتباع الغير على ظنّ أنه محقّ بلا نظر في الدليل. **به:** أي بقوله أو بمذهبه. **السماع والتوقيف:** من النبي ﷺ بل هو الظاهر في حقه وإن لم يسند إليه، فكان تقديم قول الصحابيّ من هذا الوجه كتقديم الخبر الواحد على القياس، وإن سلّم أنه ليس مسموعاً منه بل هو رأيه فهو أيضاً يصلح أن يترك به قياس غيره؛ لأن رأي الصحابة أقوى من رأي غيرهم. وإليه أشار بقوله: **ولفضل إصابتهم إلخ:** فبهذا الاعتبار لهم مزيّة على غيرهم، وهذا وجه ترجيح رأيهم على رأي غيرهم، فكما إذا تعارض القياسان لمن بعدهم فيترجّح أحدهما على الآخر بنوع ترجيح، فكذا ينبغي أن يترجّح قياسهم على قياس غيرهم من المجتهدين لزيادة قوة رأيهم من الوجوه التي ذكرت، وهذا اندفع ما توهّم المخالفون أن قول الصحابيّ يحتمل الرأي، فكيف يترك به قياس غيرهم لمساواتهم في الرأي، وهذا هو مختار الشيخين وأبي اليسر، وهو مذهب مالك وأحمد بن حنبل في إحدى الروايتين، والشافعي في قوله القديم، وإليه مال المصنّف.

أبو الحسن الكرخيّ ﷺ: وجماعة منا والقاضي الإمام أبو زيد، كما يظهر من تقديره في "التقويم".

إلا فيما لايدرك بالقياس: لأنه حينئذ جهة السماع متعيّن منه ﷺ لامحالة؛ إذ الكذب غير متصوّر في حقهم، ولا مدخل للرأي فيه، فيترك به القياس كما يترك بالخبر الواحد، بخلاف ما إذا كان مدركًا بالقياس، فيحتمل أن يكون هذا رأيه، والرأي يحتمل الخطأ لكونهم غير معصومين عن الخطأ كسائر المجتهدين، فكيف يترك به القياس.

وقال الشافعي ﷺ: في قوله الجديد وإليه ذهب كثير من المعتزلة والأشاعرة. **منهم:** سواء كان مدركًا بالقياس أو لا؛ لأنه ظهر فيهم الفتوى بالرأي، حيث لايمكن إنكاره، واحتمال الخطأ في اجتهادهم ثابت لعدم العصمة كما هو ثابت في اجتهاد سائر المجتهدين، ولا فرق بين ما لايدرك بالرأي من المقادير ونحوها وبين غيره؛ =

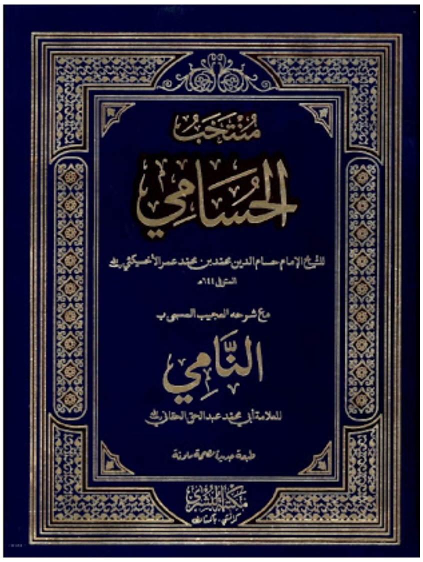

التقعير ٥٠٠

كذا في عروض سيفي(١).

التَّقْعِير: Cavity, concavity - Cavité, concavité

بالعين المهملة عند الأطباء هو تجويف في ظاهر العضو لا يحوي شيئًا. والمقعَّر من سطحي الفلك سيأتي ذكره.

التَّقْلِيد: Tradition, imitation - Tradition, imitation

باللام لغة جعل القلادة في العنق. وشرعًا يطلق على معنيين: الأول حكمٌ والٍ يكون فلان قاضيا في موضع كذا كما في جامع الرموز في كتاب القضاء. الثاني العمل بقول الغير من غير حجة. وأريد بالقول ما يعمّ الفعل والتقرير تغليبًا. ولذا قيل في بعض شروح الحسامي: التقليد اتّباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقدًا للحقية من غير نظر إلى الدليل، كأنّ هذا المتّبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه من غير مطالبة دليل، كأخذ العامي والمجتهد بقول مثله أي كأخذ العامي بقول العامي وأخذ المجتهد بقول المجتهد. وعلى هذا فلا يكون الرجوع إلى الرسول عليه الصلوٰة والسلام تقليدًا له، وكذا إلى الإجماع وكذا رجوع العامي إلى المفتي أي إلى المجتهد، وكذا رجوع القاضي إلى العُدول في شهادتهم لقيام الحجة فيها. فقول الرسول بالمعجزة والإجماع بما تقرّر من حجته وقول الشاهد والمفتي بالإجماع وكذا الرجوع إلى الصحابي لأنه عمل بقوله عليه الصلوٰة والسلام «أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم»(٢)، ولو سمّي ذلك أو بعض ذلك تقليدًا كما يسمّى في العرف أخذ المقلّد العامي بقول المفتي تقليدًا فلا مشاحة في التسمية والاصطلاح. وكذا قد يسمّى أتباع الصحابة تقليدًا باعتبار الصورة. وربما يعرّف التقليد بأنه اعتقاد جازم غير ثابت، وغير الثابت هو ما يزول بتشكيك المشكّك.

فائدة:

غير المجتهد يلزمه التقليد سواء كان عاميًا أو عالمًا بطرقٍ صالحة من وجوه علوم الإجتهاد. وقيل إنما يلزم العالِم التقليد بشرط أنْ يتبيّن له صحة اجتهاد المجتهد بدليله. واختلف في جواز التقليد في العقليات كمسائل الأصول. قال عبدالله بجوازه وقال طائفة بوجوبه وأنّ النظر والبحث حرام.

فائدة:

إذا تعدد المجتهدون وتفاضلوا لا يجب على المقلّد تقليد الأفضل، بل له أن يقلّد المفضول. وعن أحمد وابن شريح(٣) منعه بل

(١) نزد اهل عروض عبارتست از وزن ووزن سنجيدن كلام است بميزان بحري از بحور شعر كه مقرر كرده اند پس هرچه بميزان بحري از بحور راست باشد آن موزون است وآنچه بميزان هيچ بحر نيايد ناموزون است ودر تقطيع عدد حروف وحركات وسكنات معتبر است وخصوصيت حرف چون اصلى وزائد وخصوصيت حركت مثل ضمة وفتحه وكسره معتبر نيست ليكن خصوصيت امكنه حركات وسكنات معتبر است پس بُلْبُل وزِبْرِج هم وزن باشند اگرچه باعتبار وزن صرفيان مختلف الوزن اند وهر حرف كه در تلفظ آيد معتبر است اگرچه در كتابت در نيايد چنانكه نون تنوين را عروضيان ظاهر مينويسند تا ملفوظ ومكتوب اوزان شعر يكسان باشد والتباس نشود كذا في عروض سيفي.

(٢) أخرجه الدارقطني في المؤتلف والمختلف، ٤/ ١٧٧٨، عن جابر باب غصين... ، وأخرجه ابن عبد البر في جامع بيان العلم، ٢/ ٩٠ ـ ٩١، باب ذكر الدليل في أقاويل السلف... ، وقال عقبه: هذا إسناد لا يقوم به حجة لأن الحارث بن غصين مجهول، وأشار إلى أن النبي ﷺ لا يبيح الاختلاف بعده في أصحابه بأحاديث كثيرة، وأخرجه ابن حزم في الأحكام، ٦/ ١٨٢ وأخرجه ابن حجر بطرقه في تلخيص الحبير ٤٠٦/ ١٩٠، كتاب القضاء، باب أدب القضاء، الحديث رقم ٢٠٩٨.

(٣) هو أحمد بن عمر بن سريج البغدادي، أبو العباس. ولد ببغداد عام ٢٤٩ هـ/ ٨٦٣ م وتوفي فيها عام ٣٠٦ هـ/ ٩١٨ م. فقيه الشافعية في عصره. قاض، مناظر. له عدة مؤلفات هامة. الاعلام ١/ ١٨٥، طبقات الشافعية ٢/ ٨٧، البداية والنهاية
١١/ ١٢٩، تاريخ بغداد ٤/ ٢٨٧، وفيات الأعيان ١/ ١٧.

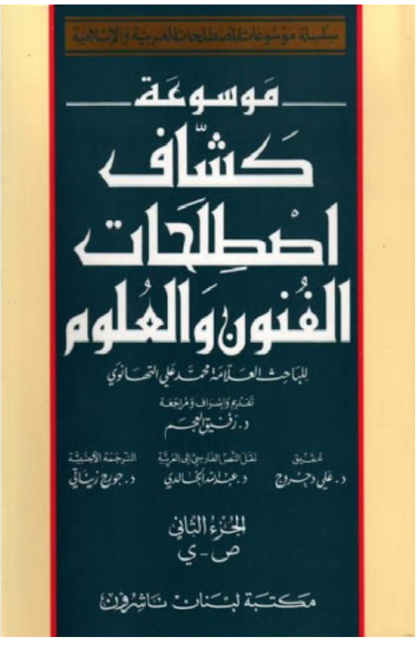

سبیل الرشاد ۳۶

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولے الامر منکم الخ تقلید واطاعۃ علماء کو فرض کرتی ہے
کہ لفظ اولے الامر کا بعموم خلفاء و علماء و فقہاء سبکو شامل ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ
تعالے عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ اور عطا اور مجاہد اور ضحاک اور
ابوالعالیہ اور حسن بصری وغیرہم صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے اولوالامر فقہا و علماء
کو ہی فرمایا ہے اور مولوی صدیق حسن خان مرحوم رئیس طاعنین بالحدیث اپنی تفسیر میں اور
قاضی شوکانی اور ابن کثیر اور بیضاوی اور مدارک وغیرہا تفاسیر مین یہ معنے اولی الامر
کے قبول کرتے ہین پس یہ آیۃ بھی بعموم مطلقا تقلید کو فرض کرتی ہے بہرحال اتباع
علماء کا غیر عالم پر فرض ہے اور اتباع و تقلید کے معنے واحد ہین قال تعالے اتبعوا
ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء الخ کتاب اللہ منزل من اللہ تعالی ہے
اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی منزل من اللہ تعالے ہے کما لقولہ
تعالے ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی وقال تعالے ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما
نہاکم عنہ فانتہوا اور استنباطات مجتہدین علیہم الرحمہ کے بھی منزل من اللہ تعالے ہین
کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نصوص سے تخرج ہے وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے
کہ یہ امر مقرر ہے کہ قیاس مظہر حکم کا ہوتا ہے نہ مثبت حکم کا پس جو کچھ مجتہد نے استنباط
فرمایا وہ عین حکم حقتعالے کا ہے پس اس آیۃ نے سب افراد امۃ کو حکم کتاب و سنۃ کا
جو صریح معلوم ہو یا باستنباط ہو قبول کرنا فرض کر دیا ہے لہذا اس سے کسی اہل ایمان کو
انحراف نہین ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ظاہر کتاب و سنۃ سے سب مسایل معلوم نہین
ہو سکتے ہزارہا جزئیات مسایل ہین کہ قیامۃ تک واقع ہوتے چلے جاتے ہین
اگر حکم قیاس و اجتہاد کا نہ ہوتا تو کیونکر جواب واقعات کا دریافت ہو سکتا تھا یہ کام ہر ایک

عرف عام میں تقلید کو اتباع بولا جاتا ہے۔(غیر مقلدین کے گھر کی گواہی)

غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں کہ :’’معنٰی تقلید کے اصطلاح میں اہل اصول کی یہ ہے کہ مان لینا اور عمل کرنا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کی بات جس کا قول حجت شرعی نہ ہو۔تو اس بنا پر اس اصطلاح کی رجوع کرنا عامی کا طرف مجتہد وں کی اور تقلید کرنی ان کی کسی مسئلہ میں تقلید نہ ہو گی ۔ (کیونکہ لاعلمی کے وقت ان کی طرف رجوع کرنا نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور وہ شخص اہل الذکر اور اہل علم کی بات ماننے کا شرعاً مکلف ہے)۔ بلکہ اس کو اتباع اور سوال کہیں گے اور معنٰی تقلید کے عرف میں یہ ہیں کہ وقت لاعلمی کے کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا اور اس معنٰی عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے‘‘۔ (معیارالحق:ص۷۲)

آگے لکھتے ہیں: ’’امام الحرمین نے کہاہے کہ اسی قول مشہورپربڑے بڑےاصولی ہیں اورغزالی اورآمدی اورابن حاجب نے کہاکہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺاوراجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قراردیاجائے توکچھ ہرج نہیں۔ پس ثابت ہواکہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کواور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہناجائزہے‘‘۔(معیار الحق: ص ۷۳)

معیار الحق 73

بقول المفتی وعمل القاضی بقول العدول لان کلامہما وان لم یکن احدی الحجج فلیس العمل بہ بلا حجۃ شرعیۃ لایجاب النظر اخذ العامی بقول المفتی واخذ القاضی بقول العدول انتہیٰ مافی العقد الفرید لبیان الراجح من الاختلاف فی جواز التقلید۔

’’اصل تقلید کی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا جس کا قول چاروں حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو اور نہ اس کے قول پر عمل کرنے کی کوئی حجت شرعی ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں حجتوں شرعیہ میں سے ہیں اور اسی پر بس کیا ہے کمال نے اپنی کتاب تحریر میں اور ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ اسی نہج پر ہے عمل کرنا انجان کا مفتی کے قول پر اور عمل کرنا قاضی کا ثقہ کے قول پر کیونکہ یہ دونوں اگر چہ خود حجت شرعی نہیں ولیکن عمل ان پر بے حجت شرعی نہیں اس لئے کہ حکم کھلا ہوا۔ انجان کے لئے مفتی کے قول پر عمل کرنے کو اور قاضی کے لئے ثقہ کے مقولہ پر عمل در آمد کرنے کو شرع میں وارد ہوا ہے ہو چکی عبارت جو عقد الفرید میں ہے۔‘‘ وہ عقد الفرید جس میں اختلاف جواز تقلید کے امر غالب کا بیان ہے۔‘‘

اور فضل قندھاری مختصر الحصول میں فرماتے ہیں:

التقلید العمل بقول من لیس قولہ من الحجج الشرعیۃ بلا حجۃ فرجوع الی النبی ﷺ او الی الاجماع لیس منہ ھکذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لوجوبہ بالنص رجوع المجتہد او العامی الی مثلہ لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتہد قال امام الحرمین وعلیہ معظم الاصولیین وقال الغزالی والامدی وابن الحاجب ان سمی الرجوع الی الرسول ﷺ والی الاجماع والی المفتی والی الشہود تقلید فلا مشاحۃ انتہیٰ۔

’’تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جسکا قول حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری اور اسی طرح رجوع کرنا انجان کا مفتی کے قول کی طرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ کے قول کی طرف تقلید نہیں ٹھہرے گی کیونکہ یہ رجوع بحکم شرع واجب ہے۔ بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں لیکن مشہور یوں ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔‘‘

(عالم کے لئے تقلید جائز نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے تحت المقدمہ اور جب کہ مقدمہ محمد (عمل) ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث و بالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ

تخریج (قول الکمال وابن امیر الحاج) التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳

راجع للتفصیل التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳ و فواتح الرحموت ص ۴۰۰ ج ۲ و تیسیر التحریر ص ۲۴۱ ج ۴ والمختصر المنتہی الاصولی ابن الحاجب المالکی ص ۳۰۵ ج ۱

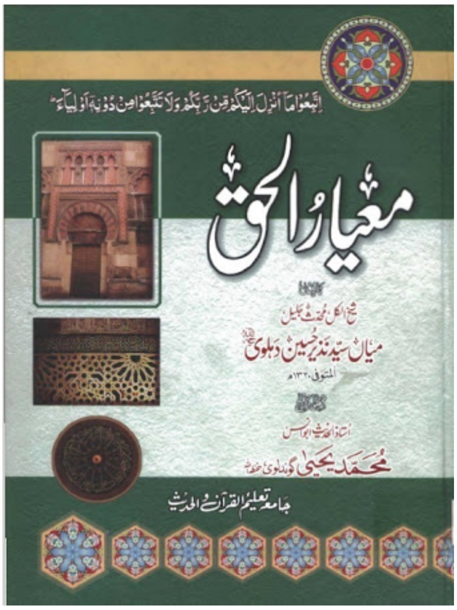

غیر مقلد عالم کی زبانی اس مفصل عبارت سے چند اہم نکات واضح ہوتے ہیں جن سے درج ذیل فوائد ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ لاعلمی کے وقت کسی مسئلہ میں مجتہدین کی طرف رجوع کرنادر حقیقت تقلید نہیں بلکہ اتباع اور سوال ہے۔

۲۔ مجتہدین کی اتباع کو تقلید بھی کہاجاتا ہے، یعنی باآمآل اتباع اور تقلید ایک ہی چیزہے، ان میں کوئی فرق نہیں۔

۳۔ لاعلم اور انجان آدمی کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ یہ بحکم شرعی واجب ہے۔ لیکن بڑے بڑے اصولیوں کے قول کے مطابق اس کو تقلید کہنے میں بھی کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

۴۔ جس طرح مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع کو بھی تقلید کہنا جائز ہے اس تفصیل کو ملحوظ رکھنے کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مجتہدین کی اتباع اور تقلید کرتا ہوں یا یہ کہے کہ میں آنحضرت ﷺ کا مقلد ہوں تو درست اور صحیح ہےاور اس پر کوئی ملامت اور لعن طعن نہیں ہوسکتی۔ نیز جو حضرات تقلید اور اتباع کو ایک ہی مفہوم میں لیتے ہیں ان پر بھی کوئی گرفت نہیں ہوسکتی۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل جناب مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: "اس معنی عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے"۔ (معیار الحق: ص ۷۲)

72 معیار الحق

(معنی تقلید)

اقول : یہ چوٹ ہے مولوی اسماعیل صاحب پر تو ثابت ہوا جو کہ ہم نے خطبہ میں کہا تھا کہ رسالہ مولف کا مقابلہ مولوی اسماعیل کی تالیف سے ہوا ہے سو بیان اس کا پھر ہوگا پہلے ایک مقدمہ سن لینا چاہیے۔ وہ مقدمہ یہ ہے کہ معنی تقلید کے اصطلاح میں اہل اصول کی یہ ہے کہ مان لینا اور عمل کر لینا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کے جس کا قول حجت شرعی نہ ہو تو بنا بر ہوگی اس اصطلاح کی رجوع کرنا عامی کا طرف مجتہدوں کی اور تقلید کرنی ان کی کسی مسئلہ میں تقلید نہ ہوگی بلکہ اس کو اتباع اور سوال کہیں گے اور معنی تقلید کے عرف میں یہ ہیں کہ وقت لاعلمی کے کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا اور اسی معنی عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے۔

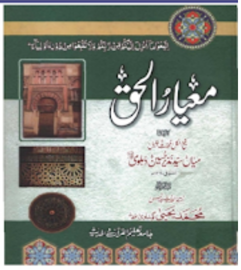

غیر مقلد عالم کی زبانی اس مفصل عبارت سے چند اہم نکات واضح ہوتے ہیں جن سے درج ذیل فوائد ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ لاعلمی کے وقت کسی مسئلہ میں مجتہدین کی طرف رجوع کرنا درحقیقت تقلید نہیں بلکہ اتباع اور سوال ہے۔

۲۔ مجتہدین کی اتباع کو تقلید بھی کہا جاتا ہے، یعنی بالمآل اتباع اور تقلید ایک ہی چیز ہے، ان میں کوئی فرق نہیں۔

۳۔ لاعلم اور انجان آدمی کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ یہ بحکم شرعی واجب ہے۔ لیکن بڑے بڑے اصولیوں کے قول کے مطابق اس کو تقلید کہنے میں بھی کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

۴۔ جس طرح مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع کو بھی تقلید کہنا جائز ہے اس تفصیل کو ملحوظ رکھنے کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مجتہدین کی اتباع اور تقلید کرتا ہوں یا یہ کہے کہ میں آنحضرت ﷺ کا مقلد ہوں تو درست اور صحیح ہے اور اس پر کوئی ملامت اور لعن طعن نہیں ہوسکتی۔ نیز جو حضرات تقلید اور اتباع کو ایک ہی مفہوم میں لیتے ہیں ان پر بھی کوئی گرفت نہیں ہوسکتی۔

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید محض بلادلیل قول قبول کرنے کا نام ہے اور اتباع علیٰ وجہ البصیرت قول قبول کرنے کا نام ہے۔

آئیں دیکھتے ہیں کہ اتباع میں علیٰ وجہ البصیرت سے کیامراد ہے؟ اگر مراد یہ ہے کہ اتباع کرنے والاوہ مسئلہ اور اس کی دلیل دونوں کو علیٰ وجہ البصیرت سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر اسے کسی عالم مفتی سے مسئلہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خود قرآن و حدیث سے براہِ راست مسائل اخذ کرلیا کرے۔کیونکہ کسی مجتہد عالم کی اتباع وہاں ہوتی ہے جہاں علم سے محروی ہویا علم میں کمی ہو۔ علیٰ وجہ البصیرت علم کے ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھنا اور اس پر عمل کرنا کم عقلی اور بے وقوفی کی نشانی ہے۔

اس کے برعکس اگر علیٰ وجہ البصیرت اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اتبّاع کرنے والا اپنی صوابدید اور دانست کے مطابق پوری طرح مطمئن ہے کہ میں جس کی اتبّاع کرتاہوں وہ اس قابل ہے کہ اس کی اتبّاع کی جائے اور اس سلسلہ میں اسے کوئی تردّد نہیں، بالکل یہی مطلب تقلید کاہے۔ کیونکہ تقلید کرنے والا جس کی تقلید کرتا ہے اس کو حق پر اور اہل حق علماء میں سمجھتا ہے۔ اور اس میں اسے کوئی تردّد نہیں، لہٰذااتبّاع کی تعریف میں علیٰ وجہ البصیرت کے جملے کو تقلید کے خلاف سمجھنا غیر معقول بلکہ کم عقلی والی بات ہے۔کیونکہ اتبّاع اور تقلید دونوں کے حقیقی معنیٰ ومفہوم ایک ہیں ۔

تقلید کیا ہے اور دینِ اسلام میں تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

تقلید کی تعریف: کسی بھی غیر نبی کی بات کو بلا دلیل تسلیم کرلینا اس حسنِ ظن وعقیدت سے کے یہ دلیل کے موافق بتادیگاتقلید کہلاتا ہے۔

تقلید کی تعریف سے یہ بات واضح طور پر سمجھی جاسکتی ہے کہ کسی بھی غیر بنی کی بات کوبلادلیل تسلیم کرلینا تقلید کہلاتاہے اور غیر نبی میں تمام آئمہ کرام،فقہاء کرام، مفسرین، محدثین، مجتہدین اور ہر عامی شخص شامل ہے۔اگر دلیل کے ساتھ کسی غیر نبی کی بات کو تسلیم کرلینا تقلید نہیں ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیاایک عامی شخص میں اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ ایک عالم کی پیش کردہ دلیل کو سمجھ سکےاوراس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرسکے؟

خوب یاد رکھیں کہ تقلید "نعوذباللہ" اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور ﷺ کے سنت کے مقابل ومخالف چیز کا نام نہیں ہے، جیسا کہ فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث نے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے مشہور کیا ہے،بلکہ "تقلید" کی حقیقت صرف اور صرف یہ ہے کہ آئمہ مجتہدین نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ ﷺ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے جو مسائل استنباط (نکالے) کئے ہیں ان کو تسلیم کرلینا ہی "تقلید" ہے۔

علماء امت نے "تقلید" کی تعریف اس طرح کی ہے کہ فروعی مسائل فقہیہ میں غیر مجتہد (مُقلد) کا مجتہد کے قول کو تسلیم کرلینا اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا اس اعتماد پر کہ اس مجتہد کے پاس اس قول کی دلیل موجود ہے۔

حاصل یہ کہ ہمارے نزدیک ایک عامی آدمی کا اہل علم کی اتباع ور ہنمائی میں دین پر عمل کرنا "تقلید" ہے، اور یہی حکم قرآن نے ہمیں دیا ہے۔

مجتہد کی تقلید میں حسنِ ظن و حسنِ عقیدت رکھنے کا کیا مطلب ہے اور شریعت میں اس کی مثال کہاں ملتی ہے؟

”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ـ رضى الله عنهما ـ قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ أَلاَ تَسْتَخْلِفُ قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو بَكْرٍ، وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“۔ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنا خلیفہ منتخب کرتا ہوں (تو اس کی بھی مثال ہے کہ) اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اگر میں اسے مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ تا ہوں تو (اس کی بھی مثال موجود ہے کہ) اس بزرگ نے (خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے لیے) چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم“۔ (صحیح البخاری: کتاب الاحکام، باب الِاسْتِخْلاَفِ، ج۹، رقم الحدیث ۷۲۱۸؛ صحیح المسلم: کتاب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي الْخِلاَفَةِ، ج۴، رقم الحدیث ۲۲۲۵)

حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے قول سے دونوں باتوں کی واضح گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ خلیفہ نامزد کرنے کے لئے چاہوں تو اس مسئلے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء (تقلید) کروں یا پھر چاہوں تو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کروں۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اقتداء کا حکم تو قرآن وحدیث کی روشنی میں حجت ہے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی اقتداء کس طرح حجت ہوئی، جبکہ رسول اللہ ﷺ سے تو خلیفہ نامزد کرنا ہی ثابت نہیں تھا۔ پھر حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو بنظر استحسان سمجھتے ہوئے اپنے دماغ میں کیسے جگہ دیدی؟ ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر اگر اُس زمانے میں موجود ہوتے تو کہتے کہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت کو حضور ﷺ کی سنت کے برابر لا کھڑا کیا جس میں شانِ نبوت کی توہین ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے عمل کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل کو بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دونوں کی پیروی جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ شرح مسلم میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ”فإن تركه فقد اقتدى بالنبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في هذا وإلا فقد اقتدى بأبي بكر“۔ ”خلیفہ نے اگر خلافت کے لئے کسی کو نامزد نہ کیا تو آنحضرت ﷺ کی قتداء کی۔ اور اگر نامزد کردیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرلی“۔ (شرح صحیح المسلم النووی: کتاب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب الاستخلاف وترکہ، ج۱۲، ص ۲۰۵)

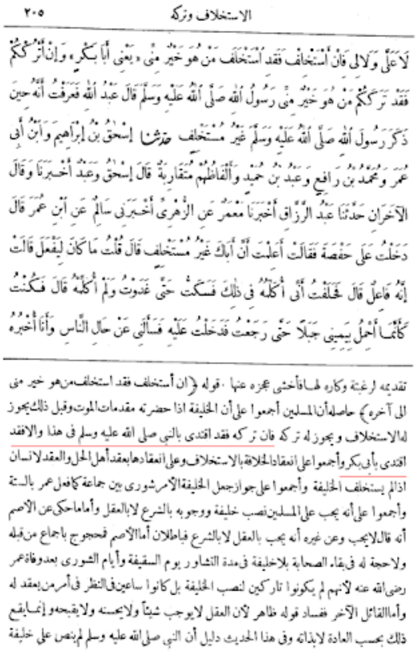
الاستخلاف وتركه ٢٠٥

لَا عَلَيَّ وَلَا لِي فَإِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَإِنْ أَتْرُكْكُمْ فَقَدْ تَرَكَكُمْ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حِينَ ذَكَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ حدثنا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ إِسْحَقُ وَعَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَتْ أَعَلِمْتَ أَنَّ أَبَاكَ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ قَالَ قُلْتُ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ قَالَتْ إِنَّهُ فَاعِلٌ قَالَ فَحَلَفْتُ أَنِّي أُكَلِّمُهُ فِي ذَلِكَ فَسَكَتُّ حَتَّى غَدَوْتُ وَلَمْ أُكَلِّمْهُ قَالَ فَكُنْتُ كَأَنَّمَا أَحْمِلُ بِيَمِينِي جَبَلًا حَتَّى رَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْ حَالِ النَّاسِ وَأَنَا أُخْبِرُهُ

تقديمه لرغبة وكاره لها فأخشى عجزه عنها . قوله (ان أستخلف فقد استخلف من هو خير منى الى آخره) حاصله أن المسلمين أجمعوا على أن الخليفة اذا حضرته مقدمات الموت وقبل ذلك يجوز له الاستخلاف ويجوز له تركه فان تركه فقد اقتدى بالنبي صلى الله عليه وسلم فى هذا والا فقد اقتدى بأبى بكر وأجمعوا على انعقاد الخلافة بالاستخلاف وعلى انعقادها بعقد أهل الحل والعقد لانسان اذا لم يستخلف الخليفة وأجمعوا على جواز جعل الخليفة الأمر شورى بين جماعة كما فعل عمر بالستة وأجمعوا على أنه يجب على المسلمين نصب خليفة ووجوبه بالشرع لا بالعقل وأما ما حكى عن الأصم أنه قال لا يجب وعن غيره أنه يجب بالعقل لا بالشرع فباطلان أما الأصم فمحجوج باجماع من قبله ولا حجة له فى بقاء الصحابة بلا خليفة فى مدة التشاور يوم السقيفة وأيام الشورى بعد وفاة عمر رضى الله عنه لأنهم لم يكونوا تاركين لنصب الخليفة بل كانوا ساعين فى النظر فى أمر من يعقد له وأما القائل الآخر ففساد قوله ظاهر لأن العقل لا يوجب شيئا ولا يحسنه ولا يقبحه وانما يقع ذلك بحسب العادة لا بذاته وفى هذا الحديث دليل أن النبي صلى الله عليه وسلم لم ينص على خليفة

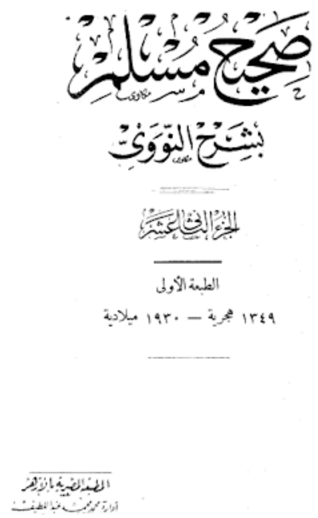

جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود اپنے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ: ”حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ“۔ ”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا کہ اللہ کی قسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو یہ بات اچھی طرح

معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ قرآن مجید کا جاننے والا ہوں حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں"۔ (صحیح البخاری: کتاب فضائل القرآن، باب الْقُرَّاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، ج٦، رقم الحدیث ٥٠٠٠)

رسول اللہ ﷺ سے قرآن کے علم کی اتنی بڑی سند ملنے کے باوجود بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اتنی عقیدت اور حسن ظن رکھتے تھے کہ ان کے ہر عمل کی پیروی کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

""وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لا يَقْنُتُ، وَقَالَ: وَلَوْ قَنَتَ عُمَرُ لَقَنَتَ عَبْدُ اللَّهِ"۔ "وَقَالَ أَيْضًا: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ: لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا وَسَلَكَ عُمَرُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِي عُمَرَ وَشِعْبَهُ""۔ " اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت (صبح کی نماز میں) پڑھتے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (یعنی میں) بھی پڑھتا"۔ "اگر تمام لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں چلنے لگیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی اور وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وادی اور گھاٹی میں ہی جاوں گا"۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج٦، باب من کان یقنت فی الفجر، ص٢٠٩؛ اعلام الموقعین الامام ابن القیم الجوزی: ج٢، فصل [مکانۃ عمر بن خطاب العلمیۃ]، ص٣٦-٣٧)

فإن قنت الإمام في صلاة الفجر يسكت من خلفه عند أبي حنيفة ، ومحمد -رحمهما الله- ، وقال أبو يوسف -رحمه الله- : يتابعه لأنه تبع لإمامه ، والقنوت في الفجر مجتهد فيه . ولهما أنه منسوخ ولا متابعة فيه،

خلف عمر فلم يقنت ، وصليت خلف عثمان فلم يقنت، وصليت خلف علي فلم يقنت ثم قال: يا بني إنها بدعة . ومنها: ما رواه ابن أبي شيبة في « مصنفه » حدثنا ابن أبي خالد عن أبي الصماء عن سعيد بن جبير أن عمر -رضي الله عنه- كان لا يقنت في الفجر ، ورواه عبد الرزاق عن ابن عيينة عن أبي خالد ، وفي «التهذيب» لابن جرير الطبري روى شعبة عن قتادة عن أبي الشعثاء عن ابن عمر مثله، وقال الشعبي : كان عبد الله لا يقنت ، ولو قنت عمر لقنت عبد الله ، وعبد الله يقول لو سلك الناس وادياً وشعباً وسلك عمر وادياً وشعباً، لسلكت وادي عمر وشعبه ، وقال إبراهيم وقتادة: لم يقنت أبو بكر وعمر -رضي الله عنهما- حتى مضيا . وروى شعبة عن قتادة عن أبي مجلز .

قلت لابن عمر الكبير : ما يمنعك عن القنوت قال: لا أحفظه عن أحد ، وقال قتادة : عن علقمة عن أبي الدرداء قال : لا قنوت في الفجر . وأخرج أبو مسعود الرازي في أصول السنة وجعل أول حديث من قال إن القنوت محدث وأن النبي عليه السلام قنت شهراً ثم تركه ، وقال الترمذي : حديث حسن صحيح والعمل عليه عند أكثر أهل العلم ، ورواه الطبري عن ابن كريب ، وسئل ابن عمر عن القنوت في صلاة الفجر فقال: لا والله لا نعرف هذا . وعن سعيد بن جبير قال : أشهد أني سمعت ابن عباس يقول القنوت في صلاة الفجر بدعة ، ذكره ابن مندة ، وقال الليث بن سعد -رحمه الله- ما قنت منذ أربعين عامًا أو خمسة وأربعين عامًا إلا وراء إمام يقنت، وقال أحدث في ذلك بالحديث الذي جاء عن النبي عليه السلام أنه قنت شهراً أو أربعين يومًا يدعو لقوم ويدعو على آخرين حتى أنزل الله عز وجل معاتباً ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾ الآية، فترك رسول الله عليه السلام القنوت فما قنت بعدها حتى لقيَ الله -عز وجل- قال: فمنذ حملت هذا الحديث لم أقنت .

م: (فإن قنت الإمام في صلاة الفجر يسكت من خلفه عند أبي حنيفة ومحمد) ش: أطلق ذكر الإمام يتناول الشافعي والحنفي وغيرهما ، فمن قنت في صلاة الفجرم: (وقال أبو يوسف يتبعه) ش: أي: يتبع الإمام في قراءة القنوت م: (لأنه يتبع الإمام) ش: فلا يخالفه ، لأن الأصل هو المتابعة م: (والقنوت في الفجر مجتهد فيه) ش: لأن بعض العلماء يرون القنوت في الفجر ، لما روي أنه عليه السلام قنت في الفجر على مامر فيه أحاديث كثيرة وبعضهم يقولون إنه منسوخ، وصار مجتهداً فيه فلا يترك بالشك . م: (ولهما) ش: أي ولأبي حنيفة ومحمد م: (أنه) ش: أي القنوت في الفجر م: (منسوخ) ش: وقد بينا وجهه مستوفى م: (ولا متابعة فيه) ش: أي في المنسوخ ، لأن الاتباع

٥٠٠

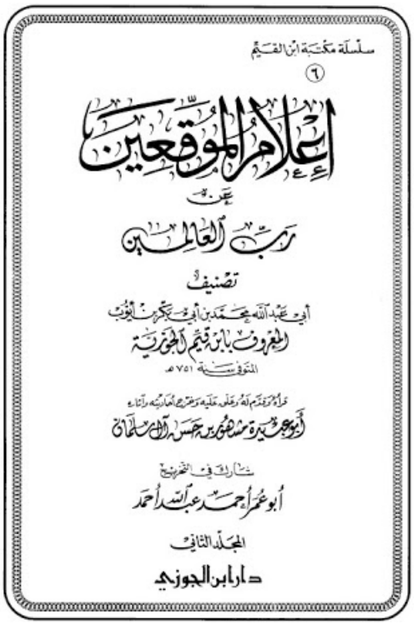

٣٦ إعلام الموقعين عن رب العالمين

فصل

[مكانة عمر بن الخطاب العلمية]

قال الشعبي: مَنْ سَرَّه أن يأخذ بالوَثِيقة في القضاء، فليأخذ بقول عمر[١].

وقال مجاهد: إذا اختلف الناس في شيء فانظروا ما صنع عمر فخذوا به[٢].

وقال ابن المسيِّبِ: ما أعْلَمُ أحداً بعد رسول الله ﷺ أعلم من عمر بن الخطاب[٣].

وقال أيضاً: كان عبد الله يقول: لو سلك الناس وادياً وشِعْباً، وسَلَكَ عمرُ وادياً وشعباً، لسلكتُ وادي عمر وشِعْبَه[٤].

وقال بعض التابعين: دُفِعْتُ إلى عمر فإذا الفقهاء عنده مثل الصِّبيان، قد اسْتَعْلى عليهم في فقهه وعلمه[٥].

وقال محمد بن جَرير: لم يكن أحد له أصحاب معروفون حَرَّروا فُتْياه ومذاهبه[٦] في الفقه غير ابن مسعود، وكان يترك مذهبه وقوله لقول عمر، وكان لا

(١) رواه الفسوي في «المعرفة والتاريخ» (١/ ٤٥٧)، وابن أبي شيبة في «المصنف» (٩/ ٩)، والبيهقي في «المدخل إلى السنن الكبرى» (٧٢)، وفي «السنن الكبرى» (١٠/ ١٠٩) من طريق سفيان عن صالح بن حي عنه. وإسناده صحيح.

(٢) رواه أحمد في «فضائل الصحابة» (٣٤٩)، عن هشيم: أخبرنا العوام عن مجاهد، وإسناده صحيح، ورواه ـ أيضاً ـ (٣٤٢) من قول الشعبي.

(٣) ولذا كان يحيى بن سعيد يقول: إنّ ابن المسيب كان يُسمّى راوية عمر بن الخطاب، لأنه كان أحفظ الناس لأحكامه وأقضيته.

وانظر ـ غير مأمور ـ: «التمهيد» (٦/ ٣٠٢)، و«تهذيب الكمال» (١١/ ٧٤)، و«فقه الإمام سعيد بن المسيب» (١/ ٦٨).

(٤) أخرجه ابن أبي شيبة في «المصنف» (٢/ ٢٠٩ ـ ط دار الفكر) (باب من كان يقنت في الفجر): حدثنا وكيع، حدثنا محمد بن قيس عن الشعبي به. والشعبي لم يسمع من ابن مسعود كما قال أبو حاتم الرازي.

ولم يعزه في «كنز العمال» (٨/ ٧٧ رقم ٢١٩٦٣) إلا له.

(٥) رواه ابن سعد في «الطبقات» (٢/ ٣٣٦)، ومن طريقه: ابنُ عساكر في «تاريخه» (ص: ٢٤٠ ـ ترجمة عمر)، عن هارون (في «الطبقات»: البربري، وفي «تاريخ ابن عساكر»: البزار. ويظهر أنه البربري)، وهو هارون أبو محمد مولى آل المغيرة، فهو في هذه الطبقة، وهو (ثقة ثبت) عن رجل من أهل المدينة؛ قال: ... فذكره.

إعلام الموقعين عن رب العالمين ٣٧

يكاد يخالفه في شيء من مذاهبه، ويَرْجِعُ من قوله إلى قوله[١].

وقال الشعبي: كان عبد الله لا يَقْنُت[٢]، ولو قنت عمر لَقَنَتَ عبدُ الله[٣].

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل کے صحیح ہونے کی ایسی کونسی دلیل تھی جس کی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے فقیہہ و مجتہد صحابی رسول ﷺ ان کے ہر عمل کی پیروی کرتے تھے؟ حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو بچپن ہی سے نبی کریم ﷺ کی صحبت اٹھائی اور قرآن وحدیث کو براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سیکھا پھر بھی آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو حسنِ ظن وعقیدت کی وجہ سے بلا دلیل تسلیم کرتے ہوئے ان کی تقلید کیا کرتے تھے۔ جبکہ موجودہ دور کے غیر مقلدین حضرات جنھیں نہ قرآن کی ناسخ ومنسوخ ومتشابہ آیات کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی احادیث مبارکہ کے ثقہ اور ضعف کی خبر ہوتی ہے، پھر بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں، ان سے کسی نے دادا کی وراثت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے بیان فرمادی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دادا کو باپ کی طرح سمجھتے تھے اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر کرنے لگے کہ جانتے ہو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیسے تھے؟

”حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ كَتَبَ أَهْلُ الْكُوفَةِ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْجَدِّ. فَقَالَ أَمَّا الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُهُ". أَنْزَلَهُ أَبًا يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ“۔ ”حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دادا (کی میراث کے سلسلے میں) سوال لکھا تو آپ نے انہیں جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر اس امت میں کسی کو میں اپنا جانی دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا۔ (وہی) ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ دادا باپ کی طرح ہے (یعنی جب میت کا باپ زندہ نہ ہو تو باپ کا حصہ دادا کی طرف لوٹ جائے گا۔ یعنی باپ کی جگہ دادا وارث ہو گا)“۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم " لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً " قَالَهُ أَبُو سَعِيدٍ ، ج۵، رقم الحدیث۳۶۵۸)

اوریہی واقعہ بعینہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں مذکور ہے: ”حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَمَّا الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُهُ، وَلَكِنْ خُلَّةُ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ". أَوْ قَالَ "خَيْرٌ". فَإِنَّهُ أَنْزَلَهُ أَبًا. أَوْ قَالَ قَضَاهُ أَبًا“۔ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر میں اس امت کے کسی آدمی کو "خلیل" بناتا تو ان کو (ابوبکر رضی اللہ عنہ کو) کو خلیل بناتا ، لیکن اسلام کا تعلق ہی سب سے بہتر ہے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دادا کو باپ کے درجہ میں رکھا ہے“۔ (صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب مِيرَاثِ الْجَدِّ مَعَ الأَبِ وَالإِخْوَةِ، ج۸، رقم الحدیث۶۷۳۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول میں ایسی کونسی دلیل تھی جس کی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے فقیہہ مجتہد صحابی رسول ﷺ نے قرآن وحدیث کا حوالہ دینے کے بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے مسئلہ اخذ کیا؟ یہی وہ حسنِ ظن وعقیدت ہے جس کی بنیاد پر دو جلیل القدر فقیہہ ومجتہد صحابی رسول ﷺ اپنے سے بڑے مجتہد صحابی رسول ﷺ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے قول کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے ان کی تقلید کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے علماء حضرات و مفتیانِ کرام خود قرآن و حدیث کا علم رکھنے کے باوجود بھی کسی مسئلہ کی تحقیق میں اپنی رائے پر اعتماد کرنے کے بجائے کسی فقیہہ مجتہد امام کے قول سے استدلال کرتے ہوئے فتویٰ دیتے ہیں جس بنیاد پر انہیں اس امام کا مقلد کہا جاتا ہے۔

قارئین کرام! یہ تو ہم نے محض حضرات صحابہ کرامؓ کے چند حالات اختصاراً عرض کیئے ہیں اب ہم بعض ایسے واقعات جن میں غیر صحابی (یعنی تابعین وتبع تابعین) پر حسنِ ظنی اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے بڑے فقہاء ومجتہدین نے ان کی تقلید کا اعتراف کیا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے بڑے بڑے علماء ومفتیانِ کرام بھی ائمہ اربعہ کے قول کو بنیاد بنا کر فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے مقلد کہلاتے ہیں۔

علامہ ابن سعدؒ نقل کرتے ہیں کہ: ”وقال أَبُو هلال الراسبي، عن خالد بْن رباح الهذلي: سئل أنس بْن مالك عن مسألة فقال: سلوا مولانا الْحَسَن، قَالُوا: يا أبا حمزة نسألك، تقول: سلو الْحَسَن مولانا قال: سلوا مولانا الْحَسَن، فإنه سمع وسمعنا، فحفظ ونسينا“۔ ”جب بھی کوئی آدمی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس سوال لے کر جاتا تو آپ اس سائل کو ارشاد فرماتے: "سلوا مولانا الْحَسَن"۔ "کہ ہمارے رفیق حسن بصریؒ سے جاکر پوچھو"۔ جب سائل یہ کہتا کہ ہم تو آپ کے پاس آئے ہیں ۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے اسی کے پاس جاؤ وہ تمہیں معقول جواب دے گا، ہم بوڑھے ہو چکے ہیں۔ وہ جوان ہے، اور اس کا حافظہ بھی قوی ہے“۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج۶، ص۱۰۴؛ طبقات ابن سعد: ج۷، ص۱۲۸، قسم اول)

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

المجلد السادس

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

ساعدت جامعة بغداد على نشره

مؤسسة الرسالة

تُخرِجُ الحسنَ إلى أصحابِ رسول الله ﷺ ، وهو صغيرٌ ، وكانت أمُّه منقطعة إليها ، فكانوا يَدْعُونَ له ، فأخرجته إلى عُمر بن الخطاب ، فدعا له ، فقال : اللّهم فَقِّهه في الدِّين ، وحَبِّبه إلى النَّاس .

وقال عُبيد الله بن عَمرو الرَّقِّيُّ ، عن يونُس بن عُبَيد ، عن الحسن ، عن أمِّهِ : أنها كانت تُرضِعُ لأمِّ سَلَمة .

وقال حَمّاد بن زَيْد ، عن عُقبة بن أبي ثُبَيْتٍ الرَّاسبيُّ[1] : كنتُ عند بِلال بن أبي بُرْدَة ، فذكروا الحسنَ ، فقال بلالٌ : سمعتُ أبي يقول : والله لقد أدركتُ أصحابَ محمدٍ ﷺ ، فما رأيتُ أحداً أشبه بأصحاب محمد من هذا الشَّيخ ، يعني : الحسنَ .

وقال جرير بن حازم ، عن حُمَيد بن هِلال[2] : قال لنا أبو قَتادة : الزَموا هذا الشَّيخ ، فما رأيت أحداً أشبه رأياً بعمر بن الخطاب منه يعني : الحسن .

وقال أبو هِلال الرَّاسِبيُّ ، عن خالد بن رَباح الهُذَلِيِّ[3] : سُئِلَ أنس بن مالك عن مسألةٍ ، فقال : سَلُوا مولانا الحَسَن ، قالوا : يا أبا حمزة نسألك ، تقول : سَلُوا الحسن مولانا ؟، قال : سَلُوا مولانا الحسن ، فإنه سَمِعَ وسَمِعنا ، فحفظ ونَسينا .

وقال القاسم بن الفضل الحُدانيّ ، عن عَمرو بن مُرَّة[4] : إني

(١) طبقات ابن سعد : ٧/ ١٦٢ .
(٢) طبقات ابن سعد : ٧/ ١٦١ ، ورواه محمد بن علي بن أبي يعقوب ، عن مورّق العجلي ، عن قتادة عند ابن سعد : ٧/ ١٦١ .
(٣) طبقات ابن سعد : ٧/ ١٧٦ .
(٤) طبقات ابن سعد : ٧/ ١٦٣ .

١٠٤

تعجب کی بات ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ خود جلیل القدر صحابی رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہیں، سائل کو فتویٰ دینے کے بجائے تابعی حضرت حسن بصریؒ سے مسئلہ دریافت کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سائل کو نہ خود جواب دیا اور نہ ہی اُسے اس بات کی تلقین کی کہ جاؤ خود تحقیق کرکے قرآن وحدیث سے مسئلہ اخذ کرلو بلکہ حضرت حسن بصریؒ سے مسئلہ پوچھنے کی تلقین کی۔ اگر تقلید حرام وشرک ہوتی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سائل کو کبھی حضرت حسن بصریؒ سے مسئلہ پوچھنے کو نہ کہتے۔

امام ذہبیؒ نقل کرتے ہیں کہ: حضرت ابو بکر الہذلیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت محمد بن سیرینؒ نے فرمایا کہ: "الزم الشعبی فلقد رأیتہ یستفتی والصحابۃ متوافرون"۔ "حضرت امام شعبیؒ کا دامن ہی ہمیشہ تھامے رکھنا، کیونکہ میں نے ان سے ایسے وقت فتویٰ پوچھتے دیکھا جبکہ صحابہ کرامؓ بکثرت موجود تھے"۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج۱، ص ۸۱)

كتاب تذكرة الحفاظ

للإمام أبو عبد الله شمس الدين محمد الذهبي

المتوفى ٧٤٨هـ - ١٣٤٨م

الجزء الأول

صحح

عن النسخة القديمة المحفوظة في مكتبة الحرم المكي

تحت إعانة وزارة المعارف للحكومة العالية الهندية

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

تذكرة الحفاظ — ابو عمرو الشعبي — ج ١ - ط ٣

فيه بالحيرية انا سيف قيل بى يدرك الثأر .

شعبة عن منصور بن عبد الرحمن عن الشعبي قال ادركت خمسمائة من اصحاب النبي صلى الله عليه و آله و سلم . سعيد بن عبد العزيز عن مكحول قال : مارأيت اعلم من الشعبي . اسماعيل بن سالم عن الشعبي قال : ما مات لى قرابة و عليه دين الّا قضيته عنه ، و لاضربت مملوكا لى قط . ابوبكر ابن عياش عن ابى حصين قال : ما رأيت احدا قط افقه من الشعبي .

زائدة عن مجالد قال كنت مع ابراهيم فاقبل الشعبي فقام اليه ابراهيم ثم جاء فجلس فى موضع ابراهيم . سليمان [التيمى] عن ابى مجلز قال : مارأيت احدا افقه من الشعبي ، لا سعيد بن المسيب و لا طاوس و لا عطاء و لا الحسن و لا ابن سيرين . جرير بن ايوب قال سأل رجل الشعبي عن ولد الزنا شر الثلاثة هو ؟ فقال : لو كان كذلك لرجمت امه و هو فى بطنها .

و عن الشعبي و قال له رجل من الكيسانية ان عثمان كان كلّا على مواليه . فقال ويحك فهل قتل عثمان الا صنيعه فى مواليه .

وعن ابى بكر الهذلى قال قال لى ابن سيرين الزم الشعبي فلقد رأيته يُستفتى و الصحابة متوافرون .

وعن ابن المدينى قال قيل للشعبي : من اين لك هذا العلم كله ؟ قال بنفى الاعتماد ، و السير فى البلاد ، و صبر كصبر الجماد ، و بكور كبكور الغراب .

(١) من المكية .

٨١

دیکھئے حضرت شعبیؒ صحابی نہیں ہیں لیکن حضرت محمد بن سیرینؒ جیسے جلیل القدر بزرگ کو ان کے متعلق یہ حسنِ ظنی ہے کہ چونکہ حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں وہ فتویٰ دیتے رہے ہیں، لہٰذا ان کا خطاء سے بعید ہونا زیادہ قریب ہے۔ اسی حسنِ ظنی کی وجہ سے موجودہ دور کے مفتیانِ کرام بھی ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں کیوں کہ ائمہ اربعہ کا خطاء سے بعید ہونا زیادہ قریب ہے بنسبت آج کے ائمہ ومفتیانِ کرام کے۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب حجۃ اللہ البالغۃ سے نقل کرتے ہیں: ”كان أبوحنيفة رضى الله عنه ألزمهم بمذهب إبراهيم و أقرانه لا يجاوزه الا ماشاءالله و كان عظيم الشان فى التخريج على مذهبه و دقيق النظر فى وجوه التخريجات مقبلا على الفروع أتم إقبال“۔ ”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ان کے ہم عصر علماء کے مذہب کے پابند تھے اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے مذہب سے باہر نہیں جاتے الا ماشاء اللہ، وہ ان کے مذہب کے مطابق مسائل کی تخریج کرتے، بڑی شان رکھتے اور وجوہِ تخریجات کے معلوم کرنے میں دقیق النظر تھے“۔ (الجنۃ: ص۶۸؛ حجۃ اللہ البالغۃ: ج۱، ص۲۵۱؛ اوجز المسالک الیٰ موطا مالک: ج۱، ص۶۳)

وأعلمهم بقضايا عمر وأقاويل عبد الله بن عمر وعائشة وأصحابهم من الفقهاء السبعة، وبه وبأمثاله قام علم الرواية والفتوى، فلمّا وُسِدَ إليه الأمرُ حَدَّثَ وأفتى وأفاد وأجاد، وعليه انطبق قول النبي ﷺ: «يوشك أن يضرب الناسُ أكبادَ الإبل يطلبون العلم، فلا يجدون أحداً أعلم من عالم المدينة»، على ما قاله ابن عيينة وعبد الرزّاق ـ وناهيك بهما ـ. فجمع أصحابه رواياته ومختاراته، ولخَّصوها وحرّروها وشرّحوها وخرّجوا عليها وتكلّموا في أصولها ودلائلها، وتفرّقوا إلى المغرب ونواحي الأرض، فنفع الله بهم كثيراً من خلقه.

وإن شئت أن تعرف حقيقة ما قلناه من أصل مذهبه فانظر في كتاب الموطأ تجده كما ذكرنا.

وكان أبو حنيفة رضي الله عنه ألزمهم بمذهب إبراهيم وأقرانه، لا يجاوزه إلا ما شاء الله، وكان عظيم الشأن في التخريج على مذهبه دقيق النظر في وجوه التخريجات مقبلاً على الفروع أتم إقبال. وإن شئت أن تعلم حقيقة ما قلنا فلخص أقوال إبراهيم وأقرانه من كتاب الآثار لمحمد رحمه الله وجامع عبد الرزاق، ومصنَّف أبي بكر بن أبي شيبة، ثم قايسه بمذهبه تجده لا يفارق تلك المحجة إلا في مواضع يسيرة، وهو في تلك اليسيرة أيضاً لا يخرج عمّا ذهب إليه فقهاء الكوفة. وكان أشهر أصحابه ذكراً أبو يوسف رحمه الله، فَوَلِيَ قضاء القضاة أيام هرون الرشيد، فكان سبباً لظهور مذهبه والقضاء به في أقطار العراق وخراسان وما وراء النهر. وكان أحسنهم تصنيفاً وألزمهم درساً محمد بن الحسن، وكان من خبره أنه تَفَقَّهَ على أبي يوسف، ثم خرج إلى المدينة فقرأ الموطّأ على مالك، ثم رجع إلى نفسه، فطبق مذهب أصحابه على الموطّأ مسألة مسألة، فإن وافق فيها وإلا فإن رأى طائفة من الصحابة والتابعين ذاهبين إلى مذهب أصحابه فكذلك، وإن وجد قياساً ضعيفاً أو تخريجاً ليّناً يخالفه حديث صحيح فيما عمل به الفقهاء أو يخالفه عمل أكثر العلماء تركه إلى مذهب من مذاهب السلف مما يراه أرجح ما هناك.

وهذان لا يزالان على مَحَجَّة إبراهيم وأقرانه ما أمكن لهما، كما كان أبو حنيفة رضي الله عنه يفعل ذلك.

وإنّما كان اختلافهم في أحد شيئين: إما أن يكون لشيخهما تخريج على مذهب إبراهيم يزاحمانه فيه، أو يكون هناك لإبراهيم ونظرائه أقوال مختلفة يخالفان شيخهما في ترجيح بعضها على بعض، فصنَّف محمد رحمه الله وجمع رأي هؤلاء الثلاثة، ونفع كثيراً من الناس، فتوجَّه أصحاب أبي حنيفة رضي الله عنه إلى تلك التصانيف تلخيصاً وتقريباً، أو شرحاً، أو تخريجاً، أو تأسيساً، أو استدلالاً، ثم تفرّقوا إلى خراسان وما وراء النهر، فيسمى ذلك مذهب أبي حنيفة.

[251] ــــــــ حجة الله البالغة (1) ـ القسم الأول ـ تتمة

الباب الأول: فيما يتعلق بالفن الشريف والعلم المنيف

وعلي وعمر وأبي الدرداء وعائشة ـ رضي الله عنهم ـ من رُواة الصحاح الستة، قال عثمان: علقمة أعلم بعبد الله. وقال ابن المديني: أعلم الناس بعبد الله علقمة والأسود وعبيدة والحارث، وقال أبو المثنى: إذا رأيت علقمة فلا يضرك أن لا ترى عبد الله، أشبه الناس به سمتاً وهدياً. وقال شعبة: كان علقمة أنظر القوم به، وقيل لإبراهيم: علقمة كان أفضل أو الأسود؟ فقال: علقمة، وقد شهد صفين. وعن مرة الهمداني: كان علقمة من الربانيين. وقال عبد الله: ما أقرأ شيئاً ولا أعلمه إلا علقمة يقرؤه ويعلمه. وقال قابوس بن أبي ظبيان عن أبيه: أدركت ناساً من أصحاب النبي ﷺ، يسألون علقمة ويستفتونه. كذا في «تهذيب الحافظ».

(وحصده إبراهيم النخعي) يعني جمع ما تفرق من فوائد نوادره، وهيأه للانتفاع به إبراهيم بن يزيد بن قيس النخعي الكوفي الإمام المشهور من رواة الستة أيضاً، رأى عائشة ـ رضي الله عنها ـ رؤية. قال الشعبي: ما ترك أحداً أعلم منه. قال أبو المثنى: إذا رأيت إبراهيم فلا يضرك أن لا ترى علقمة.

وقال شيخ مشايخنا العلامة الدهلوي في «الإنصاف»: وكان إبراهيم وأصحابه يرون أن ابن مسعود وأصحابه أثبت الناس في الفقه، كما قال علقمة لمسروق: هل أحد منه أثبت من عبد الله؟ وقول أبي حنيفة للأوزاعي: إبراهيم أفقه من سالم، ولولا فضل الصحابة لقلت: إن علقمة أفقه من عبد الله بن عمر، وعبد الله هو عبد الله. وأصل مذهبه فتاوى ابن مسعود، وقضايا علي وفتاواه وقضايا شريح وغيره من قضاة الكوفة، فصنع في آثارهم كما صنع أهل المدينة في آثار أهل المدينة وخرّج كما خرّجوا.

وقال أيضاً في موضع آخر: وكان أبو حنيفة ـ رضي الله عنه ـ ألزمهم بمذهب إبراهيم وأقرانه لا يجاوزه إلا ما شاء الله، وكان عظيم الشأن في التخريج على مذهبه، دقيق النظر في وجوه التخريجات، مُقبلاً على الفروع أتم إقبال، وإن شئت أن تعلم حقيقة ما قلناه فلخِّص أقوال إبراهيم من «كتاب الآثار» لمحمد، و«جامع عبد الرزاق»، و«مصنف بن أبي شيبة»، ثم قايسه

٦٣

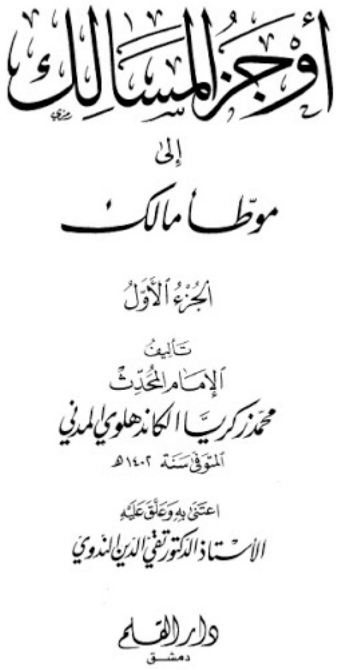

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: ”اسی طرح امام ابوحنیفہؒ سب سے زیادہ ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ہمعصروں کے مسلک پر قائم رہے، کبھی کبھار اس سے تجاوز کیا اور اس مسلک کے اصولوں پر مسائل کی تخریج میں آپ کا مقام بڑا بلند تھا۔ اخذ مسائل میں آپ بہت دِقّت نظر سے کام لیتے اور جزئیات پر بھی پوری توجہ تھی اگر آپ کو ہمارے اس قول کی صداقت مطلوب ہے تو امام محمدؒ کی کتاب الآثار، عبدالرزاقؒ کی جامع مصنف، ابوبکر ابن ابی شیبہؒ اور ابراہیم نخعیؒ کے اقوال جمع کر لیجئے پھر امام ابوحنیفہؒ کے مسلک سے ان کا مقابلہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ بہت کم باتوں میں ابراہیم نخعیؒ کے راستے سے ہٹے ہیں اور فقہائے کوفہ کے مذہب سے باہر نہیں جاتے“۔ (فقہی اختلافات کی اصلیت اردو ترجمہ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف: ص۲۳-۲۴)

۲۳

عائشہ صدیقہؓ اور ان حضرات کے ساتوںؒ شاگردوں کے اقوال کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ان سے اور ان جیسی دیگر مبارک ہستیوں نے علم روایت اور فتویٰ کی بنیاد ڈالی۔ جب انہیں مسند درس و تدریس سونپی گئی تو انہوں نے حدیثیں بیان کیں، فتوے دیئے اور علم کے دریا بہادیئے۔

اور امام مالکؒ پر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صادق آتا ہے کہ "وہ زمانہ قریب ہے جب لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر علم کی جستجو میں جدوجہد کریں گے اس وقت وہ مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کسی کو زیادہ عالم نہیں پائیں گے جیسا کہ ابن عیینہ اور عبدالرزاق جیسے صاحب الرائے پر اعتماد ہونا چاہیئے۔ بعد ازاں امام مالک کے تلامذہ نے ان کی روایات اور ان کے اختیار کردہ اقوال کو جمع کیا، ان کی تلخیص کی، انہیں تحریر کیا، اُن کی شرح کی، ان سے مسائل مستنبط کئے اور ان کے اصول و دلائل پر بحث کی۔

امام مالکؒ کے تلامذہ مغربی علاقوں (مراکش و اندلس) اور زمین کے دوسرے حصوں میں پھیل گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی مخلوق کو ان سے نفع پہنچایا۔ اگر آپ ہمارے بیان کی صداقت چاہتے ہیں تو ان کی کتاب موطا امام مالک دیکھ لیجئے آپ اسے ایسا ہی پائیں گے جیسا ہم نے بیان کیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ہمعصروں کے مسلک پر قائم رہے کبھی کبھار ہی اس سے تجاوز کیا اور اس مسلک کے اصول پر مسائل کی تخریج میں آپ کا مقام بڑا بلند تھا اور مسائل میں آپ بہت دقت نظر سے کام لیتے اور جزئیات پر بھی پوری توجہ تھی اگر آپ کو ہمارے اس قول کی صداقت

ا سعید بن المسیب ۲ عروہ بن زبیر ۳ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ مسعودی ۴ سلیمان بن یسار ہلالی۔
۵ خارجہ بن زید بن ثابت ۶ ابوبکر بن عبدالرحمٰن مخزومی ۷ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق۔

۲۴

مطلوب ہے تو امام محمدؒ کی کتاب الآثار، عبدالرزاق کی جامع مصنف، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابراہیم نخعی کے اقوال جمع کر لیجئے پھر امام ابوحنیفہؒ کے مسلک سے ان کا مقابلہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ بہت کم باتوں میں ابراہیم (نخعی) کے راستے سے ہٹتے ہیں اور فقہائے کوفہ کے مذہب سے باہر نہیں جاتے۔

امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے سب سے مشہور ابویوسف رحمہ اللہ تھے جو ہارون الرشید کے عہد حکومت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنائے گئے اور انہی کے باعث حنفی مسلک عراق و خراسان اور ماوراء النہر میں زیادہ پھیلا اور اسی پر عمل ہوا۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں بہ اعتبار تصنیف و تالیف و درس و تدریس سب سے بڑھ کر امام محمدؒ تھے۔ اُنکے حالاتِ زندگی یہ ہیں کہ انہوں نے فقہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف سے حاصل کی۔ پھر مدینہ چلے گئے وہاں امام مالکؒ سے مؤطا پڑھی بعد ازاں بطور خود غور و فکر کیا اور اپنے شیوخ کے مسالک کے ایک ایک مسئلہ کو مؤطا سے مقابلہ کرکے دیکھا اگر دونوں میں موافقت ہوئی تو خیر ورنہ وہ دیکھتے کہ صحابہؓ و تابعینؒ میں کچھ حضرات ان کے شیوخ کے مسلک کی طرف گئے ہیں تو مسئلہ کو ویسا ہی رہنے دیتے اور اگر انہوں نے اپنے شیوخ کے قیاس کو کمزور اور استنباط میں ناقص اور ایسی صحیح حدیث کے خلاف پایا جس پر کہ فقہاء نے عمل کیا یا یہ دیکھا کہ اکثر علماء کا عمل ان کے شیوخ کے خلاف ہے تو اسے ترک کرکے مسالکِ سلف میں سے وہ مسلک اختیار کر لیا جو ان کے نزدیک موجودہ مسلک سے قابلِ ترجیح ہوا۔ ان دونوں اصحاب (قاضی ابویوسفؒ و امام محمدؒ) نے ابراہیم نخعیؒ اور اُن کے ہمعصر شیوخ کی حتی الامکان (بجز مناسب) پیروی کی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کرتے تھے

امام ابن القیم الجوزیؒ لکھتے ہیں: "قال الشافعی فی مواضع من الحجج قلتہ تقلید لعطاء"۔ "حضرت امام شافعی نے بہت سے مقامات پر کہا ہے کہ میں نے حضرت عطاء کی تقلید میں ایسا کہا ہے"۔ (عصرہ ومنہجہ وآراؤہ فی الفقہ والعقائدوالتصوف: ص۱۰۷)

دكتور
عبد العظيم عبد السلام شرف الدين

ابن قيم الجوزية
عصره ومنهجه وآراؤه في الفقه والعقائد والتصوف

الطبعة الثالثة
١٤٠٥ – ١٩٨٤

Bibliotheca Alexandrina
0124593

—١٠٧—

أن الله فرض على جميع خلقه معرفة الحق بدليله فى كل مسألة من مسائل الدين ، وإنما أنكرنا ما أنكره الأئمة ، ومن تقدمهم من الصحابة ، والتابعين وما حدث فى الإسلام بعد انقضاء القرون الفاضلة فى القرن الرابع المذموم على لسان رسول الله ﷺ من نصب رجل واحد ، وجعل فتاويه بمنزلة نصوص الشارع ، بل تقديمها عليه ، وتقديم قوله على أقوال من بعد رسول الله ﷺ من جميع علماء أمته والاكتفاء بتقليده عن تلقى الأحكام من كتاب الله ، وسنة رسوله وأقوال الصحابة ، وأن يضم إلى ذلك أنه لا يقول إلا بما فى كتاب الله وسنة رسوله [1] . وقد ذكر ابن القيم أن هناك تقليداً واجباً ، وتقليداً مباحاً وتقليداً محرماً أما المباح والمحرم فقد ذكرناهما ، وأما التقليد الواجب فهو تقليد من هو أعلم إذا لم يظفر المرء بنص من كتاب أو سنة كالذى نقل عن الشافعى فى عدة مواضع : قلته تقليداً لعمر ، وقلته تقليداً لعثمان ، وقلته تقليداً لعطاء [2] .

بين التقليد والاتباع :

عرف أبو عبد الله ابن خواز منداد البصرى المالكى التقليد بقوله : التقليد معناه فى الشرع : الرجوع إلى قول لا حجة لقائله عليه [3] ، وقد ذكر

(١) نفس المرجع ص ٣٤٧.
(٢) أعلام الموقعين ﺟ ٢/٢٤٣ — ٢٤٤ ومثال . فى الضبع بعير ، بيع الحيوان بريئا من العيوب ، كقاسمة الجد الإخوة على الترتيب والأخيرة قبل : أنه لله فيها زيدا . وقال أبو حنيفة فى الآبار : ليس معى فيها إلا تقليد من تقدم من التابعين . وكان مالك لا يخرج من عمل أهل المدينة ويصرح فى موطئه بأنه أدرك العمل على هذا وهو الذى عليه أهل العلم ببلدنا ويقول فى غير موضع : ما رأيت أحداً اقتدى به يفعله . وقال الشافعى فى الصحابة « رأيهم لنا خير من رأينا لأنفسنا » أعلام الموقعين ﺟ ٢/٢٠٤
(٣) أعلام الموقعين ﺟ/ ٢٩٩

- ٤٢٧ -

رسوله ﷺ وأقوال الصحابة ، وهو يجتهد فى أحكام النوازل ، ويقصد فى استخراجها إلى ما يوافق الأدلة الشرعية حيث كانت ، وقد يقع منه تقليد أحياناً . ويقول ابن القيم (لا ينافى اجتهاده تقليداً لغيره أحياناً فلا تجد أحداً من الأئمة ، إلا وهو مقلد من هو أعلم منه فى بعض الأحكام ، وقد قال الشافعى رضى الله عنه فى موضع من الحج : « قلته تقليداً لعطاء ») .

وعندى أن التقليد فى هذه الحالة ليس منشؤه الاتباع المطلق من غير تفكير ، بل لأنه فكر ، ووافق قوله قول عطاء ، أو لأنه اجتهد وفكر وتعارضت بين يديه الأمارات ، فاستأنس بقول سابق وارتضى ما يوافقه، ولقد قال ابن القيم فى هذا النوع إنهم هم الذين يسوغ لهم الإفتاء، ويسوغ للناس استفتاؤهم ، ويتأدى بهم فرض الاجتهاد .

ومن المقرر عند جمهور الحنابلة أن هذا الفريق من المجتهدين لا يصح أن تخلو الأمة منه فى عصر من الصور ، وقد ذكر ابن عقيل إجماع الأولين والمتأخرين إلى عصره من الحنابلة على ذلك ، وقد قال فى هذا الصنف ابن القيم ما نصه :

هم الذين قال فيهم النبى صلى الله عليه وسلم : « إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها » ، وهم غرس الله الذين لا يزال يغرسهم فى دينه ، وهم الذين قال فيهم على بن أبى طالب كرم الله وجهه : « لن تخلو الأرض من قائم لله بحجته » .

٢٥٣ — والدرجة الثانية مجتهد مقيد فى مذهب قد اختار صاحبه إماماً له ، اجتهد فى معرفة فتاويه وأقواله ومآخذه ، وأصوله ، وتمكن فى هذه المعرفة ، والتخريج على أقوال الإمام وأصوله ، وقياس ما لم يرد عن الإمام نص فيه على ما ورد عنه فتوى فيه ، ولا يكون مقلداً للإمام فى الحكم ولا فى الدليل . ولكن كان اختياره للإمام ، لأنه قد استقام اجتهاده فى اختياره

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: ”على اختلافٍ في ذلك بناءً على اختلافهم في مسألةٍ أخرى وهي أن المجتهد هل يجوز له تقليد المجتهد الآخر إذا كان أفضل منه واعلم؟ قولان المشهور لايجوز، والصواب الذي لا يجوز غيره عند استقراء صنيع الاوائل يجوز۔ قال الشافعي: «قول الأئمة أبي بكر وعمر وعثمان وقال في القديم: وعلى إذا صرنا إلى التقليد أحب إلينا»“۔ ”کیا کسی مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز ہے جب کہ وہ اُس سے افضل اورأعلم ہو؟ اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ مشہور یہ ہے کہ جائز نہیں۔ اور ۲۔ قول صواب ایسا کہ جس کے خلاف جائز نہیں ابتدائی دور کے مجتہدین کے طریقِ کار پر تفصیلی نظر کے بعد یہ ہے کہ جائز ہے۔ شافعیؒ نے فرمایاہے: ائمہ ابوبکرؓ، عمرؓ، وعثمانؓ، اوران کے قدیم قول میں اور علیؓ بھی مذکور ہے، کے مل جانے کے بعد ہم کو پسند ہے کہ ہم تقلید اختیار کرلیں“۔(اِزالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء: ج۳، ص۳۰۳)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی قول ہے: "قال الإمام الشافعي: مالك حجة الله على خلقه بعد التابعين"۔ ”تابعین کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بندوں کے لئے اللہ کی سب سے بڑی حجت ہیں“۔ (تنویر الحوالک شرح علی موطأ مالک: ج۱، ص۳؛ رجال صحیح البخاری: ص۶۹۳؛ الموطأ: ج۱، ص۷۳)

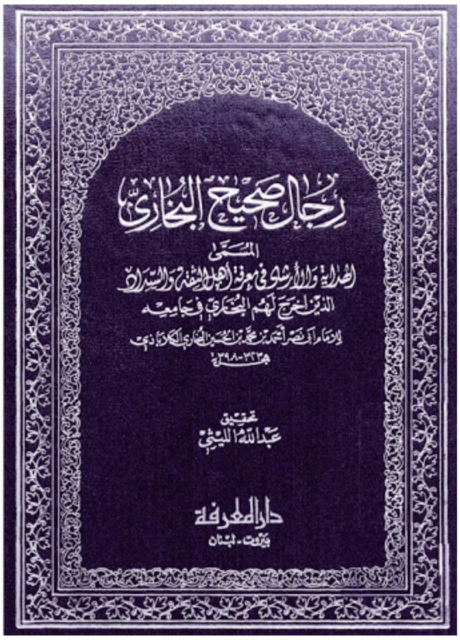

باب الميم ٦٩٣ مالك

رویٰ عنه ابنه أبو سهيل نافع في (الأيمان)، و(ليلة القدر).
وقال ابن سعد: عن الواقديّ: توفي [سنة] ١١٢ وهو ابن سبعين أو اثنتين وسبعين سنة.

١١٣٧ - مالك بن عامر، ويقال: مالك بن الزبير، ويقال: عمرو بن أبي جندب -، أبو عطية، الهمدانيّ، ثم الوادعيّ، الكوفيّ:
سمع عبد الله بن مسعود، وعائشة.
روىٰ عنه محمد بن سيرين، وعمارة في (تفسير البقرة)، وفي (الحج).

قال محمد بن سعد كاتب الواقديّ: توفي في ولاية مصعب بن عمير علىٰ الكوفة.

١١٣٨ - مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامر، أبو عبد الله، الأصبحيّ، من ذي أصْبَح من حِمْيَر: حليف عثمان بن عبيد الله، أخي طلحة بن عبيد الله التيمي القرشيّ، المدينيّ:

(١١٣٧) خ، م، د، ت، س.
قال ابن معين: ثقة. وقال ابن سعد: كان ثقة وله أحاديث صالحة.
الجمع: ٤٨٠، التقريب: ٤٥١/٢، التهذيب: ١٦٩/١٢، الكاشف: ٣١٧/٣، العجليّ: ٥٠٥.
(١١٣٨) ع.
هو الإمام، الفقيه، أحد أعلام الإسلام، إمام دار الهجرة.
- قال النسائي: ما عندي بعد التابعين أنبل من مالك، ولا أجلُّ منه، ولا أوثق منه، ولا آمن علىٰ الحديث منه.
- قال الشافعي: مالك حجة الله تعالىٰ علىٰ خلقه بعد التابعين.
- قال الحافظ ابن حجر: إمام دار الهجرة، رأس المتقين، وكبير المثبتين.
- قال مصعب الزبيريّ: إني أحفظ (أي أكثرهم حزناً) الناس لموت مالك، ومالك كان ثقة، مأموناً، وَرِعاً، فقيهاً، عالماً، حُجَّة.
الديباج المذهب: ١٧: ٣٠، الوفيات: ٤٣٩/١، تهذيب التهذيب: ٥/١٠، الحلية: ٣١٦/٦، الانتقاء ٩: ٤٧، اللباب: ٨٦/٣.

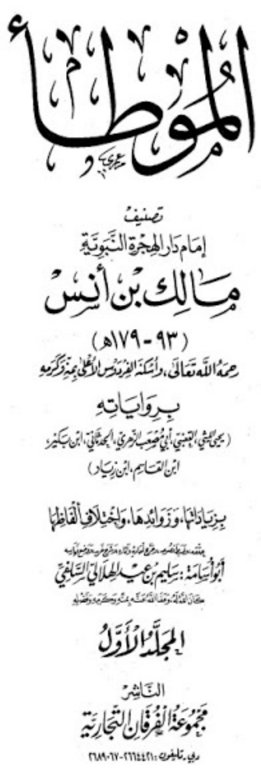

المقدمة ترجمة الإمام مالك بن أنس

* ثناء الأئمة عليه:

قال الشافعي: مالك حجة الله -تعالى- على خلقه بعد التابعين، وقال يحيى بن سعيد ويحيى بن معين: مالك أمير المؤمنين في الحديث، وزاد ابن معين: كان مالك من حجج الله على خلقه، إمام من أئمة المسلمين، مجمع على فضله، وقال الشافعي: إذا جاء الأثر؛ فمالك النجم، وإذا ذكر العلماء؛ فمالك النجم الثاقب، ولم يبلغ أحد مبلغ مالك في العلم؛ لحفظه وإتقانه وصيانته، وما أحد آمن علي في علم الله من مالك، وجعلت مالكاً حجة بيني وبين الله، ومالك وابن عيينة القرينان، لولاهما؛ لذهب علم الحجاز.

والعلم يدور على ثلاثة: مالك وابن عيينة والليث، قال ابن وهب: لولا مالك والليث لضللنا.

وكان الأوزاعي إذا ذكر مالكاً قال: عالم العلماء وعالم أهل المدينة ومفتي الحرمين، وقال: مالك إمام، وعالم أهل الحجاز، ومالك حجة في زمانه، ومالك سراج الأمة، إنما كنا نتبع آثار مالك.

وقدمه أحمد بن حنبل على الثوري والليث والحكم وحماد والأوزاعي في العلم، وقال: هو إمام في الحديث والفقه، وسئل عمن تريد أن تكتب الحديث؟ وفي رأي من تنظر؟ فقال: حديث مالك ورأي مالك.

قال ابن مهدي: سفيان الثوري إمام في الحديث وليس بإمام في السنة، والأوزاعي إمام في السنة، وليس بإمام في الحديث، ومالك إمام فيهما.

- ٧٣ -

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: "قال الشافعي: من أراد أن يتبحر في الفقه، فهو عيال على أبي حنيفة"۔ "تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ چین (محتاج) ہیں"۔ "وقد أورد العلماء قول الشافعي فيه: من أراد الحديث فهو عيال على مالك"۔ "تمام لوگ علم حدیث میں امام مالک کے خوشہ چین (محتاج) ہیں"۔ (تاریخ مدینۃ دمشق الامام ابن عساکر: ج۶۰، ص ۱۱۷؛ طبقات الفقہاءالامام ابی اسحاق الشیرازی شافعی: ص۸۶؛ البدایۃ والنہایۃ حافظ ابن کثیر: ج۱۰، ص ۱۷۴؛ الامام زیدالامام محمد ابوزھرہ: ص۱۶)

تاريخ
مدينة دمشق

وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل أو اجتاز بنواحيها من وارديها وأهلها

تصنيف

الإمام العالم الحافظ أبي القاسم علي بن الحسن ابن هبة الله بن عبد الله الشافعي

المعروف بابن عساكر

٤٩٩هـ - ٥٧١هـ

دراسة وتحقيق

محب الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمروي

الجزء الستون

مغيرة - موسى

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

هؤلاء الأربعة، فمن أراد أن يتبحّر في المغازي فهو عيال على مُحَمّد بن إسْحَاق، ومن أراد أن يتبحّر في الشعر فهو عيال على زهير بن أبي سلمى، وَمَنْ أراد أن يتبحر في النحو فهو عيال على الكسائي، وَمَنْ أراد أن يتبحّر في تفسير القرآن، فهو عيال على مُقَاتِل بن سُلَيْمَان[١].

أَخْبَرَنَا أبو مَنْصُور بن خَيْرُون، قَال: نا وأبو الحَسَن بن سعيد، أنا أبو بَكْر الخطيب[٢]، نا أبو طاهر مُحَمّد بن عَلي بن مُحَمّد بن يوسف[٣] الوَاعظ، أنا عَبْد الله[٤] بن عُثْمَان بن يَحْيَىٰ الدقاق، نا إبْرَاهيم بن مُحَمّد بن أَحْمَد أبو إسْحَاق البخاري، نا عبّاس بن عزيز أبو الفضل القطّان، نا حرملة بن يَحْيَىٰ قال: سمعت مُحَمّد بن إدريس الشافعي يقول: الناس عيال على هؤلاء الخمسة: مَن أراد أن يتبحّر في الفقه فهو عيال على أبي حنيفة، قال: وسمعت - يعني - الشافعي يقول: كان أبو حنيفة ممن وفق الفقه، ومَن أراد أن يتبحّر في الشعر فهو عيال على زهير بن أبي سلمى، ومَن أراد أن يتبحّر في المغازي فهو عيال على مُحَمّد بن إسْحَاق، ومَن أراد أن يتبحّر النحو فهو عيال على الكسائي، ومَن أراد أن يتبحّر في تفسير القرآن فهو عيال على مُقَاتِل بن سُلَيْمَان.

وقد رواها الربيع عن الشافعي.

أَخْبَرَنَا أبو الحَسَن عَلي بن المسلمة، أنا أبو عَبْد الله مُحَمّد بن أبي نعيم النسوي، أنا أبو مُحَمّد بن أبي نصر، أنا عمي[٥] أبو عَلي مُحَمّد بن القاسم بن أبي نصر، نا أبو العباس الزيات، نا أَحْمَد بن إسْحَاق، وعَبْد الوَاحد بن أَحْمَد، قالا: نا صاحب، أنا أبو الحَسَن مُحَمّد بن أَحْمَد الطبري، قَال: سمعت الجزري بطبرستان يقول: الشافعي يقول: من أراد التفسير فعليه بمُقَاتِل ابن سُلَيْمَان، وَمَن أراد الصحيح فعليه بمالك، ومن أراد الجدل فعليه بأبي حنيفة.

أَخْبَرَنَا أبوا[٦] الحسن، قَالا: نا - وأبو منصور، أنا - الخطيب[٧]، أنا بشر بن عَبْد الله الرومي، أنا أَحْمَد بن جَعْفَر بن حمدان، نا مُحَمّد بن جَعْفَر الراشدي، نا أبو بَكْر الأثرم، قَال: سمعت أبا عَبْد الله - هو أَحْمَد بن حنبل - يسأل[٨] عن مُقَاتِل بن سُلَيْمَان فقال: كانت

(١) تهذيب الكمال ١٨/٣٤١ طبعة دار الفكر - بيروت.
(٢) رواه أبو بكر الخطيب في تاريخ بغداد ١٣/٣٤٦ في ترجمة أبي حنيفة النعمان بن ثابت.
(٣) كذا بالأصل ود، و«ز»، وم، وفي تاريخ بغداد: يونس.
(٤) تاريخ بغداد: عبيد الله.
(٥) تحرفت بالأصل ود، و«ز»، وم إلى عمر.
(٦) الأصل وم ود، و«ز»: أبو.
(٧) رواه الخطيب في تاريخ بغداد ١٣/١٦١.
(٨) بالأصل وم ود، و«ز»: فسأل، والمثبت عن تاريخ بغداد.

طبقات الفقهاء

لأبي إسحاق الشيرازي الشافعي
(٣٩٣هـ - ٤٧٦هـ)

حققه وقدم له
الدكتور
إحسان عباس

الناشر
دار الرائد العربي
بيروت - لبنان

- ٦ -

ذكر فقهاء التابعين بالكوفة

ومنهم أبو عبـد الله **شريك بن عبد الله بن أبي شريك النخعي** : ولد ببخارى سنة خمس وتسعين ومات بالكوفة سنة سبع وسبعين ومائة وولي القضاء بالكوفة ثم بالأهواز . قال سفيان بن عيينة : ما أدركت بالكوفة أحضر جواباً من شريك بن عبد الله .

ومنهم **أبو حنيفة**[١] النعمان بن ثابت بن زُوطا بن ماه ، مولى لتيم الله ابن ثعلبة : ولد سنة [٢٤ أ] ثمانين ومات ببغداد سنة خمسين ومائة وهو ابن سبعين سنة .

قال الشافعي : قيل لمالك : هل رأيت أبا حنيفة ؟ قال : نعم ، رأيت رجلاً لو كلّمك في هذه السارية ان يجعلها ذهباً لقام بحجته . وروى حرملة عن الشافعي قال : من أراد الحديث الصحيح فعليه بمالك ، ومن أراد الجدل فعليه بأبي حنيفة ، ومن أراد التفسير فعليه بمقاتل بن سليمان . وروى حرملة أيضاً قال : سمعت الشافعي يقول : من أراد أن يتبحر في الفقه فهو عيال على أبي حنيفة .

وأخذ الفقه عن حماد بن أبي سليمان راوية ابراهيم وقد كان في أيامه أربعة من الصحابة : أنس بن مالك وعبد الله بن أبي أوفى الانصاري وأبو الطفيل عامر بن واثلة وسهل بن سعد الساعدي وجماعة من التابعين كالشعبي والنخعي وعلي بن الحسين وغيرهم ، وقد مضى تاريخ وفاتهم ، ولم يأخذ أبو حنيفة عن أحد منهم ، وقد أخذ عنه خلق كثير نذكرهم في غير هذا الموضع إن شاء الله تعالى .

(١) في هامش ع : أخره إلى هنا ولا وجه له .

الحافظ ابن كثير
الدمشقي المتوفى سنة ٧٧٤ هـ

البداية والنهاية

الجزء العاشر

الطبعة الثامنة
١٤١٠ هـ - ١٩٩٠ م
بيروت - لبنان
ضبطت وصححت هذه الطبعة على عدة نسخ وذيلت بشروح
قامت بها هيئة بإشراف الناشر

مكتبة المعارف
بيروت

١٧١

الرجل : إني أخشى أن تعود كلباً أو خنزيراً فيذهب ديناري .

وكان قبحه الله يسب الصحابة في شعره . قال الأصمعي : ولولا ذلك ما قدمت عليه أحداً في طبقته ، ولا سيما الشيخين وابنيهما . وقد أورد ابن الجوزي شيئاً من شعره في ذلك كرهت أن أذكره لبشاعته وشناعته ، وقد اسود وجهه عند الموت وأصابه كرب شديد جداً . ولما مات لم يدفنوه لسبه الصحابة رضي الله عنهم . وفيها توفي ، حماد بن زيد

أحد أئمة الحديث . وخالد بن عبد الله أحد الصلحاء ، كان من سادات المسلمين ، اشترى نفسه من الله أربع مرات . ومالك بن أنس الامام ، والهقل بن زياد صاحب الأوزاعي ، وأبو الأحوص . وكلهم قد ذكرناهم في التكميل .

والامام مالك

هو أشهرهم وهو أحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبعة ، فهو مالك بن أنس بن مالك بن عامر بن أبي عامر بن عمرو بن الحارث بن غيلان بن حشد بن عمرو بن الحارث ، وهو ذو أصبح الحميري ، أبو عبد الله المدني إمام دار الهجرة في زمانه ، روى مالك عن غير واحد من التابعين ، وحدث عنه خلق من الأئمة ، منهم السفيانان ، وشعبة ، وابن المبارك ، والأوزاعي ، وابن مهدي وابن جريج والليث والشافعي والزهري شيخه ، ويحيى بن سعيد الأنصاري وهو شيخه ، ويحيى بن سعيد القطان ، ويحيى بن يحيى الأندلسي ، ويحيى بن يحيى النيسابوري . قال البخاري : أصح الأسانيد مالك عن نافع عن ابن عمر . وقال سفيان بن عيينة : ما كان أشد انتقاده للرجال . وقال يحيى بن معين : كل من روى عنه مالك فهو ثقة ، إلا أبا أمية . وقال غير واحد : هو أثبت أصحاب نافع والزهري . وقال الشافعي : إذا جاء الحديث فمالك النجم . وقال : من أراد الحديث فهو عيال على مالك . ومناقبه كثيرة جداً ، وثناء الأئمة عليه أكثر من أن يحصر في هذا المكان . قال أبو مصعب : سمعت مالكا يقول : ما أفتيت حتى شهد لي سبعون أني أهل لذلك . وكان إذا أراد أن يحدث تنظف وتطيب وسرح لحيته ولبس أحسن ثيابه ، وكان يلبس حسناً . وكان نقش خاتمه حسبي الله ونعم الوكيل ، وكان إذا دخل منزله قال : ما شاء الله لا قوة إلا بالله . وكان منزله مبسوطا بأنواع المفارش . ومن وقت خروج محمد بن عبد الله بن حسن لزم مالك بيته فلم يكن يأتي أحداً لا لعزاء ولا لهناء ، ولا يخرج لجمعة ولا جماعة ، ويقول : ما كل ما يعلم يقال ، وليس كل أحد يقدر على الاعتذار ولما احتضر قال : أشهد أن لا إله إلا الله ، ثم جعل يقول : لله الأمر من قبل ومن بعد ، ثم قبض في ليلة أربعة عشر من صفر ، وقيل من ربيع الأول من هذه السنة ، وله خمس وثمانون سنة . قال الواقدي : بلغ سبعين سنة ودفن بالبقيع . وقد روى الترمذي عن سفيان بن عيينة عن ابن جريج عن أبي الزبير عن أبي صالح عن أبي هريرة : « يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل

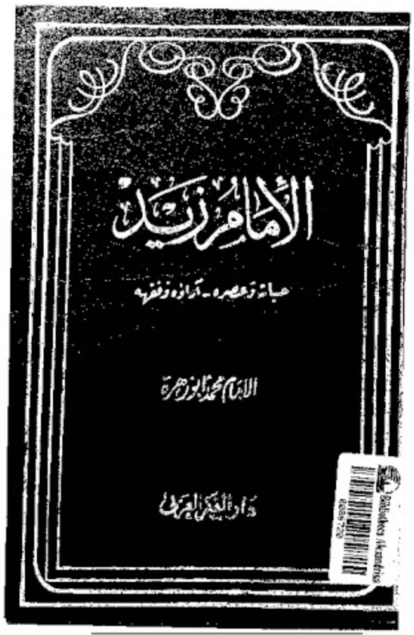

— ١٦ —

تولى فيها بعض أعمال القضاء ، وأنه اتهم أبان ذلك بأنه على اتصال ببعض زعماء العلويين الذين يريدون الانتقاض على الرشيد ، وكذلك اتهم بأنه كان على اتصال بالعلويين في مكة ، وإنه إذا كان قد نفى عن نفسه الاتهام السياسي ، وإنه في ذلك لصادق ، فإن الاتصال العلمي لم يكن لينفى ، وإنه قد صرح بأنه أخذ عن مقاتل ابن سليمان الشيعي الزيدي ، واعتبره إماما في التفسير ، وقد قال في ذلك : « من أراد الفقه فهو عيال على أبي حنيفة ، ومن أراد السير فهو عيال على محمد بن اسحق ، ومن أراد الحديث فهو عيال على مالك ، ومن أراد التفسير فهو عيال على مقاتل ابن سليمان » ، ولمقاتل الشيعي الزيدي هذا مقام في التفسير والفقه وأصوله ، لقد ألف في التفسير ، كتاب التفسير الكبير ، وكتاب القراءات ، وكتاب متشابه القرآن ، وكتاب الحيوانات في القرآن ، وله في أصول الفقه ، كتاب الناسخ والمنسوخ » .

وإذا كان التباين ليس قائما من كل الوجوه ، والاتصال كان قديما فإنه بلاشك من العلم النافع الاطلاع على آرائهم في الفروع ، وإذا كان الخلاف في بعض المسائل كبيرا ، فان الرأي المخالف لا يخلو من وجه تجب دراسته ويغض من قيمة العالم ألا يدرسه ، لأنه يغلق على نفسه باباً من أبواب المعرفة قد يكون فيه خير ، يؤخذ به ، وهو على أي حال فيه نور مبصر لأنه علم ، وفي كل علم نور .

الأمر الثاني — الذي يجب التنبيه إليه هو أن آراء أئمة آل يلاحظ عند دراستها أنها مذاهب تدرس ، ولا تدرس على أنها اتجاه إلى طائفة معينة ، فإننا قد قررنا في هذا التمهيد أن الطائفية يجب أن يمحى ، حتى لا يكون في الإسلام فرقة ، وحتى يكون المسلمون جميعا في رحمة النجاة ، ولا يكون المختص بالنجاة واحدة من سبعين ، وكفى ما كان في الماضي من افتراق .

امام شافعیؒ جوکہ خود جلیل القدر محدث بھی ہیں اورفقیہہ امام بھی، اس کے باوجود بھی وہ امام مالکؒ کواللہ کی سب سے بڑی حجت قراردے رہے ہیں اور ساتھ ہی سب لوگوں کو علم حدیث میں امام مالکؒ اور علم فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کا محتاج قراردے رہے ہیں۔

خطیب بغدادیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں کہ: ’’امام احمد بن حنبلؒ خود مجتہد ہیں۔ ایک مسئلہ کے جواب میں ایک سائل نے کہاکہ اس میں توکوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ اس پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے جواباًارشاد فرمایاکہ اگرحدیث موجود نہیں تونہ سہی اس میں "ففيه قول الشافعي وحجته، أثبت شئي فيه" حضرت امام شافعیؒ کا قول موجودہے اورامام شافعی کاقول بذات خودحجت اوردلیل ہے‘‘۔(تاریخ بغداد:ج۲، ص۴۰۷؛ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج۲۴، ص۳۷۲)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثاني

محمد بن إسحاق - محمد بن الحسن

١ - ٦١٥

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

أخبرنا علي بن المُحَسِّن القاضي، قال(٧): أخبرنا علي بن عبدالعزيز البَرْذعي، قال: حدثنا عبدالرحمن بن أبي حاتم، قال: أخبرني أبو عثمان الخُوارزمي نزيل مكة، فيما كتب إليَّ، قال: حدثنا أبو أيوب حُميد بن أحمد البَصْري، قال: كنتُ عند أحمد بن حنبل نتذاكر في مسألة، فقال رجل لأحمد: يا أبا عبدالله، لا يصح فيه حديث. فقال: إنْ لم يصح فيه حديث ففيه قول الشافعي، وحُجته أثبت شيء فيه. ثم قال: قلت للشافعي: ما تقول في مسألة كذا وكذا؟ قال: فأجاب فيها. فقلتُ: من أين قُلتَ؟ هل فيه حديث أو كتاب؟ قال: بَلَى. فنزع في ذلك حديثاً للنبي ﷺ وهو حديث نص.

أخبرنا أبو نُعيم الحافظ، قال(١): أخبرنا أحمد بن بُنْدار بن إسحاق الفقيه، قال: حدثنا أحمد بن رَوْح البَغْدادي، قال: حدثنا أحمد بن العباس، قال: سمعت علي بن عثمان وجعفر الورّاق يقولان: سمعنا أبا عُبيد يقول: ما رأيت رجلاً(٢) أعقل من الشافعي.

أخبرنا إسماعيل بن علي، قال(٣): أخبرنا أبو عبدالله المؤذن(٤) محمد ابن عبدالله النَّيسابوري، قال: أخبرني القاسم بن غانم، قال: سمعتُ أبا عبدالله البوشَنْجي يقول: سمعت أبا رجاء قُتيبة بن سعيد يقول: الشافعي إمامٌ.

أخبرني الأزهري، قال(٥): أخبرنا الحسن بن الحُسين الهَمَذاني، قال: حدثني الزُّبير بن عبدالواحد الأسدآبادي، قال: حدثنا الحسن بن سُفيان، قال: حدثنا أبو ثَوْر، قال: من زَعَم أنه رأى(٦) مثل محمد بن إدريس في عِلْمه وفَصَاحته ومعرفته وثَبَاته وتمكنه فقد كَذَب، كان محمد بن إدريس الشافعي منقطعَ القَرِين في حياته، فلما مضَى لسبيله لم يُعتض منه.

(١) حلية الأولياء ٩/ ٩٣ - ٩٤، وانتبسه المزي أيضًا ٢٤/ ٣٧٢.
(٢) سقطت من م.
(٣) تهذيب الكمال ٢٤/ ٣٧٣.
(٤) في م: «المؤدب»، محرف.
(٥) تهذيب الكمال ٢٤/ ٣٧٣.
(٦) في م: «على رأى»، خطأ.

٤٠٧

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢هـ

المجلد الرابع والعشرون

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

مؤسسة الرسالة

وبه، قال: أخبرني محمد بن أبي عليّ الأصبهانيُّ، قال: أخبرنا أبو علي الحُسين بن محمد الشّافعي بالأهواز، قال: أخبرنا أبو عُبيد محمد بن عليّ الآجريُّ(١)، قال: سمعتُ أبا داود سُلَيْمان ابن الأشعث يقول: ما رأيتُ أحمد بن حَنْبَل يميل إلى أحدٍ مَيْله إلى الشّافعي.

وبه، قال: أخبرنا عليّ بن المُحَسِّن التَّنوخيُّ، قال: أخبرنا عليّ ابن عبدالعزيز البَرْذَعيُّ، قال: حدثنا عبدالرحمان بن أبي حاتم، قال: أخبرني أبو عُثمان الخُوارزميُّ نَزيل مكة فيما كَتَب إليَّ، قال: حدثنا أبو أيوب حُميد بن أحمد البَصْري، قال: كُنْتُ عند أحمد ابن حَنْبَل نتذاكر في مسألة فقال رجلٌ لأحمد: يا أبا عبدالله لا يَصح فيه حَديث. فقال: إن لم يصح فيه حديث ففيه قَوْل الشّافعي وحجته أثبت شيء فيه، ثم قال: قلتُ للشافعي: ما تقول في مسألة كذا وكذا؟ قال: فأجَاب فيها فقلتُ: من أين قلت، هل فيه حديث أو كتاب؟ قال: بَلَى، فنزعَ في ذلك حديثاً للنَّبي ﷺ وهو حديث نص.

وبه، قال: أخبرنا أبو نعيم الحافظ، قال: حدثنا أحمد بن بُنْدار بن إسحاق الفَقِيه، قال: حدثنا أحمد بن رَوْح البَغْداديّ، قال: حدثنا أحمد بن العباس، قال: سمعتُ عليَّ بن عُثمان وجعفر الوَرّاق يَقُولان: سَمِعنا أبا عبيد يقول: ما رأيتُ رَجُلا(٢) أعقل من الشّافعي.

(١) وانظر سؤالاته: ٥/الورقة ١٤.
(٢) قوله: «رجلا» سقط من المطبوع.

٣٧٢

امام ابوحنیفہؒ جیسے جلیل القدر مجتہد امام جن کو بڑے بڑے ائمہ مجتہدین ومحدثین نے امام اعظم کہہ کر مخاطب کیا ہے، وہ بھی ابراہیم نخعیؒ اوران کے ہم عصر علماء کے مذہب کے پابند تھے اوران کے مذہب سے باہر نہیں جاتے تھے۔ امام شافعیؒ جیسے فقیہہ ومحدث بزرگ خود حضرت عطاءؒ کی تقلید کا اقرار فرماتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جوکہ خود جلیل القدر مجتہد ومحدث ہیں، حدیث نہ ملنے پر امام شافعیؒ کے قول کو حجت اور دلیل مانتے ہوئے ان کے قول سے استدلال کرتے ہیں۔ توآخر ایسی کیا وجہ تھی کہ اتنے بڑے بڑے ائمہ مجتہدین بھی اپنے استادوں کے اقوال وافعال کو حجت مانتے ہوئے ان کی تقلید کیا کرتے تھے؟

امام شعبیؒ، امام محمد بن سیرینؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، اورامام احمد بن حنبلؒ وغیرہ تمام مجتہد ہیں مگر حسن ظنی کا یہ عالم ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے قول کو ایک مستقل حجت سمجھتے ہیں۔ اورامام شافعیؒ نے تو صاف کہہ دیا کہ ”میں نے حضرت عطاء کی تقلید میں ایسا کہا ہے“۔

اسکا مطلب یہ تمام مجتہدین حضرات تقلید کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد کو بھی بعض مسائل میں اپنے بڑوں اور پچھلوں کی تقلید مضر نہیں۔ تو پھر غیر عالم اور غیر مجتہد کے لئے تقلید مضر کیسے ہوسکتی ہے۔

اب ہم ایک اور دلیل مخالفین کے گھر سے بھی دیئے دیتے ہیں تاکہ انہیں سمجھنے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے تو یہاں تک معاملہ صاف کر دیا کہ لکھتے ہیں: "فلا تجد احد امّن الا ئمۃ اِلّا و ھو مُقلد من ھو اعلم منہ فی بعض الاحکام"۔ "تم حضرات ائمہ کرامؒ میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پاسکتے کہ وہ بعض مسائل میں اپنے سے کسی بڑے عالم کی تقلید نہ کرتا ہو"۔ (الجنۃ: ص۶۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: "هذا ما وفقني الله له من تدوين مذهب الخليفة الاواب الناطق بالصدق والصواب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضی‌الله تعالی عنه وأرضاه والمذاهب الأربعة منه بمنزلة الشروح من المتون والمجتهدين المنتسبين من المجتهد المستقل والله هو المؤفق والمعين"۔ "امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وارضاہ کے مذاہب کی تدوین کے بارے میں ہے اور چاروں مذہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اس کے مقابلہ پر متون کی شروح کے مرتبہ میں ہیں"۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء: ج۳، ص۳۰۸)

قارئین کرام کو ان حوالوں سے اچھی طرح معلوم ہو چکا ہو گا کہ ان ائمہ مجتہدین و بزرگان دین نے جن میں جلیل القدر حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین بھی شامل ہیں، محض عقیدت اور حسن ظنی کی بناء پر دوسروں پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے ان کی تقلید کی۔ اور یہی تقلید کا اصل معنیٰ ہے کہ کسی کی ذات اور ہستی پر حسن ظنی کرتے ہوئے اسی کے قول کو تسلیم کر لیا جائے اور دلیل طلب نہ کی جائے۔ گو نفس الامر میں دلیل موجود بھی ہو مگر ظاہری طور پر ان کی شخصیت کے بغیر کوئی اور دلیل موجود نہ ہو۔

غیر مقلدین حضرات فرماتے ہیں کہ مقلد اہل علم نہیں ہوتا۔ اس پر میں صاحب موافقات علامہ شاطبیؒ کی ایک عبارت نقل کر دیتا ہوں اور آپ سے ہی جواب طلب کرتا ہوں۔ علامہ شاطبی ایک فتویٰ کے جواب میں فرماتے ہیں: "انالااستحل -انشاءاللہ- فی دین اللہ وامانتہ ان اجد قولین فی المذہب فافتی باحدھما علی التخیر مع انی مقلد، بل اتحری ماھو المشھور والمعمول بہ فھوالذی اذکرہ للمستفتی، ولااتعرض لہ الی القول الاخر، فان اشکل علی المشھور ولم ارلاحد من الشیوخ فی احد القولین ترجیحاتوقفت"۔ "میں اللہ کے دین میں اور اس کی امانت میں یہ حلال نہیں سمجھتا کہ کسی مسئلہ کے سلسلہ میں مذہب (مسلک مالکی) میں دو قول پاؤں اور اپنی مرضی سے کسی ایک پر فتویٰ دے دوں باوجود اس کے کہ میں مقلد ہوں۔ بلکہ میں غور و فکر کرتا ہوں کہ مشہور اور معمول بہ کون سا مسلک ہے اور اسی کو میں فتویٰ پوچھنے والے کو بتاتا ہوں اور دوسرے قول سے تعرض نہیں کرتا اگر مشہور قول میں کسی وجہ سے کوئی اشکال پیش آئے اور مشائخ میں سے کسی نے دو قول میں سے کسی ایک کو ترجیح نہ دی ہو تو میں توقف کرتا ہوں"۔ (فتاویٰ الامام الشاطبی: ص۹۴)

من آثار
فقهاء الأندلس

فتاوى الإمام الشاطبي

أبي إسحاق إبراهيم بن موسى الأندلسي

صاحب الموافقات والاعتصام
المتوفى سنة 790 هـ 1388 م

حققها وقدم لها
محمد أبو الأجفان
أستاذ مساعد بالكلية الزيتونية للشريعة وأصول الدين
- تونس -

طبعة ثانية

منهجه في الإفتاء

كان الإمام الشاطبي يشعر بخطر الفتوى وعظيم تبعتها ، وقد خاطب مرة مستفيه بقوله : (هذا رأيي الذي أدين الله به وأسأله الاستقامة فيه ، وأمّا أن يُحتال على إخراج مال وارث بمثل ما أشرتم إليه فلا أتقلّده ، إن شاء الله تعالى)[14] .

وبناء على هذا الشعور المرهف الممزوج بعنصر التقوى والخشية من الله ، والحرص على حسن أداء الأمانة ، كان له منهج ممتاز في فتاويه ، وتتجلّى أهم سمات منهجه في ما يلي :

— اختيار المشهور من الأقوال دون غيره من الضعيف ، معتبرًا أنه من المقلدين الذين لا يسوغ لهم مراعاة دليل المخالف ، بل يكونون مقيّدين بما اشتهر في المذهب ، وكان يقول ؛ (حسبنا فهم أقوال العلماء والفتوى بالمشهور ، وليتنا ننجو — مع ذلك — رأسًا برأس ، لا لنا ولا علينا)[15] .

ويقول : (العمل إنما يكون في المسائل الخلافية على ما هو المشهور كما تقرّر)[16] .

فهو يلتزم المشهور ، وإن أشكل عليه الأمر آثر التوقف ، ويقول في هذا الصدد : (أنا لا أستحل — إن شاء الله — في دين الله وأمانته أن أجد قولين في المذهب فأفتي بأحدهما على التخيير مع أني مقلّد ، بل أتحرّى ما هو المشهور والمعمول به ، فهو الذي أذكره للمستفتي ، ولا أتعرّض له إلى القول الآخر ، فإن أشكل عليَّ المشهور ، ولم أرَ لأحد من الشيوخ في أحد القولين ترجيحا توقفت .)[17]

(14) الفتوى : 40 .
(15) الفتوى : 1 .
(16) الفتوى : 7 .
(17) الفتوى : 40 .

94

کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ماننا اور کسی راوی کو ثقہ یا مجہول یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے؟

تقلید کی تعریف: کسی بھی غیر نبی کی بات کو بلا دلیل تسلیم کرلینا اس حسنِ ظن وعقیدت پر کہ یہ دلیل کے موافق بتادیگا تقلید کہلاتا ہے۔

تقلید کی تعریف کے مطابق راوی کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الروایت ہے اور مجتہد کی درایت کو قبول کرنا تقلید الدرایت ہے۔ کسی محدث کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے اور کسی محدث کی رائے سے کسی راوی کو ثقہ یا مجہول یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے۔ کسی امتی کے بنائے ہوئے اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ کو ماننا بھی تقلید ہے۔

میرے غیر مقلد دوستوں! آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے کہ محدثین کی کسی راوی یا کسی حدیث کے بارے میں کہی ہوئی بات درست ہے؟ کیا وہ انسان نہیں تھے؟ کیا ان سے غلطی نہیں ہو سکتی؟ پھر آپ ان کی کہی ہوئی بات کو بلادلیل کیسے تسلیم کرلیتے ہیں؟ اس کا مطلب آپ بھی مقلد ہوئے۔

تقلید کا اصل مفہوم یہی ہے کہ کسی کا قول محض اس حسن ظن وعقیدت پر قبول کرلینا کہ چونکہ بتانے والا صاحب علم بھی ہے اور صاحب فہم بھی اس لئے وہ جو بتارہا ہے وہ یقیناً حق ہوگا لہٰذا دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ یہ وہ اصل تعریف ہے جس کو سامنے رکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ شرعی علوم میں تقلید کے بغیر گزارا ہی نہیں ہے۔ گو کہ یہ معروف اصطلاحی تقلید نہیں لیکن عملاً تو تقلید ہی ہے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ عربی لغت جاننے کے لئے ائمہ صرف ونحو کی تقلید کی جاتی ہے۔

۲۔ راویوں کے ثقہ وضعف کو جاننے کے لئے ائمہ جرح وتعدیل اور اسما الرجال اور ان کے وضع کردہ اصولوں کی تقلید کی جاتی ہے۔

۳۔ راویوں کی پیدائش، رہائش، معاملات اور موت کے حالات جاننے کے لئے مورخین کی تقلید کی جاتی ہے۔

۴۔ حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے میں ائمہ محدثین کی تقلید کی جاتی ہے۔

۵۔ تلاوت قرآن میں بھی ہر مسلمان تقلید ہی کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید سات مختلف قراتوں میں نازل ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں تمام قراتوں کے ساتھ تلاوتِ کلام پڑھنے کی اجازت تھی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان تمام قراتوں کو ختم کرکے مسلمانوں کو ایک قرات پر جمع کردیا۔ تو آخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے صحیح ہونے کی ایسی کونسی دلیل تھی کہ کسی ایک صحابی رسول ﷺ نے بھی ان کے اس حکم سے اختلاف نہیں کیا؟ تمام صحابہ کرامؓ کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی دلیل نہ تو قرآن سے تھی اور نہ نبی ﷺ کے فرمان سے، محض اس حسن ظن وحسن عقیدت کے بناء پر خلیفہ وقت کے عمل کو بلادلیل تسلیم کرلیا گیا اور آنے والے مسلمانوں کے لئے مجتہد حاکم کی تقلید کی مثال قائم کردی۔ اسی طرح حجاج بن یوسف نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن کریم میں اعراب لگائے تاکہ وہ لوگ جو اعراب سے واقف ہیں نہ اوقاف کے دلائل سے واقف ہیں، قرآن مجید کی تلاوت صحیح طریقے سے کرسکیں۔ لہٰذا پوری امت مسلمہ پچھلے ۱۴۰۰ سالوں سے اس

حسن ظن پر وہ قرآن میں لگے اعراب کو قبول کرتے چلی آرہی ہے کہ لگانے والے نے بادلیل ہی لگائے ہونگے، یہی وجہ ہے کہ آج تک اس مسئلے میں کسی شخص نے دلیل کا تقاضہ نہیں کیا۔

”حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ـ رضى الله عنه ـ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَقْرَأَنِيهَا، وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا، فَقَالَ لِي "أَرْسِلْهُ". ثُمَّ قَالَ لَهُ "اقْرَأْ". فَقَرَأَ. قَالَ "هَكَذَا أُنْزِلَتْ". ثُمَّ قَالَ لِي "اقْرَأْ". فَقَرَأْتُ فَقَالَ "هَكَذَا أُنْزِلَتْ. إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ"“۔ ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان ایک دفعہ اس قرآت سے پڑھتے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قرآت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً ہی ان پر کچھ کر بیٹھوں، لیکن میں نے انہیں مہلت دی کہ وہ (نماز سے) فارغ ہو لیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں نے انہیں اس قرآت کے خلاف پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انہیں چھوڑ دے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا اب تم قرآت سناؤ۔ انہوں نے وہی اپنی قرآت سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تم بھی پڑھو، میں نے بھی پڑھ کر سنایا۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے۔ تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو“۔ (صحیح البخاری: ج۳، کتاب الخصومات، باب كَلاَمِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ، رقم الحدیث ۲۴۱۹)

٢٤١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَقْرَأَنِيهَا، وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَيَّ غَيْرَ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا. فَقَالَ لِي: ((أَرْسِلْهُ)). ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((اقْرَأْ)) فَقَرَأَ. قَالَ: ((هَكَذَا أُنْزِلَتْ)). ثُمَّ قَالَ لِي: ((اقْرَأْ)). فَقَرَأْتُ. فَقَالَ: ((هَكَذَا أُنْزِلَتْ، إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ)).

[أطرافه في: ٤٩٩٢، ٥٠٤١، ٦٩٣٦، ٧٥٥٠].

(۲۴۱۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے' انہیں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان ایک دفعہ اس قرأت سے پڑھتے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قرأت خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً ہی ان پر کچھ کر بیٹھوں' لیکن میں نے انہیں مہلت دی کہ وہ (نماز سے) فارغ ہو لیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور

548 نالشوں اور جھگڑوں کا بیان

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں نے انہیں اس قرأت کے خلاف پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انہیں چھوڑ دے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا اب تم قرأت سناؤ۔ انہوں نے وہی اپنی قرأت سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ سے آپ نے فرمایا کہ اب تم بھی پڑھو۔ میں نے بھی پڑھ کے سنایا۔ آپ نے اس پر بھی فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے' تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو۔

تشریح یعنی عرب کے ساتوں قبیلوں کے محاورے اور طرز پر اور کہیں کہیں اختلاف حرکات یا اختلاف حروف سے کوئی ضرر نہیں بشرطیکہ معانی اور مطالب میں فرق نہ آئے۔ جیسے سات قرأتوں کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید مشہور سات قرأتوں میں سے ہر قرأت کے موافق پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن شاذ قرأت کے ساتھ پڑھنا اکثر علماء نے درست نہیں رکھا۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراۃ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت فما استمتعتم منهن الی اجل مسمی

اسلام میں عملی مسائل کا اصل دارومدار تعامل امت پر ہے۔ جس حدیث پر امت بلانکیر عمل کرتی چلی آرہی ہو اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح جس حدیث پر پوری امت نے عمل ترک کردیا ہو اس کی سند خواہ کتنی ہی صحیح ہو وہ معلول قرار پاتی ہے۔ جیسے ابن ماجہ ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "ان الماء طهور لاينجسه شئى الا ماغلب على ريحه او طعمه او لونه"۔ ”بے شک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کی بُو، ذائقہ اور رنگ پر غالب ہوجائے“۔ (سنن ابن ماجہ: باب الماء الذی لاینجس؛ سنن الدار قطنی: باب الماء المتغیر؛ شرح معانی الآثار: باب الماء یقع فیہ النجاسۃ) یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کو جمہور علماء ومحدثین نے قبول کیا ہے اور اس پر امت میں ہمیشہ سے عمل رہا ہے۔ اسی لئے محدثین کا اصول ہے کہ جس حدیث کو امت میں تلقی بالقبول حاصل ہو تو وہ حدیث صحیح ہے۔

اسی طرح جن چیزوں کو امت کے علماء اور صلحاء نے قبول کرلیااور ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ جیسے قرآن کا ایک مصحف میں جمع کرنے کی کوئی دلیل نہیں البتہ صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور امت نے اس کو قبول کرلیا۔ اسی طرح تلقی بالقبول کی مثال صحیح بخاری کی مقبولیت ہے جس کی صحت کی بنیاد پر اس کو "اصح الکتاب بعد الکتاب اللہ"(قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب) کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں پھر بھی تمام مکاتب فکر کے لوگ صحیح بخاری کو قرآن کے بعد کا درجہ دیتےہیں۔

اسی طرح ہمارے علوم کا مدار پچھلوں کی ثابت شدہ تحقیق پر ہوتا ہے۔ اس میں بتانے والے کی علمیت پر حسن ظن قائم ہوتا ہے کہ وہ صحیح بتائے گا۔ جس طرح محدثین خاص طور پر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اور صحاح ستہ کے مؤلفین کی تحقیق پر اعتماد اس حسن ظن پر قائم ہے کہ انہوں حدیث کی صحت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کی بنیاد کسی دلیل پر ہے۔بالکل اسی طرح مجتہدین کے متعلق بھی ہم یہی حسنِ ظن رکھتےہیں کہ انہوں کسی مسئلے میں جو قول وفتویٰ صادر فرمایا ہے اس کی بنیاد قرآن کی آیت یاحدیث پرہی ہوگی۔

کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت خود ایک بہت بڑا کام ہے جو ہر کس و ناکس کے بس کی چیز نہیں۔ عام طور پر علمائے کرام بھی کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ تقلیدًا ہے نہ کہ تحقیقًا۔ علم کی دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ پچھلوں کی ثابت شدہ تحقیق کو مان کر چلنا پڑتا ہے۔ ورنہ علوم کی ترقی رک جائے گی اورہر شخص خود کو علمی ودینی معاملات میں عقلِ کُل ثابت کرتے ہوئے پچھلوں کی تحقیق کو ناقص قرار دیتے ہوئے ان پر کیچڑ اچھالتارہے گا، جیساکہ موجودہ دور کے غیر مقلد علماء وجہلاءامام ابوحنیفہؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ پر کیچڑاچھالتے رہتے ہیں۔

تقلید کاانکار کرکے علماءِ غیر مقلدین نے عام اورلاعلم مسلمانوں کو ایک ایسی گمراہی کے دلدل میں دھکیل دیا ہے جہاں ایک عامی شخص کا سب سے پہلے فقہاءاورائمہ مجتہدین پرسے اعتماد ختم ہوتاہےاورپھر آہستہ آہستہ ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین پرسے بھی اعتماد ختم ہوجاتاہے،کیونکہ تقلید کسی کے علم اور تقویٰ پراعتماد کی بنیاد پرہی کی جاتی ہے،لہٰذا جب لوگوں کا خیرالقرون کے زمانے کے تابعین وتبع تابعین (یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدابن حنبلؒ) پر سے اعتماد ختم ہوگیا توپھر ان کے بعد کے ائمہ محدثین (یعنی امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒوغیرہ) پراعتماد کیسے قائم رہ سکتاہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقلید کا انکارکرتے ہوئے منکرینِ فقہ نے ”اہل حدیث“ کے نام کا دِلکش لیبل لگاکرسب سے پہلےائمہ مجتہدین و فقہاءکی تقلید کاانکارکیا، پھر ان ہی کے نقشِ قدم پرچلتے ہوئے منکرینِ حدیث نے ”اہل قرآن“ کے نام کا دِلکش لیبل لگاکر ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین کی تقلید کابھی انکار کرڈالا۔ اس طرح عام ولاعلم مسلمانوں کو گمراہی کے ایسے دلدل میں دھکیل دیاگیاجہاں سے تقلید واعتماد کیئے بغیرنکلناممکن نہیں۔ کیونکہ جب ایک لاعلم اورجاہل شخص تقلید کی قید سے آزاد ہوتاہے توپھراس کی بریکیں فیل ہوجاتی ہیں، پھروہ نہ کسی مجتہدکافتویٰ قبول کرتاہے، نہ کسی مفسرکی تفسیر، نہ کسی امام کی جرح قبول کرتاہےاورنہ ہی کسی محدث کی توثیق۔ ایساشخص وہی کچھ قبول کرتاہےجو اس کا نفس اورشیطان اس کے دماغ میں ڈالتاہے۔ پھر وہ اپنے ناقص علم وعقل سے قرآن و حدیث کی ایسی تشریح کرتاہےجواس سے پہلے کسی مجتہد، مفسر، محدث امام نے نہیں کی ہوتی۔ اس طرح خودبھی گمراہ ہوتاہے اوراپنے جیسے دوسرے جہلاء کوبھی گمراہ کرتاہے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتے ہیں: ”وَاَنزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ “۔”ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس کی تشریح فرمائیں“۔ {سورۃ النحل: ۴۴}

مندرجہ بالاآیت سے معلوم ہواکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تبیین اور تشریح کاہے، آیت مبارکہ میں ذکر سے مراد قرآن، بیان سے مرادفقہ وحدیث، تفکر سے مراد اجتہاد واستنباط ہے۔

جس طرح قرآن مجید کی تشریح کا حق اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبررسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا تھا، بالکل اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فرمان کی تشریح کا حق اپنے ورثاءکو عطافرمایاہے۔

”بَابُ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ“۔”اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے“۔

”وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ- وَرَّثُوا الْعِلْمَ - لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَمَا يَعْقِلُهَا إِلاَّ الْعَالِمُونَ}، {وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ} وَقَالَ: {هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ} وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ"- وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ- ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لأَنْفَذْتُهَا- وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: {كُونُوا رَبَّانِيِّينَ} حُكَمَاءَ فُقَهَاءَ- وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ“۔

”(حدیث میں ہے) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (اور) پیغمبروں نے علم (ہی) کا ورثہ چھوڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور (دوسری جگہ) فرمایا اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔اور فرمایا، کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیت "کونوا ربانیین" سے مراد حکماء، فقہاء، علماء ہیں۔ اور "ربانی" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے"۔ (صحیح البخاری :کتاب العلم:بَابُ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ: رقم الحدیث:٦٧)

250 — علم کے بارے میں

١٠- بَابٌ: العِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالعَمَلِ

لِقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ﴾ فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، وَرَّثُوا الْعِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ. وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾.

وَقَالَ: ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلاَّ الْعَالِمُونَ﴾. ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾. وَقَالَ: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ﴾. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ)). وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ - وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ - ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لأَنْفَذْتُهَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُونُوا رَبَّانِيِّينَ حُكَمَاءَ فُقَهَاءَ عُلَمَاءَ. وَيُقَالُ: الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ.

باب اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فاعلم انه لا اله الا الله" (آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے) تو (گویا) اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتدا فرمائی اور (حدیث میں ہے) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (اور) پیغمبروں نے علم (ہی) کا ورثہ چھوڑا ہے۔ پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے (دولت کی) بہت بڑی مقدار حاصل کر لی۔ اور جو شخص کسی راستے پر حصول علم کے لئے چلے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور (دوسری جگہ) فرمایا اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور فرمایا' اور ان لوگوں (کافروں) نے کہا اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے تو جہنمی نہ ہوتے۔ اور فرمایا' کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔ اور علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اس پر تلوار رکھ دو' اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا' اور مجھے گمان ہو کہ میں نے نبی ﷺ سے جو ایک کلمہ سنا ہے' گردن کٹنے سے پہلے بیان کر سکوں گا تو یقیناً میں اسے بیان کر ہی دوں گا اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیت "کونوا ربانیین" سے مراد حکماء' فقہاء' علماء ہیں۔ اور ربانی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے

"حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ "إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا، يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا، اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا""۔"حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھا لے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، اوران سے (دینی مسائل) پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے"۔ (صحیح البخاری: ج١، کتاب العلم، باب کَیْفَ یُقْبَضُ الْعِلْمُ، رقم الحدیث ١٠٠)

٣٤- بَابُ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ

باب اس بیان میں کہ علم کس طرح اٹھالیا جائے گا؟

١٠٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا)). قَالَ الْفِرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ.

[طرفه في : ٧٣٠٧].

(١٠٠) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' ان سے مالک نے ہشام بن عروہ سے' انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا' انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھا لے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے' ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لئے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ فربری نے کہا ہم سے عباس نے بیان کیا' کہا ہم سے قتیبہ نے' کہا ہم سے جریر نے' انہوں نے ہشام سے مانند اس حدیث کے۔

علم کے بارے میں — 272

مندرجہ بالا احادیث سے علماء و فقہاء کی اہمیت اور ان کے مقام کی افضلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر مقلدین حضرات کا علماء کی تقلید سے انکار کرتے ہوئے ہر جاہل شخص کے ہاتھوں میں قرآن و حدیث تھما کر تحقیق کا اہل قرار دینا ایک بہت بڑی حماقت اور جہالت ہے۔کیونکہ عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہوسکتےاور علم کی باتین عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

دوسری حدیث سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ جب پختہ کار علماء نہیں رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا کر ان کی تقلید کرتے ہوئے ان سے فتوے لیں گے اور گمراہ ہونگے۔ جیساکہ آج کل زبیر علی زئی، پروفیسر غامدی اورانجنیئر علی مرزا کی تقلید کی جارہی ہے لیکن اس پر لیبل قرآن و حدیث کا لگایا جاتا ہے۔

"حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَاکَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِئُهُ أَبْنَائَنَا وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَائَهُمْ إِلَی يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ ثَکِلَتْکَ أُمُّکَ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَاکَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ أَوَلَيْسَ هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَی يَقْرَئُونَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْئٍ مِمَّا فِيهِمَا"۔ "حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے کسی بات کا ذکر کر کے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب علم اٹھ جائے گا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم علم کیسے اٹھ جائے گا حالانکہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بیٹوں کو (اسی طرح نسل در نسل) قیامت تک پڑھاتے رہیں گے فرمایا زیاد تیری ماں تجھ پر روئے (یعنی تم نادان نکلے) میں تو تمہیں مدینہ کے سمجھ دار لوگوں میں شمار کرتا تھا کیا یہ یہود و نصاری تورات اور انجیل نہیں پڑھتے لیکن اس کی کسی بات پر عمل نہیں کرتے"۔ (سنن ابن ماجہ: ج۳، ابواب الفتن، باب قرآن اور علم کے اٹھ جانے کا بیان، رقم الحدیث۴۰۴۸)

بَابُ ذَهَابِ الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ

باب: قرآن اور علم کے اٹھ جانے کا بیان

٤٠٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا، فَقَالَ: ((ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِئُهُ أَبْنَاءَنَا وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَاءَهُمْ، إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ. أَوَلَيْسَ هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ، لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا؟)).

[صحيح، مسند احمد: ٤/ ١٦٠؛ شرح مشكل الآثار للطحاوي: ٣٠٥؛ المستدرك للحاكم: ٣/ ٥٩٠]

(٤٠٤٨) زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے گفتگو کے دوران میں کسی چیز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "یہ اس وقت رونما ہوگی جب علم اٹھ جائے گا۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! علم کیسے اٹھ جائے گا، جبکہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں، اپنے بیٹوں (اولادوں) کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں (اولادوں) کو پڑھائیں گے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ آپ نے فرمایا: "زیاد! تیری ماں تجھے گم پائے، میں تو تمہیں مدینے کا سب سے سمجھ دار آدمی خیال کرتا تھا۔ کیا یہ یہودی اور عیسائی تورات اور انجیل نہیں پڑھتے؟ (یقیناً وہ ان کتابوں کو پڑھتے ہیں مگر) ان میں موجود حکم پر عمل نہیں کرتے۔"

أَبْوَابُ الْفِتَنِ — 425/3 — فتنہ و آزمائش سے متعلق احکام

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ محض قرآن مجید پڑھ لینے سے یا اس کے معنیٰ کا علم رکھنے سے دین کی سمجھ عطا نہیں ہوجاتی بلکہ دین کی سمجھ تفقہ وبصیرت اور مہارت سے حاصل ہوتی ہے جو ہر کسی کے بس کا کام نہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے پتہ چلتا ہے۔

سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "مَن يُرِدِ اللّٰهُ بِه خَيرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ"۔ ”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اسے دین (کتاب وسنت) کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتے ہیں“۔ (صحیح البخاری: ج۱، کتاب العلم، باب مَنۡ يُرِدِ اللّٰہُ بِہِ خَيۡرًا يُفَقِّهۡهُ فِي الدِّيۡنِ، رقم الحدیث ۷۱)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الإِسْلاَمِ إِذَا فَقِهُوا"۔ ”پھر جاہلیت میں جو لوگ شریف اور اچھے عادات و اخلاق کے تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی شریف اور اچھے سمجھے جائیں گے جب کہ وہ دین کی سمجھ بھی حاصل کریں“۔ (صحیح البخاری: ج۴، کتاب أحادیث الأنبیاء، بَاب: {أَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَاءَ إِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوبَ الۡمَوۡتُ} إِلَى قَوۡلِهِ: {وَنَحۡنُ لَهُ مُسۡلِمُونَ}، رقم الحدیث ۳۳۷۴)

نبی کریم ﷺ نے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دُعا دیتے ہوئے فرمایا: "اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"۔ ”اے اللہ! اسے دین کی فقاہت عطا کر دیں“۔ (صحیح البخاری: ج۱، کتاب الوضوء، باب وَضۡعِ الۡمَاءِ عِنۡدَ الۡخَلَاءِ، رقم الحدیث ۱۴۳)

آخر میں ایک اور چھوٹی سی مثال پیش کیئے دیتا ہوں تاکہ قارئین کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوجائے۔ فرض کریں کہ موجودہ دور کا کوئی محدث صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے صرف بالاتفاق صحیح احادیث کا انتخاب کرتاہے اوران تمام احادیث کو چھوڑدیتا ہے جس پر امت کے کسی بھی طبقے یا محدث نے کسی بھی قسم کا شبہ یا اعتراض قائم کیاہواور حدیث کی ایک نئی کتاب تشکیل دیتاہے اور کہتاہے کہ میری یہ کتاب "اصح الکتاب بعد الکتاب اللہ" (قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے)توکیا کوئی مسلمان اس کی اس بات کو قبول کریگا؟ ہرگز نہیں۔ حالانکہ اس نے بھی تو ان ہی کتابوں سے احادیث جمع کی ہیں جن کو ہم قرآن کے بعد کا درجہ دیتے ہیں پھر بھی کوئی مسلمان اس کی بات قبول نہیں کریگا۔ بالکل اسی طرح سے ائمہ اربعہ کے جواقوال وفتاوجات جن پر امت پچھلے ۱۴۰۰ سالوں سے عمل پیراہے، ان کے خلاف موجودہ دور کا کوئی عالم کوئی نیافتویٰ پیش کریگاتو امت اس کے فتوے کو قبول نہیں کریگی۔ کیونکہ جس طرح علم حدیث کے معاملے میں امت ۱۴۰۰ سالوں سے ائمہ محدثین پراعتمادکرتی آئی ہے بالکل اسی طرح سے علم فقہ کے معاملے میں بھی امت کا۱۴۰۰ سالوں سے ائمہ اربعہ پر اعتمادرہاہے۔

اتباع اور تقلید میں فرق

تقلید کا معنیٰ لغت میں پیروی ہے اور لغت کے اعتبار سے تقلید،اتباع، اطاعت اور اقتداء کے سب ہم معنیٰ ہیں۔ (مختار الصحاح: ۴۸۲، موسوعہ فقہیہ: ۱ / ۲۶۴ - ۲۶۵، فیروز الغات: ا - ت، صفحہ ۳۵، ۲۱۲)

یہ دعوا بلکل غلط ہے کہ اصل لفظ "اتباع" ہے جو صرف اور صرف اللہ و رسول ﷺ (قرآن و حدیث کی) دلیل کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں، کیونکہ یہی لفظ "اتباع" نفس و شیطان کی پیروی،اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور غیر عالم کی پیروی کے لئے بھی قرآن میں استعمال ہواہے، تو وہ کونسی اور کیا "دلیل" دیتے تھے کہ ان کے لئے بھی لفظ "اتباع"استعمال کیا گیا اور ان کی اتباع سے روکا بھی گیا؟

اور جن قرآنی آیات سے بے علم و عقل اور بے ہدایتے آباء و اجداد کی"تقلید" کا حرام و شرک ہونا ثابت کیا جاتا ہے، ان میں لفظ اتباع کاترجمہ تقلید کیوں کیا جاتا؟

القاموس الجدید اردو عربی ۳۵ اپیل خارج کرنا

اِسْتِغَاثَة، طَلَبٌ، نِدَاء.
اپیل خارج کرنا: إلْغَاءُ الْمُرافَعَة.
اپیل جج: قَاضِيُ الاستئناف.
اپیل کرنا: اِسْتَأنَفَ الدَّعْوى أمَامَ المَحْكَمَةِ العُلْيَا، رَفَعَ الأمْرَ إلى......، رَفَعَ القَضِيَّةَ والدَّعْوى إلى المَحْكَمَة للاسْتِئْنَاف، رَافَعَ إلى، تَوْجِيه الدَّعْوَة إلى، اِحْتَكَام الى......، لُجُوْ الى......، الاسْتِغاثَةُ بِ......، أهَابَ بِهِ إهَابَةً، وَجَّهَ إلى الأمَّةِ نِدَاءً (حَارًّا) رَاقَهُ الشئ وأعْجَبَه، نَاشَدَ بِكَذا مُنَاشَدَةً.
اپیل کنندہ: طَالِبُ الاسْتِئْنَاف، مُسْتَأنِفُ الدَّعْوى، المُنَاشِدُ، المُحْتَكِم الى......، المُسْتَأنِف.
اپیل کورٹ: مَحكمَةُ الاسْتِئْنَاف.
اپیل ماننا: التَّجَاوُبُ للنِّدَاء.
اپیل منظور کرنا: قُبُولُ المُرَافَعَة.
اپیل نوٹس: إخْطَارٌ بِالاسْتِئْنَاف.

ا............ت

اتار: اِنْحِدَارُ الأرض، اِنْخِفَاضُ الشئ، أرْضٌ مُنْحَدِرَة، هُبُوط.
اتار پر: فى هُبُوط، فى نُزُوْل.
اتار چڑھاؤ: خَفْضٌ ورَفْعٌ، صُعُوْد وهُبُوْط، تَقَلُّب، ج: تَقَلُّبَات، الانْتِعَاش والانْكِمَاش.
اتار چڑھاؤ ہونا: تَعَاقُبُ الانْتِعَاش......

اتارنا: إنْزَال، إهْبَاط.
اتالیق: مُعَلِّم، مُرَبِّيٌ، مُدَرِّب، مُرَاقِب.
اتباع: اِحْتِذَاء، اِتِّبَاع، تَقْلِيْد.
اتحاد: التَّجَمُّع، التَّلاحُم، التَّحَالُف، الائتِلاف، اتِّحَاد، وَحْدَة، وِئَام، تَوَافُق، تَسَانُد، تَعَاضُد، تَكَاتُف، تَضَامُن.
اتحاد پیدا کرنا: إيْجَادُ الوِئَام والتَّوَافُق والوَحْدَة.
اتحاد ثلاثہ: حِلْف ثُلاثِي.
اتحاد سے متعلق: وَحْدَوِيّ.
اتحاد عمل پیدا کرنا: تَنْسِيْقُ العَمَل بَيْن، تَوْحِيْدُ الخُطُوَات.
اتحاد کا علم بردار: رَائِدُ التَّضَامُن.
اتحاد کو نقصان پہنچانا: ضَرْبُ الوَحْدَة.
اتحاد کی فضاء میں: وَسَط مُنَاخ وِفَاقِيّ.
اتحاد کی کارروائی: عَمَل وَحْدَوِيّ.
اتحاد کی دھجیاں اڑانا: تَمْزِيْقُ التَّضَامُن.
اتحاد مضبوط کرنا: تَعْزِيْزُ التَّضَامُن.
اتحادی حکومت: حكومَة ائتِلافِيَّة.
اترا کر چلنا: رَفَلَ ـُـ رَفْلاً.
اتراہٹ: زَهْو، تَبَخْتُر، بَطَرٌ، مَرَح، اِفْتِخَار، غَطْرَسَة.
اتصال: مُبَاشَرَة.
اتفاق: مُصَادَفَة، مُفَاجَأة، اِتِّحَاد، اِتِّفَاق، اِئْتِلاف، تَوَافُق، صُدْفَة.
اتفاقاً: بالمُصَادَفَة، مُصَادَفَةً، مُفَاجَأةً، فَجْأةً، مِن طَرِيْقِ المُصَادَفَة.

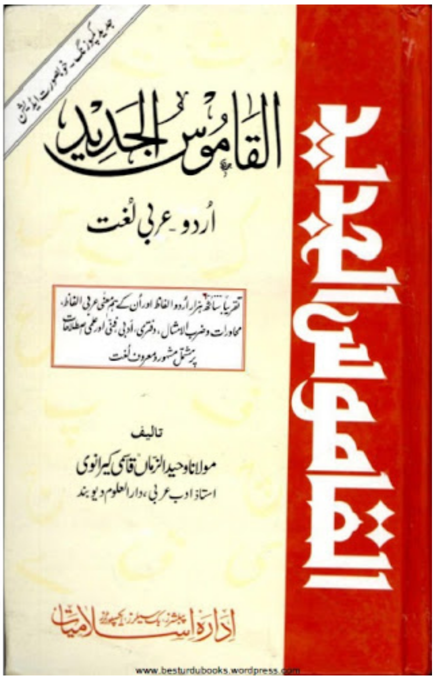

القاموس الجدید اردو عربی ۳۱۲ تقریبا

مَنْصِب، تَوَظُّف فى......
تقریباً: تَقْرِيْبًا، حَوَالَي، زُهَاء.
تقریباً اتنا: قُرَابَة كذا.
تقریب: مُنَاسَبَة، اِحْتِفَال، عِيْد ج: أعْيَاد، حَفْلٌ.
تقریب شادی: حَفْلَةُ الزَّوَاج، مُنَاسَبَةُ الزَّوَاج.
تقریب کی کارروائی: وَقَائِعُ الحَفْل.
تقریر: خُطْبَة ج: خُطَب، خِطَاب ج: خِطَابَات، كَلِمَةٌ ج: كَلِمَات، مُحَاضَرَةٌ ج: مُحَاضَرَات (صفت) بَلِيْغ، بَدِيْع، فَخْم، قَيِّم.
تقریر کرنا: خَطَبَ ـُـ ألْقَى خِطَابًا و مُحَاضَرَةً و كَلِمَةً أمَامَ...... فى مَوْضُوْع كذا.
تقریر کے لئے اسٹیج پر آنا: اِعْتِلاءُ مِنَصَّة الخِطَابَة او المِنْبَر.
تقریر نشر کرنا: اَذَاعَ كَلِمَتَه بالرَّادِيُو بِمُنَاسَبَة كذا.
تقریر کے لئے کہنا: طَلَبَ اَحَدًا.
تقریروں میں مقابلہ: المُزَايَدَة فى الخُطَب و المُسَابَقَة فيها.
تقریری: خِطَابِيّ، شَفَوِيّ.
تقریری امتحان: الامْتِحَانُ الشَّفَوِيّ.
تقریری جلسہ: مَهْرَجَان خِطَابِي ج: مَهْرَجَانَات.
تقریظ: تَقْرِيْظ ج: تَقَارِيْظ، رَأي عن......، تعليق على......

اِقْتِسَام.
تقسیم اسلحہ: تَوْزِيْعُ اسلحة.
تقسیم سامان یا مکانات (مالکوں یا گاہکوں کو): تَسْلِيْمُ البَضَائع اَو المَنَازِل لِـ......
تقسیم کار: تَوْزِيْعُ الاَعْمَال على......، مُقَاسَمَةٌ و مُشَاطَرَةُ الاَعْمَال، تَقْسِيْمُ العَمَل.
تقسیم کرنا: وَزَّعَ، قَسَّمَ، فَصَلَ، فَرَّق شَطَرَ ـُـ شَطْرًا.
تقسیم ہونا: تَقَسَّم وانْقَسَمَ الى، تَوَزَّعَ وانْفَصَل وانْشَطَر.
تقصیر وار: مُقَصِّر.
تقطیع: قَطْعٌ (جَيْبِيٌّ صَغِيْر، كَبِير) تَقْطِيْعُ الشِّعْر الى اَجْزَاء عَرُوْضِية (الكتابُ بقطعٍ صَغِير وكَبير).
تقلید: إِحْتِذَاء...... تقليد، اتباع.
تقلید کرنا: قَلَّدَه، حَاكَاه، اِتَّبَعَ خُطَاه، اِحْتَذَى حَذْوَه، نَسَجَ على مِنْوَاله، اِنْتَهَجَ نَهْجَه، سَارَ على طَرِيْقه.
تقلیدی اسلحہ: اَسْلِحَة تَقْلِيْدِيَّة.
تقلیدی مکتب فکر: اَلْمَذْهَبُ التَّقْلِيْدِيّ.
تقوی: تُقًى، وَرَع.
تقویت پہونچانا: اِسْنَادٌ، تَعْزِيْز.

ت............ک

تک: اِلَى، حَتّٰى.
تکان: تَعَبٌ، إعْيَاء.
تکان ہونا: تَعِبَ ـَـ تَعَبًا.
تکبر: غَطْرَسَة......

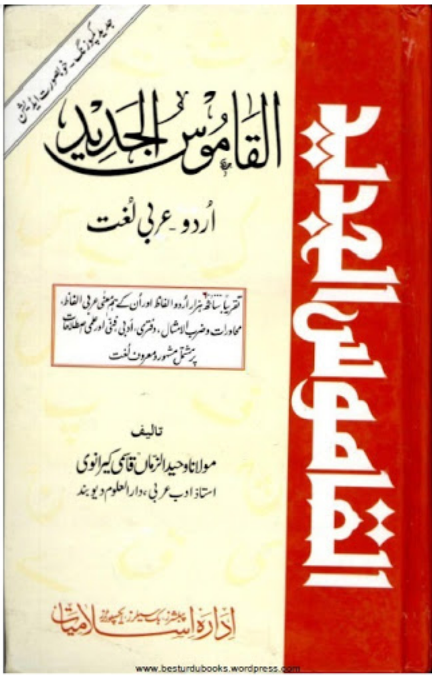

آتاولا دھنا سُورج کی تانت۔ [مثل] بہت ہی جلدی کرنے والا اناڑی آدمی۔
آتاولا سو باولا۔ [مثل] بے سوچے سمجھے جلدی سے کام کرنے والا دیوانہ ہوتا ہے
آتاولی۔ (آ۔تا۔وَ۔لی) [ع۔ا۔مث] (۱) جلدی عجلت۔ کھلبازی (۲) چنچل پن۔
(۳) آتاولا کی تانیث۔
آتائی۔ (ا۔ت۔ا۔ی) [و۔صف] بے اُستاد جس نے کسی فن یا علم کو باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو یا وہ اس کا آبائی پیشہ نہ ہو۔
اِتّباع۔ (اِت۔ت۔باع) [ع۔ا۔مذ] پیروی کرنا۔ تقلید (۲) اطاعت فرمانبرداری۔
اُتپن۔ (اُت۔پن) [ہ۔ا۔صف] (۱) پیدائش۔ نسل۔ قبیلہ (۲) پیداوار۔ وصول شدہ معاملہ۔
اِتّحاد۔ (ات۔ت۔حاد) [ع۔ا۔مذ] (۱) یکجہتی۔ ملاپ۔ دوستی۔ ایکا۔
(۲) محبت۔ اخلاص (۳) میل جول (۴) باہمی موافقت
اِتّحادی۔ (ات۔تے۔حادی) [ع۔صف و ا۔مذ] (۱) اتحاد سے متعلق (۲) ساتھی رفیق۔ دوست۔ حلیف (۳) باہمی معاہدہ سے وابستہ۔ معاہد۔ معاہدین۔
اِتحاف (ات۔ت۔حاف) [ع۔ا۔مذ] تحفہ دینا۔ ارمغان۔ سوغات۔
اُتر۔ (اُت۔تر) [س۔ا۔مذ] (۱) شمال (۲) جواب (۳) ایک ویدک گیت۔
اُتر جاؤ کہ دکھن، وہی کرم کے لچھن۔ [مثل] جہاں بھی جاؤ قسمت اپنے ساتھ ہے۔
اُتر میمانسا۔ ویدانت فلسفے کی ایک مشہور کتاب
اُترا۔ (اُت۔را) [ہ۔صف] (۱) اترا ہوا۔ معزول (۲) پہن کر اترا ہوا لباس۔
اُترا شحنہ مردک نام [مثل] عہدے سے علیحدہ ہونے پر عزت نہیں رہتی۔
اُترا کھائی ہوا مانی۔ [مثل] جو چیز کھا کر حلق سے اتار لی جائے وہ مٹی کے برابر ہے۔
اُترا ہوا۔ بھٹا ہوا (۲) باسی۔ زوال پذیر۔ بوسیدہ۔
اُترآنا۔ (اُتر۔آ۔نا) [ہ۔مص] (۱) آمادہ ہونا (۲) اُوپر سے نیچے آنا۔

[illegible]

تقلّب۔ (ت۔قل۔لب) [ع۔ا۔مذ] (۱) پھرنا۔ اُلٹنا (۲) تبدیلی۔ ترمیم۔
(۳) حیاتیات کی اصطلاح میں تبدیل نوع۔
تقلید۔ (تق۔لید) [ع۔ا۔مث] نقل۔ پیروی۔ کسی کے قدم بقدم چلنا۔ کسی کی متابعت کرنا۔
تقلیدی۔ (تق۔لی۔دی) [ع۔صف] نقل کیا ہوا۔ نقلی۔
تقلیل۔ (تق۔لیل) [ع۔ا۔مث] (۱) کم کرنا۔ تھوڑا کرنا (۲) کمی۔ قلت۔
تقلیل قدر زر۔ زر (سکّہ) کی قیمت گھٹانا۔
تقوا۔ (تق۔وا) [ع۔ا۔مذ] (۱) سہارا۔ بھروسہ۔ ہمت (۲) تسلی۔ اطمینان۔
تقویٰ۔ (تق۔وی) [ع۔ا۔مذ] خدا کا خوف۔ پرہیزگاری۔ پارسائی۔ اپنے آپ کو گناہ سے بچانا۔
تقویت۔ (تق۔وِ۔یَت) [ع۔ا۔مث] (۱) مضبوط کرنا۔ طاقت دینا (۲) طاقت۔ قوت (۳) تسلی۔ تسکین (۴) پشتی۔ مدد۔
تقویم۔ (تق۔ویم) [ع۔ا۔مث] (۱) سیدھا کرنا (۲) قائم کرنا (۳) قیمت لگانا (۴) اندازہ (۵) جنتری۔ پترا۔ وہ کتاب جس میں سال بھر کی تاریخیں ستاروں کے مقامات اور گہن وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے۔ کیلنڈر۔
جمع: تقاویم۔
تقویم پارینہ۔ [ع۔ف۔ا۔مث] (۱) پرانی جنتری (۲) بیکار چیز۔ نکمی چیز (۳) (کنایۃً) بوڑھا آدمی۔
تقویم پارینہ بکار نمی آید۔ [مثل] پرانی جنتری کسی کام نہیں آتی۔ فضول چیز کو سنبھال کر رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔
تقویمی۔ (تق۔وی۔می) [ع۔صف] جنتری سے متعلق۔
تقویمی مہینہ۔ [ع۔ا۔مذ] شمسی مہینہ۔
تقی۔ (تَ۔قی) [ع۔صف] خدا سے ڈرنے والا۔ پرہیزگار۔ پارسا۔
تقیید۔ (تَ۔قی۔ید) [ع۔ا۔مذ] (۱) قید کرنا (۲) تاکید۔ تنبیہہ۔
تقیہ۔ (تَ۔قی۔یہ) [ع۔ا۔مذ] (۱) خدا کا ڈر۔ پرہیزگاری (۲) وہ راز جو دل میں ہو مگر کسی کے خوف سے ظاہر نہ کیا جائے (۳) ڈر کی وجہ سے حق پوشی کرنا (۴) شیعہ مسلمانوں کے عقیدے میں کسی ظلم کے ڈر سے حق پوشی۔

ت ـــ ک

تک۔ [ہ۔ا۔مث] (۱) بڑی ترازو۔ جس کو زمین پر نصب کرتے ہیں (۲) حرفِ جار (۱) پاس۔ نزدیک (۲) حد اور فاصلہ ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔

[illegible]

تکّا۔ (تِک۔کا) [ف۔ا۔مذ] (۱) گوشت کا ٹکڑا۔ لمبی یا پتلی بوٹی (۲) لوتھڑا۔ (۳) بخیہ۔
تکّا اُتارنا۔ (۱۔محاورہ) گوشت کی بوٹیاں وار کر چیلوں کو ڈالنا۔
تکّا بوٹی کرنا۔ (۱۔محاورہ) (۱) ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ دھجیاں اُڑانا (۲) بانٹ لینا۔
تکّے (کباب) لگانا۔ (۱۔محاورہ) (۱) کباب لگانا (۲) چھیڑنا۔ طنز کرنا۔ (۳) طعن و تشنیع کرنا۔
تُکّا۔ (تُک۔کا) [ا۔مذ] وہ تیر جس میں بھال نہ ہو بلکہ گھنڈی یا گرہ ہو۔ بان۔ ناوک (۲) اٹکل۔ اٹکل کی گپ۔
تُکّا چلانا۔ (۱۔محاورہ) (۱) اٹکل پچو تیر چلانا (۲) کوئی فضول کام کرنا۔
تکّا سا۔ (۱۔صف) تیر کی طرح سیدھا۔
تکّا سا کھڑا رہنا۔ (۱۔محاورہ) ہر وقت موجود کھڑا رہنا۔ سر پر کھڑا رہنا۔
تکّا سی ڈاڑھی۔ تیر کی طرح داڑھی۔ بکّی داڑھی۔
تکّا سی سیدھی۔ (۱۔صف) بہت سیدھی۔
تکّا فضیحتی۔ تو تو میں میں۔ ذلت و رسوائی۔ جھگڑا۔ تکرار۔
تکاسل۔ (تَ۔کا۔سُل) [ع۔ا۔مذ] سستی۔ کاہلی۔ آرام طلبی۔
تکا کرنا۔ (۱۔محاورہ) حسرت سے دیکھنا۔
تکالیف۔ (تَ۔کا۔لیف) [ع۔ا۔مث] تکلیف کی جمع۔ تکلیفیں۔ مصیبتیں۔
تکان۔ (تَ۔کان) [ا۔مث] تھکن۔ ماندگی۔ کسل مندی۔
تکان اُتارنا۔ (۱۔محاورہ) (۱) تھکاوٹ رفع کرنا (۲) تازہ دم ہونا۔ (۳) ہم بستر ہونا۔
تکان اُترنا۔ (۱۔محاورہ) (۱) تھکاوٹ رفع ہونا (۲) سستی دور ہونا۔
تکان پہنچنا۔ (۱۔محاورہ) صدمہ پہنچنا۔ تکلیف پہنچنا۔
تکان ہونا۔ (۱۔محاورہ) (۱) تھک جانا۔ تھکاوٹ ہونا (۲) سستی ہونا۔
تکبّر۔ (تَ۔کب۔بُر) [ع۔ا۔مذ] (۱) بڑائی کا اظہار (۲) غرور۔ گھمنڈ۔
تکبّر عزازیل را خوار کرد۔ بہ زندان لعنت گرفتار کرد۔ } غرور نے شیطان کو ذلیل کیا اور لعنت کے طوق میں گرفتار کیا۔ تکبّر ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔
تکبّلی۔ (تَک۔ب۔لی) [ق۔ا۔مث] (۱) جلدی (۲) بے تابی۔ بے چینی۔
تکبیر۔ (تک۔بیر) [ع۔ا۔مث] اللہ اکبر کہنا۔ خدا کی بڑائی کرنا۔
تکبیر اولیٰ۔ نماز کی پہلی تکبیر۔
تکبیر تحریمہ۔ وہ تکبیر جسے کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے سوائے ادائے نماز کے تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔

[illegible]

وَمَتَاعَهُ عَلٰى قَلْتٍ اِلَّا مَا وَقَى اللّٰهُ: مسافر خود اور اس کا مال ومتاع کے تلف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اِلَّا یہ کہ جسے اللہ رکھے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ علماء لغت میں سے بھی کسی نے موجودہ دور میں اس قول کو بیان کیا ہو جس طرح بعض فقہاء اسے اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں۔

المَقْتَلَةُ: جائے تلف وہلاکت۔

ق ل ح — القَلَحُ: (قاف اور لام مفتوح) دانتوں پر جمی ہوئی زردی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسے شخص کو جس کے دانتوں پر زردی ہو اَقْلَحُ کہتے ہیں۔

ق ل د — القِلَادَةُ: ہار۔ جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔

قَلَّدَهُ، فَتَقَلَّدَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔ اسی سے لفظ تَقْلِيْد مشتق ہے۔ یعنی التقليد في الدين: دین میں کسی شخص کی پیروی۔

تَقْلِيْدُ الوُلَاةِ الأَعْمَالَ: والیوں کا دوسروں کے ذمے کام لگانا۔

تَقْلِيْدُ البَدَنَةِ: قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنا، تاکہ یہ پہچان ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

تَقَلَّدَ السَّيْفَ: اس نے گلے میں تلوار لٹکائی۔

الإِقْلِيْدُ: (ہمزہ مکسور) چابی۔

المِقْلَدُ بروزن المِبْضَعُ: چابی۔ اس کی مثال المِبْخَلُ ہے۔ اس کی جمع المَقَالِيْدُ ہے۔

ق ل س — القَلْسُ: بروزن فَلْسٌ: بہتان یا تہمت لگانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ خلیل کا قول ہے القَلْسُ مَا خَرَجَ مِنَ الحَلْقِ مِلْءَ الفَمِ اَوْ دُوْنَهُ وَلَيْسَ بِقَيْءٍ: قَلْس کا معنی قے کے علاوہ حلق سے منہ بھر کر کسی چیز کا نکلنا ہے۔ اور اگر کوئی دوبارہ اس طرح سے نکلے تو پھر وہ قے ہے۔

القَلَنْسُوَةُ: (قاف مفتوح) ٹوپی۔ اس کی جمع قَلَانِسُ ہے۔ چاہیں تو قَلَاسِي اور قَلَانِيْسِ یا قَلَاسِيَ بھی کہہ سکتے ہیں۔

قَدْ قَلْسَاهُ فَتَقَلْسَى: اس نے اسے ٹوپی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ تَقَلْنَسَ وتَقَلَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ق ل ص — قَلَصَ الشَّيْءُ: چیز اوپر اٹھی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہی معنی قَلَّصَ تَقْلِيْصًا اور تَقَلَّصَ کا ہے۔ یعنی وہ جڑ گیا۔ یا سکڑ گیا۔

قَلَصَ الثَّوْبُ بعد الغَسْلِ: کپڑا دھونے کے بعد سکڑ گیا۔

شَفَةٌ قَالِصَةٌ: سکڑے ہوئے ہونٹ۔

(یا بد دعا کے طور پر) اللہ اسے ہلاک کر دے۔

هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَاهُمْ فِيْهِ: وہ اپنے کرتوتوں کے باعث ہلاک ہونے والے ہیں۔

ت ب ع — تَبِعَهُ: وہ اس کے پیچھے چلا، یا اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَلِمَ ہے۔ اسی طرح اِتَّبَعَهُ اِفتعل باب سے ہے اور اَتْبَعَ افعل باب سے کسی آگے جانے والے کے پیچھے چلا اور اس سے جاملا۔

اَتْبَعَ غَيْرَهُ: اس نے کسی دوسرے کے پیچھے کچھ یا کسی کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ اخفش نے کہا کہ تَبِعَهُ اور اَتْبَعَهُ ہم معنی ہیں۔ جس طرح رَدِفَهُ اور اَرْدَفَهُ ہم معنی ہیں۔ یہی لفظ قول خداوندی: اِلَّا مَنْ خَطِفَ الخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ: "سوائے اس کے کہ کوئی کچھ اچک لے جائے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتے ہیں۔" میں ہے۔

التَّبَعُ: (پیروکار) واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا: ہم تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی جمع اَتْبَاع ہے۔ تَابَعَهُ عَلٰى كَذَا مُتَابَعَةً وتِبَاعًا: اس نے اس بات پر اس کی پیروی کی۔

التِّبَاعُ: (تاء مکسور) کا معنی بھی ولاء اور تابعداری ہے۔

تَابَعَ الرَّجُلُ عَمَلَهُ: آدمی نے اپنا کام جاری رکھا یا اپنے کام کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ حضرت ابو واقد اللیثی سے روایت کی گئی حدیث ہے: تَابَعْنَا الأَعْمَالَ فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا اَبْلَغَ فِي طَلَبِ الآخِرَةِ مِنَ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا: ہم نے کاموں اور اعمال کی خوب جانچ پڑتال کی لیکن ہم نے طلب آخرت کے لئے دنیا سے بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی۔

تَتَبَّعَ الشَّيْئَ: اس نے مسلسل کسی چیز کی تلاش کی یا کھوج لگائی۔

تَبَّعَهُ: (باء مشدد) کا بھی یہی معنی ہے۔

التِّبَاعَةُ: (تون مکسور) تَبِعَةٌ کی طرح ہے۔

التُّبَعَةُ: پیش رو، جس کی اتباع کی جائے۔ فارابی نے اس کا ذکر دیوان میں کیا ہے۔

التَّبِيْعُ: تابع یا پیرو۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيْعًا: پھر تمہیں ہمارے خلاف کوئی پیرو نہیں ملے گا۔ الفراء نے تَبِيْعٌ کا ترجمہ ثَائِرٌ اور طالب کیا ہے اور اس کا معنی تابع ہے۔

التَّبِيْعُ: گائے کا بچھڑا جس کی عمر ایک سال ہو۔ اس کی مؤنث یعنی بچھیا کو

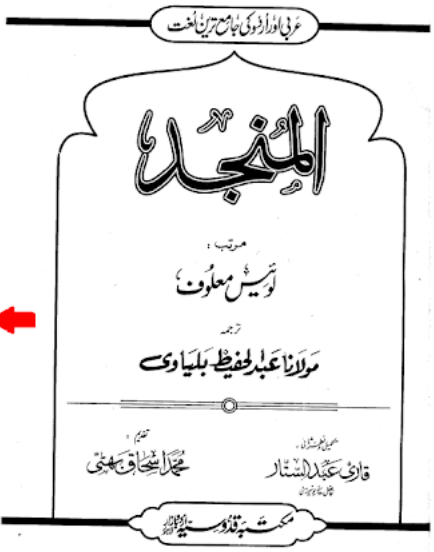

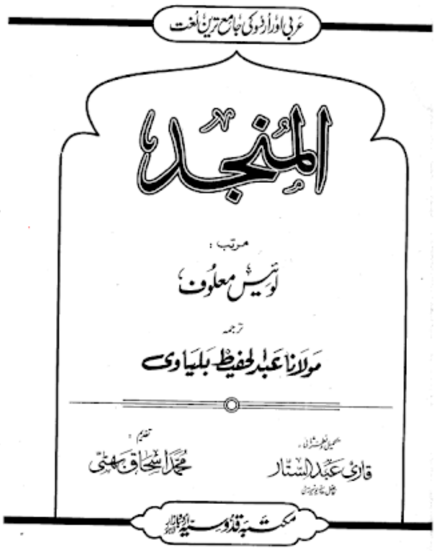

غیر مقلدین حضرات تقلید کی تعریف میں کتاب موسوعہ فقہیہ کے حوالہ سے ادھوری بات نقل کرکے عام اور لا علم مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ موسوعہ فقہیہ کے صفحہ نمبر ۲۶۴ اور ۲۶۵ میں اتباع کے متعلقہ الفاظ (تقلید اور اقتداء) کی دضاحتیں بھی موجود ہیں اور عامی آدمی پر مجتہد کی تقلید کا لازم ہونا بھی نقل کیا گیا ہے۔

غیر مقلدین حضرات تقلید کی تعریف کے سلسلے میں مسلم الثبوت وغیرہ کتب کے حوالہ سے تقلید کی تعریف "التقلید اخذ قول الغیر من غیر حجۃ" سے دلیل پکڑتے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات مسلم الثبوت کی پوری عبارت نقل نہیں کرتے ورنہ کسی صاحب فہم کو شبہ باقی نہ رہے غالباً اسی میں وہ اپنے لئے خیر سمجھتے ہیں۔ مسلم الثبوت کی مکمل عبارت درج ذیل ہے:

"فصل- التقلید: العلمل بقول الغیر من غیر حجة کأخذ العامی والمجتهد من مثله، فالرجوع الي النبي عليه الصلوٰة والسلام اولی الاجماع ليس منه وكذا العامي الي المفتي والقاضي الی العدول لايجاب النص ذالك عليها"۔ "تقلید غیر کے قول پر بغیر حجت کے عمل کرنے کا نام ہے جیسا کہ عامی اور مجتہد کا اپنے جیسے عامی اور مجتہد کے قول کو لینا پس آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے اور اسی طرح عامی کا مفتی اور قاضی کا عادلوں کی طرف رجوع کرنا بھی تقلید نہیں ہے کیونکہ ان پر ایسا کرنے کو نص واجب قرار دیتی ہے"۔

تقلید کی اس تعریف کے بعد آخر میں یہ بات لکھی ہے کہ "لكن العرف علي أن العامي مقلد للمجتهد قال الامام الحرمين وعليه معظم الأصولين۔ الصحيح لصحة ايمان المقلد عند الأئمة اربعة وكثير من المتكمين خلافاً للأشعری"۔ "مگر عرف اسی پر ہے کہ عامی مجتہد کا مقلد ہے (امام الحرمینؒ) فرماتے ہیں کہ اسی پر اکثر اصولین ہیں۔ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک مقلد کا ایمان صحیح ہوتا ہے اور اکثر متکلمین کے نزدیک سوائے اشعری کے"۔ (شرح مسلم الثبوت: ج۲، ص۴۳۲)

غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل جناب مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ مسلم الثبوت کی مکمل عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے"۔ (معیار الحق: ص۷۳)

٤٣٢ فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت/ الجزء الثاني

وجدت هذه العلاوة مغايرة لما تقدم، وإذا لم يتم الجواب المذكور (فالوجه) في الجواب (أن اللازم) من دليلكم (دوام اعتقاد الحق لا دوام) وقوع (الاجتهاد) والمطلوب هذا دون ذلك (و) قالوا (ثانياً: الاجتهاد فرض كفاية) في كل عصر (لأن الحوادث غير متناهية، فلا يكفي تقليد الميت) لأنه ما بين حكم الحادثة التي حدثت بعده (فلو خلا) عصر عنه (اجتمعوا على الباطل) وهو باطل بالشرع، والجواب الملازمة ممنوعة فإن الخلو عن المجتهد المطلق لا يلزم منه الإجماع على الباطل لجواز أن يوجد في كل عصر مجتهد في المذهب أو مجتهد في البعض، و(الجواب) ثانياً (إذا فرض موت العلماء فالبطلان) للتالي (ممنوع لأن المبادىء شرط) ومن جملتها العلماء، واجتماع العلماء لا يكون على باطل لا مطلقاً (فتدبر) وفيه شيء، فإنه يلزم منه أن يعمل كل الأمة بالباطل، فلم يكونوا على الحق، فالأولى أن يقال إنه لا يلزم الاجتماع على الباطل، وإنما لو ابتلى كل أحد بالحادثة الجديدة التي لم يستخرج حكمها المجتهدون السابقون وهو ممنوع فافهم.

فصل

(التقليد: العمل بقول الغير من غير حجة) متعلق بالعمل، والمُراد بالحجة حجة من الحجج الأربع، وإلاّ فقول المجتهد دليله وحجته (كأخذ العامي) من المجتهد (و) أخذ (المجتهد من مثله، فالرجوع إلى النبي عليه) وآله وأصحابه (الصلاة والسلام أو إلى الإجماع ليس منه) فإنه رجوع إلى الدليل (وكذا) رجوع (العامي إلى المفتي والقاضي إلى العدول) ليس هذا الرجوع نفسه تقليداً وإن كان العمل بما أخذوا بعده تقليداً (لإيجاب النص ذلك عليهما) فهو عمل بحجة لا بقول الغير فقط (لكن العرف) دل (على أن العامي مقلد للمجتهد) بالرجوع إليه (قال الإمام) إمام الحرمين (وعليه معظم الأصوليين) وهو المشتهر المعتمد عليه (والمفتي المجتهد من حيث يجيب السائل) فهو أخص منه (والمستفتي يقابله) أي السائل من المجتهد من حيث هو سائل (وقد يجتمعان) في شخص واحد بناء (على التجزي) في الاجتهاد، فيكون في بعض المسائل مجتهداً مفتياً. وفي بعضها مستفتياً (لتعدد الجهات، والمستفتى فيه) الذي وقع السؤال عنه المسائل (الشرعية والعقلية على) المذهب (الصحيح لصحة إيمان المقلد عند الأئمة الأربعة) الإمام أبي حنيفة، والإمام الشافعي، والإمام مالك، والإمام أحمد بن حنبل رضوان الله تعالى عليهم (وكثير من المتكلمين خلافاً للأشعري. وإن كان آثماً في ترك النظر) والاستدلال، أما قبول إيمان المقلد فثابت بالدلائل القطعية، فإنه تواتر أن رسول الله ﷺ كان يقبل إيمان كل أحد وإن حصل من دون نظر، حتى من الصبيان الذين لم يقدروا على النظر أصلاً، وكذا تواتر من الصحابة والتابعين من غير نكير، والخلاف إنما نشأ بعدهم، وأما التأثيم بترك النظر فلم ينص عليه الأئمة، إنما حكم المتأخرون به من جهة ترك النظر الذي كان واجباً. وهذا ليس بشيء، فإن النظر ما كان واجباً إلاّ لتحصيل الإيمان، وإذا حصل الإيمان ارتفع سبب وجوبه، فلا إثم في الترك كما إذا أسلم الكفار قاطبة سقط الجهاد الذي كان وجب من غير إثم فافهم.

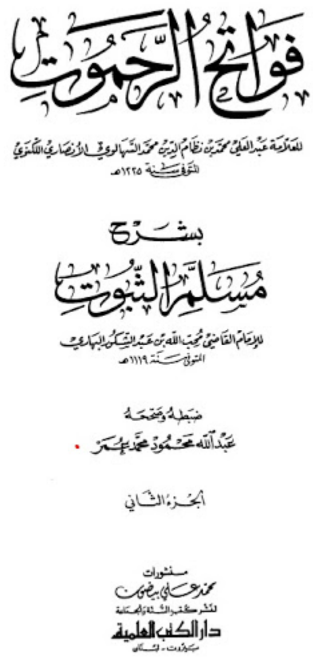

73 معیار الحق

بقول المفتی وعمل القاضی بقول العدول لان کلامهما وان لم یکن احدی الحجج فلیس العمل به بلا حجة شرعية لايجاب النظر اخذ العامی بقول المفتی واخذ القاضی بقول العدول انتهیٰ مافی العقد الفرید لبیان الراجح من الاختلاف فی جواز التقلید۔⑱

"اصل تقلید کی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا جس کا قول چاروں حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو اور نہ اس کے قول پر عمل کرنے کی کوئی حجت شرعی ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں حجتوں شرعیہ میں سے ہیں اور اسی پر بس کیا ہے کمال نے اپنی کتاب تحریر میں اور ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ اسی نہج پر ہے عمل کرنا انجان کا مفتی کے قول پر اور عمل کرنا قاضی کا ثقہ کے قول پر کیونکہ یہ دونوں اگر چہ خود حجت شرعی نہیں ولیکن عمل ان پر بے حجت شرعی نہیں اس لئے کہ حکم کھلا ہوا۔ انجان کے لئے مفتی کے قول پر عمل کرنے کو اور قاضی کے لئے ثقہ کے مقولہ پر عمل درآمد کرنے کو شرع میں وارد ہوا ہے ہو چکی عبارت جو عقد الفرید میں ہے۔" وہ عقد الفرید جس میں اختلاف جواز تقلید کے امر غالب کا بیان ہے۔"

اور فحل قند حاری مختم الحصول میں فرماتے ہیں:

التقلید العمل بقول من لیس قوله من الحجج الشرعیة بلاحجة فرجوع الی النبی ﷺ او الی الاجماع لیس منه هکذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لوجوبه بالنص رجوع المجتهد او العامی الی مثله لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتهد قال امام الحرمین وعلیه معظم الاصولیین وقال الغزالی والامدی وابن الحاجب ان سمی الرجوع الی الرسول ﷺ والی الاجماع والی المفتی والی الشهود تقلید فلا مشاحة انتهیٰ۔ ⑲

"تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جسکا قول حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری اور اسی طرح رجوع کرنا انجان کا مفتی کے قول کی طرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ کے قول کی طرف تقلید نہیں ٹھہرے گی کیونکہ یہ رجوع بحکم شرع واجب ہے۔ بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں لیکن مشہور یوں ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔"

(عالم کے لئے تقلید جائز نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے تمت المقدمہ اور جب کہ مقدمہ محمد (مملل) ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث وبالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ

⑱ تخریج (قول الکمال وابن امیر الحاج) التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳

⑲ راجع للتفصیل التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳ و فواتح الرحموت ص ۴۰۰ ج ۲ و تیسر التحریر ص ۲۴۱ ج ۳ والمختصر المنتهی الاصولی ابن الحاجب المالکی ص ۳۰۵ ج ۱

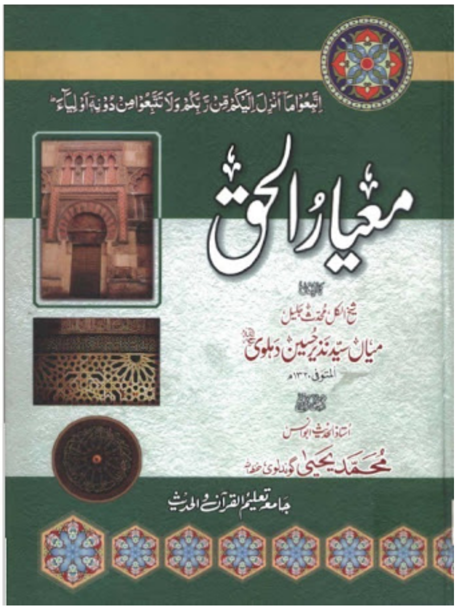

لیکن عام ارباب اصول کے عرف میں مجتہد کے قول کو ماننے والا مقلد کہلاتا ہے حالانکہ مجتہد کا قول اس کے لئے حجت ہے یہ من غیر حجۃ کی مد اور زد میں نہیں ہے اور علماءِ اصول کی اکثریت اسی پر ہے، لہٰذا مجتہد کی تقلید پر من غیر حجۃ کی تعریف کو فٹ کرنا اور مجتہد کے قول کو غیر حجت قرار دینا ارباب اصول کی واضح عبارات سے غفلت پر مبنی ہے کیونکہ عامی جب خود علم نہیں رکھتا تو علم والوں کی طرف مُراجعت کے بغیر اس کے پاس کوئی چارہ ہی نہیں اور ایسا کرنے کو بھی نص واجب قرار دیتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "فَاسْأَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ "پس سوال کرو اہل الذکر سے اگر تم کو علم نہیں"۔ [سورۃ النحل: ۴۳]

ثانیاً یہ کہ ہم نے باحوالہ تقلید کی تعریف میں "من غیر مطالبۃ دلیل" اور "من غیر تامّل فی الدلیل" اور "بلا نظر فی الدلیل" کے الفاظ بھی نقل کیئے ہیں جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مجتہد کے پاس دلیل موجود ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مقلد دلیل کا تقاضہ نہیں کرتا اور اس خاص دلیل کا فکرمند نہیں ہوتا جو کہ مجتہد نے قائم کی ہے۔ کیونکہ الدلیل میں الف لام عہد کے لئے ہے۔ غرض یہ کہ تقلید کی تعریف صرف یہی نہیں جو مسلم الثبوت کے حوالے سے نقل کی گئی ہے بلکہ وہ بھی ہے جو ہم نے باحوالہ نقل کی ہیں۔

غیر مقلدین کے نزدیک تقلید کی تعریف

غیر مقلدین کے نزدیک تقلید کی بس یہی تعریف ہے کہ کسی کی بے دلیل بات کو ماننا یا پھر کسی کی بات کو ماننا جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو۔ یہی تعریف ان کے شیخ الحدیث اور ان کی "تقلید" میں ان کا ایک عام اَن پڑھ جاہل شخص کرتا پھرتا ہے۔

اتباع، اقتداء، اطاعت، پیروی اور تقلید ایک ہی معنیٰ میں آتے ہیں، جس طرح اتباع و اطاعت کے دونوں معنیٰ ہیں اسی طرح اہل لغت نے تقلید کے بھی دونوں معنیٰ کیئے ہیں۔ بے دلیل کسی کی پیروی کو بھی تقلید کہتے ہیں اور با دلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل ماننے کو بھی تقلید کہتے ہیں۔

کون سی تقلید صحیح (محمود) ہے اور کون سی صحیح نہیں (مذموم) ہے اس کا فرق تب معلوم ہوتا ہے جب دیکھا جائے کہ جس کی اتباع کی جارہی ہے وہ کیا ہے۔ کافر ہے تو مذموم اور اس کی تقلید حرام، مومن ہے، مجتہد ہے، فقیہ ہے، تو محمود اور اس کی تقلید لازم کیونکہ فروعی غیر منصوص مسائل میں اجتہاد ایک ضرورت ہے ۔جب اجتہاد ضرورت ہے تو جو اجتہاد نہیں جانتا تو اسکے لئے مجتہد کی پیروی کرنا ضروری ہو گا اور اس کے سوا ء ایک عامی شخص کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ ہم دونوں باتوں کو اپنی اپنی جگہ صحیح مانتے ہیں جبکہ غیر مقلدین اہل لغت و اصولین سے اپنی خواہش کے مطابق صرف ایک بات کا انتخاب کرتے ہیں دوسری کو پرے پھینک دیتے ہیں۔

غیر مقلدین کا تقلید کی تعریفات میں اپنی خواہش کے مطابق ایک تعریف کو لینا اور دوسری کو پھینک دینا اصولین، اہل لغت وغیرہ کے ساتھ خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

غیر مقلدین حضرات "اتباع اور تقلید" کے فرق کو صرف ایک جملے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اتباع کسی غیر نبی کی بات کو دلیل کے ساتھ قبول کرنے کو کہتے ہیں اور تقلید کسی غیر نبی کی بات کو بلا دلیل قبول کرنے کانام ہے۔

میں تمام غیر مقلدین حضرات سے سوال کرتاہوں کہ اگر اتباع کسی غیر نبی کی بات کو دلیل کے ساتھ قبول کرنے کو کہتےہیں تو پھر قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر "اتباع" کا لفظ یہودونصاریٰ، من گھڑت پرستوں، خواہش نفس، بےسند خیال اور شیطان کی پیروی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے تو یہ کیا دلیل دیا کرتے ہیں؟جن کی پیروی کے لئے بھی قرآن میں "اتباع" کا لفظ استعمال ہواہے؟

۱ ۔ یہودونصاریٰ کیا دلیل دیاکرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی پیروی کو بھی لفظ اتباع سے تعبیر کیا؟

۲ ۔ من گھڑت پرستوں کی آخرایسی کونسی دلیلیں تھیں جن کی پیروی کے لئے بھی لفظ اتباع ہی استعمال ہوا؟

۳ ۔ نفس ہمیں کونسی دلیل دیتاہے جس کی پیروی کے لئے بھی لفظ اتباع ہی نازل ہوا؟

۴ ۔ بے سند خیالوں میں ایسی کونسی دلیلیں ہواکرتی ہیں جن کی پیروی کے لئے بھی لفظ اتباع ہی استعمال کیاگیا؟

۵ ۔ شیطان ہمیں ایسی کیادلیلیں دیتاہے کہ اس کی پیروی کے لئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ اتباع ہی نازل فرمایا؟

غیر مقلدین حضرات "اتباع اور تقلید" کے فرق کو صرف ایک جملے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اتباع کسی غیر نبی کی بات کو دلیل کے ساتھ قبول کرنے کو کہتے ہیں اور تقلید کسی غیر نبی کی بات کو بلا دلیل قبول کرنے کانام ہے۔
میں تمام غیر مقلدین حضرات سے سوال کرتاہوں کہ اگر اتباع کسی غیر نبی کی بات کو دلیل کے ساتھ قبول کرنے کو کہتےہیں تو پھر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر "اتباع" کا لفظ یہودونصاریٰ، من گھڑت پرستوں، خواہشِ نفس، بے سند خیال اور شیطان کی پیروی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے تو یہ کیا دلیل دیا کرتے ہیں؟ جن کی پیروی کے لئے بھی قرآن میں "اتباع" کا لفظ استعمال ہواہے؟
قرآن مجید کی اس دلیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اتباع اور تقلید دونوں میں معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔

اتباع بھی اسی طرح ہو تی ہے بے دلیل کسی کے پیچھے چلنے کو بھی اتباع ہی کہا جائے گا اور با دلیل کسی کے پیچھے چلنے کو بھی اتباع ہی کہا جائے گا بے دلیل کسی کے پیچھے چلنے سے اتباع کا مطلب نہیں بدل جاتا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: وَ مَنۡ یَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ فَاِنَّہٗ یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ۔"جو شخص شیطان کی اتباع کرتا ہے تو اچھی طرح جان لے کہ شیطان بے حیائی اورنا معقول کام کرنے کا حکم دیتا ہے"۔{سورۃ النور: ۲۱}

اللہ تعالیٰ نے بھی یہاں شیطان کے پیچھے چلنے والوں کے لئے اتباع کا ہی لفظ استعمال کیا۔ (سوال)شیطان کی بات با دلیل ہوتی ہے یا بے دلیل؟

ایک اور آیت میں آتا ہے: وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ شَیۡئًا وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ۔ "ہم تو اسی طریقے کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ دادے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ سیدھی

راہ"۔{سورۃ البقرۃ ۱۷۰}

قرآن پاک نے بے عقل اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے باپ داداؤں کے پیچھے چلنے سے منع فرمایا ہے اور ان کے پیچھے چلنے کا ہم بھی نہیں کہتے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر باپ دادا مومن مسلمان اور متقی پرہیزگار ہوں تو کیا قرآن اس وقت بھی باپ دادا کی پیروی سے ہمیں روکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان لانے والے باپ داداؤں کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَالَّذِينَ ءامَنوا وَاتَّبَعَتهُم ذُرِّيَّتُهُم بِإيمٰنٍ أَلحَقنا بِهِم ذُرِّيَّتَهُم وَما أَلَتنٰهُم مِن عَمَلِهِم مِن شَيءٍ ۚ كُلُّ امرِئٍ بِما كَسَبَ رَهينٌ ۔"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے"۔{سورۃالطور:۲۱}

اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی بات کو ذکر کیا تب بھی لفظ تقلید نہیں بلکہ اتباع ہی لایا۔تومعلوم ہوا کہ اتباع بھی بلا دلیل ہوتی ہے۔

غیرمقلدین حضرات بتائیں کیا قرآن کی یہ آیات اس بات کی دلیل کیلئے کافی نہیں کہ اتباع بھی بلا دلیل ہو سکتی ہے؟ پھر آج سے شروع ہو جائیں یہ کہنا کہ اتباع بھی علی الاطلاق حرام ہے۔

غیرمقلدین حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں "اتباع" کا لفظ موجود ہے جبکہ "تقلید" کا لفظ قرآن میں موجود نہیں، لہٰذا قرآن میں اتباع کا حکم تو ہے، تقلید کا نہیں۔

غیرمقلدین حضرات کا یہ اعتراض ایک نابالغ بچے کے اعتراض کی طرح ہے جو کہتاہے کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا"۔ "اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یادونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے ادب سے بات کرو"۔ [سورۃ الاسراء: ۲۳]

اب اگرایک نابالغ بچہ ہم سے یہ کہے کہ قرآن میں تواللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو "اُف" کہنے اور "جھڑکنے" سے منع کیا ہے مارنے اور گالی دینے سے نہیں۔ اور اپنے اس دعویٰ کی دلیل یہ پیش کرے کہ کیونکہ قرآن میں"اُف"اور"جھڑکنے"کے الفاظ موجودہیں "مارنے" اور "گالی" دینے کے نہیں، لہٰذا مجھے قرآن سے "مارنے" اور "گالی" دینے کے الفاظ دکھاؤ تب میں "مارنے" اور "گالی" دینے کے حکم کو تسلیم کرونگا۔

اس کی ایک اورمثال یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ ایک چرسی،ہیروئنچی یا افیمچی یہ کہتاہے کہ کیونکہ قرآن مجید اوراحادیث مبارکہ میں شراب کے لفظ کے ساتھ اس کی حرمت کاحکم تو ملتاہے لیکن چرس، ہیروئن اورافیم کے الفاظ موجودنہیں،لہٰذا چرس، ہیروئن اورافیم کے الفاظ قرآن وحدیث میں دکھاؤ گے تومیں انہیں حرام تسلیم کرونگاورنہ ان کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔

بالکل اسی طرح ایک شخص کہتاہے کہ کیونکہ قرآن مجید میں بھیڑ(نرومادہ)، بکری(نرومادہ)، اونٹ(نرومادہ)، اور گائے(نرومادہ) کی حلّت کاحکم تو ملتاہے لیکن بھینس(جاموس) کی حلّت قرآن وحدیث میں موجودنہیں کیونکہ بھینس(جاموس) کالفظ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ملتالہٰذا بھینس حلال جانور نہیں ہے۔

ایسے ناسمجھ، کم علم وکم عقل اوراحمق لوگوں سے یہی کہاجائے گاکہ قرآن مجیدمیں کسی چیز کی حلّت اور حرمت کے حکم کے پائے جانے کا انحصار کسی لفظ کے صراحتاً موجود ہونے پرنہیں ہوتابلکہ اس حکم میں مقیس اور مقیس علیہ کے مابین علت مشترکہ ہونے پرہوتاہے۔ یا تو وہ علت منصوصہ ہو یعنی نص میں علت بیان کی گئی ہو، یا پھر علت بدیہی ہو، یعنی دماغ لڑائے بغیر بات سنتے ہی فوراً سمجھ آجانے والی ہو۔

جیسے مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں والدین کو "اُف" نہ کرنے کی علت غور و خوض کیئے بغیر سمجھ آ رہی ہے کہ انہیں تکلیف دینے کا سب سے کم درجہ "اُف" کہنے سے منع کی خاطر یہ حکم جاری کیا گیا ہے لہٰذا انہیں مارنا اور گالی دینا توطریق اولیٰ حرام ہوگا۔ سو ہر وہ کام جس سے والدین کو تکلیف پہنچے اس آیت کی رو سے منع قرارپایا۔

اسی طرح قرآن وحدیث میں شراب کی حرمت کاحکم شراب کے لفظ پرنہیں بلکہ اس کے پینے پرنشہ طاری ہوجانے اورہوش وحواس کھوجانے کی علت پرجاری ہواہے۔ اب شراب پینے پرنشہ طاری ہوجانے اورہوش وحواس کھوجانےوالی علت جن جن اشیاء میں مشترکہ پائی جائے گی وہ تمام چیزیں خودباخود اس حکم میں داخل ہوجائیں گی۔ اس کے لئے شراب کے لفظ کا ہونا ضروری نہیں، جیساکہ آج شراب مختلف ناموں سے دستیاب ہے پھربھی تمام مکاتب فکرکے نزدیک حرام ہے۔

بالکل ایسے ہی قرآن وحدیث میں بھینس(جاموس) کا لفظ کہیں بھی موجود نہیں پھربھی تمام مکاتب فکرکے نزدیک بھینس (جاموس) حلال ہے کیونکہ بھینس اورگائے میں علتیں مشترکہ ہیں لہٰذا جب گائے کا لفظ قرآن مجیدمیں صراحتاً موجودہے توگائے اور بھینس کی علتیں مشترکہ ہونے کی وجہ سے بھینس بھی حلال ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ بھینس کو تمام ائمہ کرام نے گائے کی ایک قسم قراردیاہے۔

مندرجہ بالاتینوں مثالوں سے یہ بات واضح طورپر سمجھی جاسکتی ہے کہ اتباع اور تقلید ایک ہی کام کے دومختلف نام ہیں کیونکہ لغت میں اتباع کے بھی وہی معنیٰ بیان ہوئے ہیں جو تقلید کےہیں، لہٰذایہاں بھی دونوں لفظوں میں علتیں مشترکہ ہیں۔ لغت میں تقلید، اتباع، اقتداء، اطاعت سب کے معنیٰ پیروی

کرنا، فرمابرداری کرنا، تابعداری کرنا ہے، لہٰذا قرآنِ کریم کے بیان سے صرف اتباع کے لفظ کو قبول کرنا اوراس کے معنیٰ ومفہوم سمجھے بغیر تقلید کو اس کی مخالفت میں استعمال کرنا، اس کی وہی مثال بنتی ہے جیساکہ ایک نشئی شراب کی حرمت کے مقابلے میں چرس، ہیروئین اورافیم کو حلال قراردیتاہو۔

اگر غیر مقلدین کے نزدیک تقلید کا بیان قرآن کریم میں موجود ہے تو پھر وہیں سے پہلے تقلید کا لفظ دکھائیں پھر وہیں سے اس کی معنیٰ کریں پھر اسکے بعد اس کا حکم دکھائیں کیونکہ تقلید کے وجوب کو ثابت کرنے کیلئے آپ لوگ یہی پیمانہ بناتے ہیں۔

غیر مقلدین جواب دیں ان کے باپ داداؤں کی بات با دلیل تھی یا بے دلیل اگر بے دلیل بات کو اتباع نہیں کہا جاتا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتباع کیوں قرار دیا ہے تقلید کیوں نہیں؟ معلوم ہوا کہ اتباع بھی بے دلیل ہوتی ہے دلیل کا ہونا ضروری نہیں۔

لیکن لغت سے جاہل غیر مقلدین تقلید کا معنیٰ اپنی خواہش کے مطابق ہی تعین کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں تقلید کا معنیٰ بے دلیل بات کی پیروی کرنے کو ہی کہا جاتا ہے۔ اور ان کے عالم کہلانے والے جاہل یہاں تک بھی لکھتے ہیں کہ: "قرآن و سنت کے خلاف بات ماننے کو تقلید کہتے ہیں"۔(احکام و مسائل: ج ا، ص ۱۵۸، عبد المنان نورپوری)

تقلید کا یہ معنیٰ تعین کرنے کی حاجت انکی مجبوری کے سوا کچھ نہیں اگر یہ انصاف سے جو معنیٰ اس کا ہے وہی لیں اورخود سے ایک ہی طرف کا معنیٰ تعین نہ کریں تو ان کا مذہب خطرے میں پڑ جاتاہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب صرف غلط بنیادوں پر کھڑا ہے۔بہر حال ہم انہیں منہ مانگا جواب دینگے۔(انشاء اللہ)

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کے تمام مصحفوں کوختم کرکے پوری امت مسلمہ کو ایک مصحف عثمانیؓ پر جمع کیاجس میں قرآن کی سورتوں کی ترتیب بھی ترتیب نزولی پر نہ تھی اور ان کے اس فیصلے پر تمام صحابہؓ میں سے کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کرتے ہوئے ان کی تقلید کی۔

اگر تقلید بلا دلیل بات ماننے کو کہتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کےپیارے صحابی حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کے تمام مصحفوں کوختم کرکے پوری امت مسلمہ کوایک مصحفِ عثمانیؓ پر جمع کیاجس میں قرآن کی سورتوں کی ترتیب بھی ترتیب نزولی پرنہ تھی اور ان کے اس فیصلے پر تمام صحابہؓ میں سے کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کرتے ہوئے ان کی تقلید کی ۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جو کام نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا وہ کام ایک غیر نبی صحابی رسول ﷺ نے کیاجس کی دلیل نہ قرآن میں موجود ہے اور نہ نبی ﷺ کے فرمان میں موجود ہے۔تو کیا نعوذباللہ انھوں نے قرآن وحدیث کی مخالفت کی اور باقی تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے اس بلادلیل فیصلے کی پیروی کرتے ہوئے قرآن و حدیث کی مخالف کی۔ (معاذ اللہ)

بالکل اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں جمعہ کی نماز کیلئے ایک اضافی اذان کا حکم فرمایا۔(صحیح بخاری: ج ا،ح ۸۷۹) جس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، محض رائے سے ہے۔ سب مہاجرین و انصار نے بلا مطالبہ دلیل اس کو قبول فرما لیا۔ اگر تقلید کا یہی معنیٰ ہے تو پس تقلید شخصی صحابہ کرامؓ کے پاک اورمبارک زمانے سے ثابت ہوئی ۔

اگر تقلید قرآن حدیث کے خلاف کسی کی بات ماننے کو کہتے ہیں تو بقول غیر مقلدین اکھٹی تین طلاق کو تین حضرت عمرؓ نے قرار دیا ہے اور غیر مقلدین کے ہاں اکھٹی تین طلاق کو تین شمار کرنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اب اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ نےپہلے قرآن و حدیث کی مخالفت کی اور پھر بقیہ تمام صحابہؓ نے ان کی تقلید کرکے قرآن حدیث کی مخالفت کی اور یوں تمام صحابہؓ قرآن وحدیث کے منکر اور مخالف ہو گئے ۔ (معاذ اللہ)

تمام غیر مقلدین حضرات سے مطالبہ ہے کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کا قرآن کے تمام مصحفوں کوختم کرکے امت مسلمہ کوایک مصحف عثمانیؓ پر جمع کرنے کے اس عمل کی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کردیں ورنہ یہ قبول کرلیں کہ تقلید مجتہد جائزبلکہ واجب ہے۔ اور اگران دونوں میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کرسکتے تو پھر قرآن مجیدپڑھنااور اس کی پیروی کرنا چھوڑدیں کیونکہ یہ قرآن بھی ہم تک تقلیدکے ذریعہ ہی پہنچا ہےاور بقول غیر مقلدین حضرات تقلید تو ایک حرام عمل ہے۔تو پھر آج آپ ایک حرام عمل کا حصہ کیوں بنے ہوئے ہیں؟

دوسرا یہ کہ (تقلید محمود میں) جس کی تقلید کی جاتی ہے اس کی بات با دلیل ہوتی جس کو محض حسن ظن پر بغیر مطالبہ دلیل تسلیم کر لیا جاتا ہے اور ایسا کرنا نہ حرام ہے، نہ کفر ہے، نہ شرک وہ بھی جب مجتہد کی تقلید کی جارہی ہو تو پھر کس طرح بندہ کہے کہ مجتہد سے دلیل لازم نہیں کیونکہ اس پر اعتماد نہیں شاید وہ غلط بات بتا رہا ہو اور پھر اگر مجتہد دلیل پیش بھی کردے جس بنا پر اس نے اجتہاد کیا ہے تو کیا غیر مقلد کے اندر کوئی اہلیت موجود ہے جو اس کے اجتہاد کو سمجھ سکے؟ اور سمجھ نہ آئے تو انکار کر دے؟

٤٩٩٤ - حدَّثنا آدمُ حدَّثنا شُعْبَةُ عَنْ أَبي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ وَطَهَ وَالأَنْبِيَاءِ: إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الأُوَلِ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي. [راجع: ٤٧٠٨]

(۴۹۹۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن امیہ سے سنا اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا سورۂ بنی اسرائیل' سورۂ کہف' سورۂ مریم' سورۂ طٰہ اور سورۂ انبیاء کے متعلق بتلایا کہ یہ پانچوں سورتیں اول درجہ کی فصیح سورتیں ہیں اور میری یاد کی ہوئی ہیں۔

تشریح: یعنی یہ سورتیں نزول میں مقدم تھیں لیکن مصحف عثمانی میں سورتوں کی ترتیب نزول کے موافق نہیں ہے بلکہ بڑی سورتوں کو پہلے رکھا ہے اس کے بعد چھوٹی سورتوں کو اور یہ ترتیب بھی اکثر آنحضرت ﷺ کی قرأت سے نکالی گئی ہے۔ کہیں کہیں اپنی رائے سے بھی مثلاً حدیث میں آپ نے فرمایا سورۂ بقرہ اور آل عمران تو سورۂ بقرہ کو سورۂ آل عمران پر مقدم کیا۔ اسی طرح مصحف میں بھی سورۂ بقرہ پہلے رکھی گئی بہرحال موجودہ مصحف شریف عین منشائے الٰہی کے مطابق مرتب شدہ ہے لاشک فیہ۔

٤٩٩٦ - حدَّثنا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: قَدْ تَعَلَّمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَؤُهُنَّ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، فَقَامَ عَبْدُ اللهِ وَدَخَلَ مَعَهُ عَلْقَمَةُ، وَخَرَجَ عَلْقَمَةُ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: عِشْرُونَ سُورَةً مِنْ أَوَّلِ الْمُفَصَّلِ عَلَى تَأْلِيفِ ابْنِ مَسْعُودٍ

(۴۹۹۶) ہم سے عبدان نے بیان کیا' ان سے ابو حمزہ (محمد بن میمون) نے' ان سے اعمش نے' ان سے شقیق نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان جڑواں سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں نبی کریم ﷺ ہر رکعت میں دو دو پڑھتے تھے پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجلس سے کھڑے ہو گئے (اور اپنے گھر) چلے گئے۔ علقمہ بھی آپ کے ساتھ اندر گئے۔ جب حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ہم نے ان سے انہیں سورتوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا یہ شروع مفصل کی بیس

526 قرآن کے فضائل کا بیان

آخِرُهُنَّ الْحَوَامِيمُ، ﴿حم الدخان﴾ و﴿عم يتساءلون﴾. [راجع: ٧٧٥]

سورتیں ہیں' ان کی آخری سورتیں وہ ہیں جن کی اول میں حم ہے۔ حم دخان اور عم یتساءلون بھی ان ہی میں سے ہیں۔

تشریح: ابو ذر کی روایت میں یوں ہے۔ حم کی سورتوں سے میں حم دخان اور عم یتساء لون۔ ابن خزیمہ کی روایت میں یوں ہے ان میں پہلی سورت سورۂ رحمان ہے اور آخیر کی دخان۔ اس روایت سے یہ نکلا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف عثمانی ترتیب پر نہ تھا نہ نزول کی ترتیب پر کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصحف بہ ترتیب نزول تھا۔ شروع میں سورۂ اقرأ پھر سورۂ مدثر' پھر سورۂ قلم اور اسی طرح پہلے سب مکی سورتیں تھیں۔ پھر مدنی سورتیں اور مصحف عثمانی کی ترتیب صحابہؓ کی رائے اور اجتہاد سے ہوئی تھی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے یعنی سورتوں کی ترتیب لیکن آیتوں کی ترتیب باتفاق علماء توقیفی ہے یعنی پہلی لکھی ہوئی حضرت جبرئیل آنحضرت ﷺ سے کہہ دیتے تھے اس آیت کو وہاں رکھو اور اس آیت کو وہاں تو آیتوں میں تقدیم تاخیر کسی طرح جائز نہیں اور اسی مضمون کی ایک حدیث ہے جس کو حاکم اور بیہقی نے نکالا۔ حاکم نے کہا وہ صحیح ہے۔ بخاری نے علامات النبوۃ میں وصل کیا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ على تاليف ابن مسعود فيه دلالة على ان تاليف ابن مسعود على غير التاليف العثمانی وكان اوله الفاتحة ثم البقرة ثم النساء ثم آل عمران ولم يكن على ترتيب النزول ويقال ان مصحف على كان على ترتيب النزول اوله اقرأ ثم المدثر ثم النون والقلم ثم المزمل ثم تبت ثم التكوير ثم سبح اسم وهكذا الى آخر المكى ثم المدنى والله اعلم (فتح الباری) یعنی لفظ علی تالیف ابن مسعود میں دلیل ہے کہ حضرت ابن مسعود کا تالیف کردہ قرآن شریف مصحف عثمانی سے غیر تھا اس میں اول سورۂ فاتحہ پھر سورۂ بقرہ پھر سورۂ نساء پھر سورۂ آل عمران درج تھیں اور ترتیب نزول کے موافق نہ تھا ہاں کہا جاتا ہے کہ مصحف علیؓ ترتیب نزول پر تھا۔ وہ سورۂ اقرا سے شروع ہوتا تھا۔ پھر سورۂ مدثر پھر سورۂ نون پھر سورۂ مزمل پھر سورۂ تبت پھر سورۂ تکویر پھر سورۂ سبح اسم پھر اس طرح پہلے کی سورتیں پھر مدنی سورتیں اس میں درج تھیں۔ بہرحال جو ہوا منشائے الٰہی کے تحت ہوا کہ آج دنیائے اسلام میں مصحف عثمانی متداول ہے اور دیگر مصاحف کو قدرت نے خود گم کر دیا تاکہ نفس قرآن پر امت میں اختلاف پیدا نہ ہو سکے۔ بعون اللہ ایسا ہی ہوا اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ ولو کرہ الکافرون۔

[24]......بَابُ الْاِقْتِدَاءِ بِالْعُلَمَاءِ..........علماء کی پیروی کرنے کا بیان

224۔ أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ عَنْ شَرِيكٍ .... عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَقَدْ أَدْرَكْتُ أَقْوَامًا لَوْ لَمْ يُجَاوِزْ أَحَدُهُمْ ظُفُرًا لَمَا جَاوَزْتُهُ كَفَى إِزْرَاءً عَلَى قَوْمٍ أَنْ تُخَالَفَ أَفْعَالُهُمْ.

ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا: "میں نے ایسے لوگ پائے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اگر ان میں سے کوئی شخص ناخن کے برابر آگے نہ بڑھتا، تو میں بھی آگے نہ بڑھتا، کسی قوم کی ذلت کے لئے کافی ہے کہ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے فعل کی مخالفت کی جائے۔"

غیر مقلدین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے تقلید کے متعلق ایک قول نقل کرتے ہیں، جبکہ مولانا تھانویؒ کی بات سمجھنے میں یہ بلکل جاہل ہیں کیونکہ بقول ان کے ایک مولوی صاحب جماعت اہلحدیث کیلئے علمی اور گہری باتیں بسا اوقات پریشانی کا باعث ہوتی ہیں ۔(قافلہ حدیث:ص ۸۰)

اور جو قول غیر مقلدین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا پیش کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں لفظ اتباع کو نبی ﷺ کے ساتھ اور تقلید کو مجتہد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، جیسے حمد کا معنیٰ بھی تعریف ہوتا ہے اور نعت کا معنیٰ بھی تعریف ہوتا لیکن نبیؐ کی تعرف حمد کی بجائے نعت کہلاتی ہے اور اللہ کی تعریف نعت نہیں بلکہ حمد کہلاتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کہے کہ نعت کا معنیٰ اب تعریف نہیں رہا یا حمد کا معنیٰ تعریف نہیں رہا۔جبکہ مولانا تھانویؒ خود بھی فرماتے ہیں :" تقلید کہتے ہیں اتباع کو "۔(شان صحابہ: ص۲۹۶)

اس کی ایک اور مثال یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ لغت میں ”حدیث“ ہر قسم کے کلام یا خبر کو کہتے ہیں۔ جس کی دلیل قرآن مجید میں موجود اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشادات سے ملتی ہے۔

۱۔ ”وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ “۔ ”اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کیجئے“۔ [سورۃ الضحیٰ: ۹۳]

۲۔ ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى “۔ ”کیا موسیٰؑ کی خبر تمہیں پہنچی ہے“۔ [سورۃ النّٰزعٰت: ۱۵]

۳۔ ”فَمَا لِهَؤُلاء الْقَوْمِ لاَ يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا “۔ ”ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی“۔ [سورۃ النسآء: ۷۸]

۴۔ ”أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّهِ يُكَفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ“۔ ”جب تم اللہ کی آیتوں پر انکار اور مذاق ہوتا سنو تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو“۔ [سورۃ النسآء: ۱۴۰]

مندرجہ بالا آیات میں ”حدیث“ کے معنیٰ ذکر کرنا، خبر اور بات (کلام) کے وارد ہوئے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عربی لغت میں ”حدیث“ کے معنیٰ صرف رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور ارشادات کے ہی نہیں تھے بلکہ خبر اور کلام کے بھی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰؑ کی خبر کو بھی حدیث ہی بیان فرمایا ہے۔ لیکن عہدِ رسالت میں اس لفظ کو رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور ارشادات وواقعات کے ساتھ خاص کر دیا گیا اور بعد میں صحابہ کرامؓ کے اقوال اور واقعات کو بھی حدیث ہی قرار دیا جانے لگا۔ بالکل ایسا ہی معاملہ لفظ ”اتباع“ کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔

شانِ صحابہ ۴۹۶ حصہ سوم

کہوں؟ آخر میں نے کہا کہ بیعت کی کچھ شرائط ہیں جو اس جلسہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتیں۔ اسکی مناسب صورت یہ ہے کہ جب میں وطن پہنچ جاؤں اس وقت آپ مجھ سے اس کے متعلق خط وکتابت فرمائیں۔ میں جواب میں شرائط سے اطلاع دے دوں گا۔ خیال دل میں یہ تھا کہ اگر ان لوگوں نے وطن پہنچنے کے بعد لکھا تو یہ جواب دوں گا کہ اس طریق میں نفع کیلئے مناسبت شرط ہے۔ بدوں مناسبت نفع نہیں ہو سکتا اور اختلاف مذہب ظاہر ہے کہ مناسبت کی ضد ہے تو نفع کی کیا صورت ہے؟ خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ سنی ہو جاؤ تو بیعت ہو سکتے ہو مگر اس کے بعد کسی نے کچھ نہ لکھا۔ یہ حضرات اکثر بڑے مہذب ہوتے ہیں اور اکثر دیکھا ہے کہ دوسرے فرقے جس قدر ہیں ان میں ظاہری اخلاق اور تہذیب بہت ہوتی ہے۔

ایک شیعہ نے انہی میں سے ایک سوال کیا جو بالکل نیا سوال تھا اس سے قبل مجھ سے یہ سوال کسی نے نہ کیا تھا۔ میں بالکل خالی الذہن تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر مدد فرمائی۔ وہ سوال یہ تھا کہ تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا تقلید کہتے ہیں اتباع کو اور بیعت کہتے ہیں معاہدۂ اتباع کو۔ یہ جواب سن کر وہ شخص بے حد محظوظ ہوا۔ اور یہ سب بروقت کے مناسب معاملہ یا جواب سمجھ میں آجانا اللہ کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعا کا اثر ہے چنانچہ حضرت مولانا یعقوب صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ایک مرتبہ جوش کی حالت میں ہم چند خادموں سے یہ فرمایا کہ تم جہاں جاؤ گے ان شاء اللہ وہاں تم ہی تم ہو گے تو یہ میرا کمال تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت کی دعا کی برکت ہے اسی لئے بزرگوں سے تعلق بڑی دولت ہے، بڑی نعمت ہے۔ لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ مجھ کو تو اس لئے بھی اس کی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے بزرگوں کی دعا کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ نہ علم ہے نہ عمل ہے۔ اگر ہے تو صرف یہی ایک چیز ہے اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ کیا اپنی کسی بات پر ناز یا فخر کر سکتا ہے اور ناز وفخر تو کسی حالت میں بھی انسان کو نہیں کرنا چاہئے جبکہ سرتا سر نقائص وعیوب سے بھرا ہوا

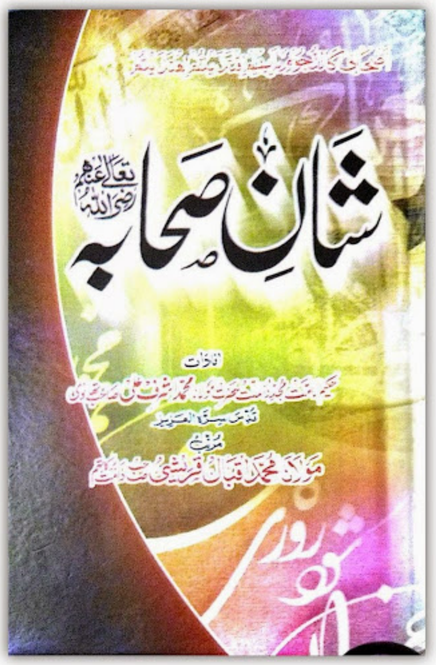

غیر مقلدین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے تقلید اور اتباع کے متعلق ایک قول نقل کر کے اتباع اور تقلید کے فرق کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ مولانا تھانویؒ خود فرماتے ہیں کہ: ”پس ایک زمانہ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لینا اور یہی تقلید شخصی ہے“۔ (اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ: ص ۵۴)

غیر مقلدین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے تقلید اور اتباع کے متعلق ایک قول نقل کر کے اتباع اور تقلید کے فرق کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ مولانا تھانویؒ خود فرماتے ہیں کہ: "پس ایک زمانہ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لینا اور یہی تقلید شخصی ہے"۔
(اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ: ص ۵۴)

۵۴ اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ

بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَأَشَارَ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ الحديث﴾ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلامت میں تو ان کا اتباع کیا کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کیا کرنا پس ایک زمانہ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لینا اور یہی تقلید شخصی ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کر سکتے ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۳۴)

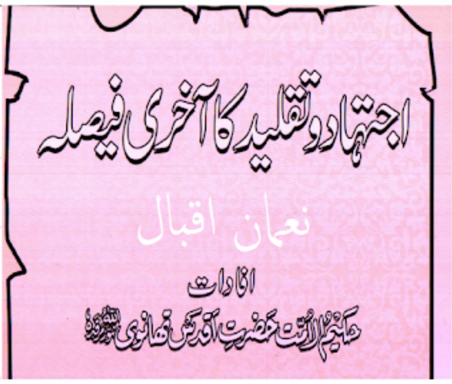

تقلید کا بیان

تقلید کی تعریف

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ (الاقتصاد صفحہ ۱۰)

تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے۔ جس شخص کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتا اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے اسی کا نام تقلید ہے۔ اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی بیان کرے تو بھی شبہ رہتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اور بعض رسائل میں مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھے ہیں کوئی دلیل نہیں لکھتے مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں۔ تو حنفیہ کو بھی یہ حق ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر بایں اعتقاد عمل کر لیں کہ وہ کوئی بات بے دلیل نہیں فرمایا کرتے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۳۱۸)

میرے دل میں تو تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان کی ہے کیونکہ وہ

زمزم پبلشرز

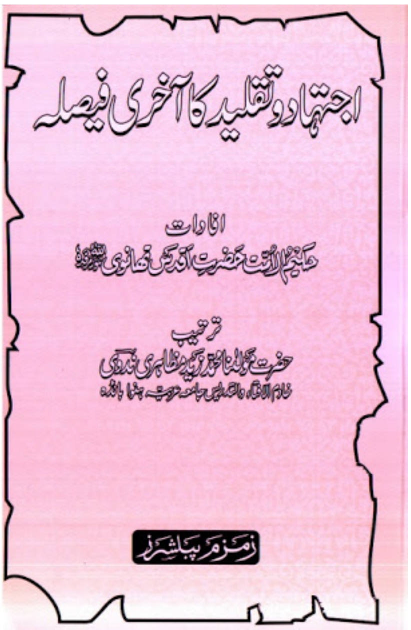

غیر مقلدین حضرات تذکرۃ الرشید کے حوالے سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا تقلید کے متعلق ایک اور قول نقل کرکے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ مولانا تھانویؒ یہ کہتے ہیں کہ "تقلید شخصی پر کبھی اجماع نہیں ہوا" جبکہ مولانا فرماتے ہیں کہ "وہ میں نے بطور تحقیق اور رائے کے نہیں بلکہ (اپنے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) کو بطور اشکال کے پیش کیا ہے"۔ (امداد الفتویٰ: ص ۳۸۳)

غیر مقلدین حضرات تذکرۃ الرشید کے حوالے سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تقلید کے متعلق ایک اور قول نقل کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ مولانا تھانویؒ یہ کہتے ہیں کہ "تقلید شخصی پر کبھی اجماع نہیں ہوا" جبکہ مولانا فرماتے ہیں کہ: "وہ میں نے بطور اشکال کے پیش کیا ہے"۔

غیر مقلدین حضرات تذکرۃ الرشید کے حوالے سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تقلید کے متعلق ایک اور قول نقل کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ مولانا تھانویؒ یہ کہتے ہیں کہ "تقلید شخصی پر کبھی اجماع نہیں ہوا" جبکہ
مولانا فرماتے ہیں کہ "وہ میں نے بطور تحقیق اور رائے کے نہیں بلکہ (اپنے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) کو بطور اشکال کے پیش کیا ہے"۔ (امداد الفتویٰ: ص ۳۸۳)

اول تذکرۃ الرشید سے میرے خط کا جو مضمون نقل کیا ہے وہ میں نے بطور تحقیق اور رائے کے نہیں لکھا بلکہ بطور اشکال کے پیش کیا ہے یعنی بعض اعمال متکلم فیہا میں جن پر بدعت ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے اور تقلید میں فرق پوچھنا مقصود ہے، چنانچہ جہاں تک ناقل نے میری عبارت نقل کر کے چھوڑ دی ہے اسی کے ایک سطر بعد یہ عبارت ہے کہ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان و وجوب مشہور و معمول بہ یا سوال کا

امداد الفتاویٰ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ "بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت والجماعت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے"۔ (اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ: ص ۵۱)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ "بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت والجماعت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے"۔(اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ: ص ۵۱)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ "بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت والجماعت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے"۔
(اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ: ص ۵۱)

ائمہ اربعہ کی تخصیص کیوں ضروری ہے؟

ہندوستان میں مذہب حنفی کی تخصیص کیوں؟

اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ

افادات حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی

نعمان اقبال

زمزم پبلشرز

ائمہ کی تقلید کے معنی

تقلید کا مقصد

ائمہ کی تقلید کیا شرک فی النبوۃ کے مرادف ہے

اطاعت کی دو قسمیں

غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب "دین میں تقلید کا مسئلہ"میں ایک جھوٹ رقم کیا ہے کہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے اپنی کتاب "المنہاج الواضح، راہِ سنت" میں لکھا ہے کہ "یہ الگ بات ہے کہ اقتدا ءاور چیز ہے اور تقلید اور"۔ ان کے اس جھوٹ کی اصل حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

مشہور زمانہ غیر مقلد عالم زبیر علی زئی کا جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔ جس فرقے کے عالموں کے دجل کا یہ حال ہے اس کے جاہلوں کا کیا حال ہو گا۔

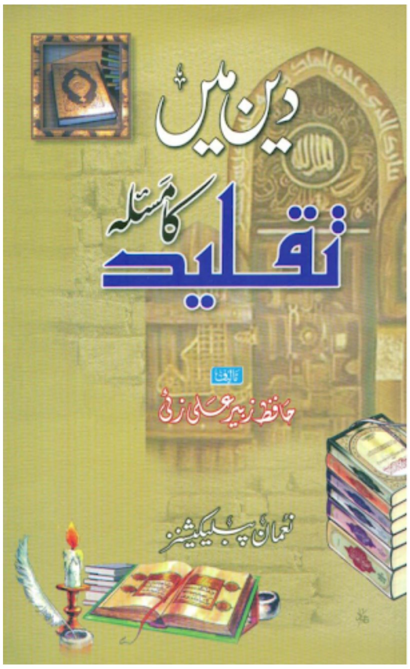

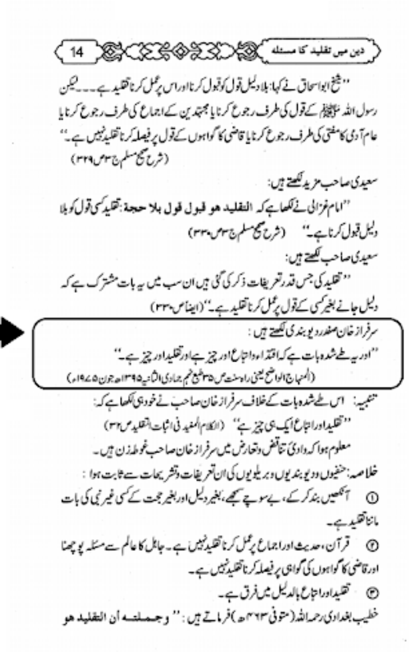

دین میں تقلید کا مسئلہ 14

"شیخ ابو اسحاق نے کہا: بلا دلیل قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔۔۔لیکن رسول اللہ ﷺ کے قول کی طرف رجوع کرنا یا مجتہدین کے اجماع کی طرف رجوع کرنا یا عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا یا قاضی کا گواہوں کے قول پر فیصلہ کرنا تقلید نہیں ہے۔" (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۲۹)

سعیدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"امام غزالی نے لکھا ہے کہ التقلید هو قبول قول بلا حجة: تقلید کسی قول کو بلا دلیل قبول کرنا ہے۔" (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۳۰)

سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"تقلید کی جس قدر تعریفات ذکر کی گئی ہیں ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے۔" (ایضاً ص ۳۳۰)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

"اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء و اتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔" (المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۳۵ طبع نہم جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ جون ۱۹۷۵ء)

تنبیہ: اس طے شدہ بات کے خلاف سرفراز خان صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہ:

"تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے" (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ وادئ تناقض و تعارض میں سرفراز خان صاحب غوطہ زن ہیں۔

خلاصہ: حنفیوں و دیوبندیوں و بریلویوں کی ان تعریفات و تشریحات سے ثابت ہوا:

① آنکھیں بند کر کے، بے سوچے سمجھے، بغیر دلیل اور بغیر حجت کے کسی غیر نبی کی بات ماننا تقلید ہے۔

② قرآن، حدیث اور اجماع پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے۔ جاہل کا عالم سے مسئلہ پوچھنا اور قاضی کا گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کرنا تقلید نہیں ہے۔

③ تقلید اور اتباع بالدلیل میں فرق ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: " وجملته أن التقليد هو

کتاب المنہاج الواضح یعنی راہِ سنت کے صفحہ نمبر ۳۵ پر لکھی یہ عبارت واضح طور پر پڑھی جاسکتی ہے کہ یہ الفاظ مولانا صفدرؒ کے نہیں بلکہ علامہ امیر یمانیؒ کے ہیں جو انہوں نے علامہ برمادیؒ کو بطورِ تردید پیش کیا ہے۔

غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب "دین میں تقلید کا مسئلہ" میں دوسرا جھوٹ یہ رقم کیا ہے کہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے اپنی کتاب "الکلام المفید فی اثبات تقلید" میں لکھا ہے کہ "تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے"۔

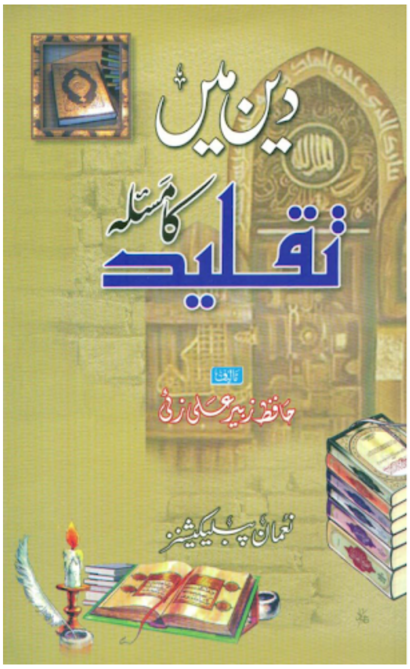

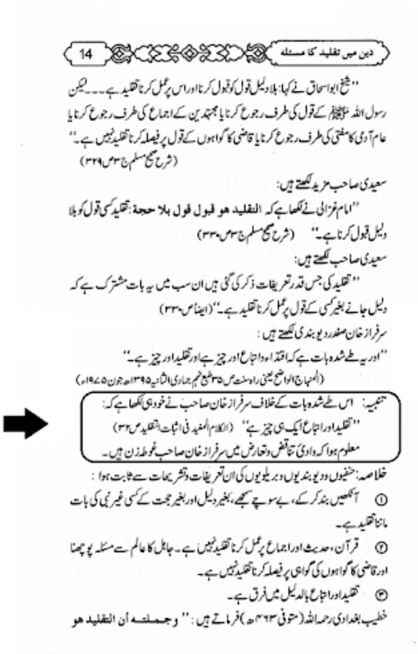

14 دین میں تقلید کا مسئلہ

''شیخ ابو اسحاق نے کہا: بلا دلیل قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔۔۔لیکن رسول اللہ ﷺ کے قول کی طرف رجوع کرنا یا مجتہدین کے اجماع کی طرف رجوع کرنا یا عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا یا قاضی کا گواہوں کے قول پر فیصلہ کرنا تقلید نہیں ہے۔''
(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۲۹)

سعیدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''امام غزالی نے لکھا ہے کہ التقلید هو قبول قول بلا حجة: تقلید کسی قول کو بلا دلیل قبول کرنا ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۳۰)

سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''تقلید کی جس قدر تعریفات ذکر کی گئی ہیں ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے۔'' (ایضاً ص ۳۳۰)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔''
(المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۳۵ طبع نہم جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ جون ۱۹۷۵ء)

تنبیہ: اس طے شدہ بات کے خلاف سرفراز خان صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہ:
''تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے'' (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۳۲)
معلوم ہوا کہ وادیٔ تناقض وتعارض میں سرفراز خان صاحب غوطہ زن ہیں۔

خلاصہ: حنفیوں و دیوبندیوں و بریلویوں کی ان تعریفات وتشریحات سے ثابت ہوا:

① آنکھیں بند کر کے، بے سوچے سمجھے، بغیر دلیل اور بغیر حجت کے کسی غیر نبی کی بات ماننا تقلید ہے۔

② قرآن، حدیث اور اجماع پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے۔ جاہل کا عالم سے مسئلہ پوچھنا اور قاضی کا گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کرنا تقلید نہیں ہے۔

③ تقلید اور اتباع بالدلیل میں فرق ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: '' وجملته أن التقليد هو

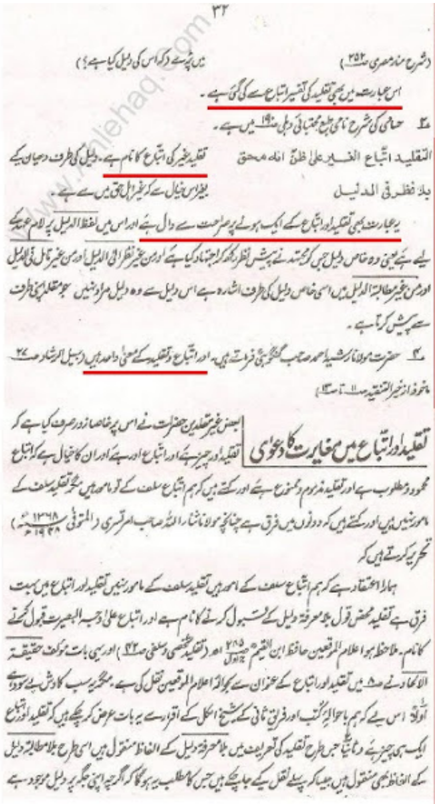

۳۲

(شرح منار مصری ص ۲۵۲) میں پڑھئے (کہ اس کی دلیل کیا ہے؟)

اس عبارت میں بھی تقلید کی تفسیر اتباع سے کی گئی ہے۔

۲۔ حسامی کی شرح نامی طبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۰ میں ہے۔

التقليد اتباع الغير على ظن انه محق بلا نظر في الدليل — تقلید غیر کی اتباع کا نام ہے۔ دلیل کی طرف دھیان کیے بغیر اس خیال سے کہ غیر اہل حق میں سے ہے۔

یہ عبارت بھی تقلید اور اتباع کے ایک ہونے پر صراحت سے دال ہے اور اس میں لفظ الدلیل پر لام عہد کے لیے ہے یعنی وہ خاص دلیل جس کو مجتہد نے پیش نظر رکھ کر اجتہاد کیا ہے اور من غیر نظر الی الدلیل اور من غیر تامل فی الدلیل اور من غیر مطالبۃ الدلیل میں اسی خاص دلیل کی طرف اشارہ ہے اس دلیل سے وہ دلیل مراد نہیں جو مقلد اپنی طرف سے پیش کرتا ہے۔

۳۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں۔ اور اتباع و تقلید کے معنی واحد ہیں (سبیل الرشاد ص ۲۷ ماخوذ از خیر التنقید ص ۱۱ تا ص ۱۳)

تقلید اور اتباع میں مغایرت کا دعویٰ

بعض غیر مقلدین حضرات نے اس پر خاصا زور صرف کیا ہے کہ تقلید اور چیز ہے اور اتباع اور ہے اور ان کا خیال ہے کہ اتباع محمود و مطلوب ہے اور تقلید مذموم و ممنوع ہے اور کہتے ہیں کہ ہم اتباع سلف کے تو مامور ہیں مگر تقلید سلف کے مامور نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ دونوں میں فرق ہے چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری (المتوفی ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء) تحریر کرتے ہیں کہ

ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم اتباع سلف کے مامور ہیں تقلید سلف کے مامور نہیں تقلید اور اتباع میں بہت فرق ہے تقلید محض قول بلا معرفۃ دلیل کے قبول کرنے کا نام ہے اور اتباع علی وجہ البصیرت قبول کرنے کا نام۔ ملاحظہ ہو اعلام الموقعین حافظ ابن القیم ج ۲ ص ۲۶۵ اھ (تقلید شخصی و سلفی ص ۴۳) اور یہی بات مؤلف حقیقۃ الالحاد نے ص ۸ میں تقلید اور اتباع کے عنوان سے بحوالہ اعلام الموقعین نقل کی ہے۔ مگر یہ سب کاوش بے سود ہے اولاً اس لیے کہ ہم باحوالہ کتب اور فریق ثانی کے شیخ الکل کے اقرار سے یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے وثانیاً جس طرح تقلید کی تعریف میں بلا معرفۃ دلیل کے الفاظ منقول ہیں اسی طرح بلا مطالبۃ دلیل کے الفاظ بھی منقول ہیں جیسا کہ پہلے نقل کیے جا چکے ہیں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ اپنی جگہ پر دلیل موجود ہے

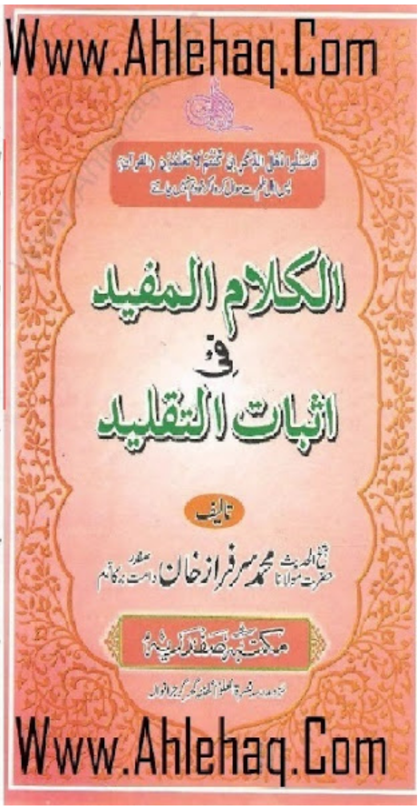

زبیر علی زئی صاحب الکلام المفید اور راہِ سنت کی عبارات میں تعارض ثابت کرتے ہوئے حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی سمجھ پر انگلی اٹھارہے ہیں جبکہ ذرا بھی عقل و شعور اور اردو سمجھنے والا شخص بھی اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ راہِ سنت کی عبارت پر زبیر علی زئی صاحب نے انتہائی کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے علامہ امیر یمانیؒ کی عبارت کو مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی طرف منسوب کر کے عام اور لاعلم عوام کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کتاب الکلام المفید فی اثبات تقلید کے صفحہ نمبر ۳۲ پر لکھی یہ عبارت بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس کتاب میں بھی مولانا صفدرؒ نے علامہ ابن القیمؒ کے الفاظ بطور اشکال بحوالہ اعلام الموقعین سے درج کیے ہیں۔

غیر مقلد عالم زبیر علی زئی نے "دین میں تقلید کا مسئلہ" نامی اپنی کتاب میں یہ جھوٹ رقم کیا ہے کہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے اپنی کتاب "الکلام المفید فی اثبات تقلید" میں لکھا ہے کہ "اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے"۔

مشہور زمانہ غیر مقلد عالم زبیر علی زئی کا جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔ جس فرقے کے عالموں کے دجل کا یہ حال ہے اس کے جاہلوں کا کیا حال ہو گا۔

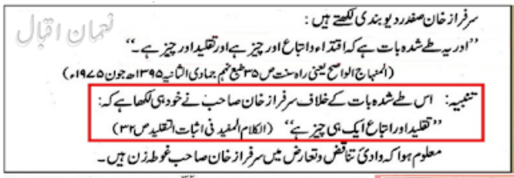
سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:
"اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔"
(المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۳۵ طبع خم جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ جون ۱۹۷۵ء)
تنبیہ: اس طے شدہ بات کے خلاف سرفراز خان صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہ:
"تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے" (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۳۲)
معلوم ہوا کہ وادیٔ تناقض وتعارض میں سرفراز خان صاحب غوطہ زن ہیں۔

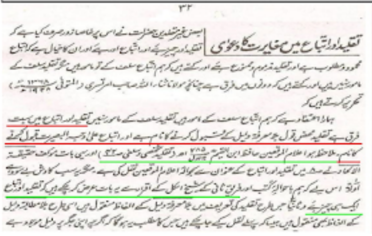

کتاب الکلام المفید فی اثبات تقلید کے صفحہ نمبر ۳۲ پر لکھی یہ بات واضح طور پر پڑھی جا سکتی ہے کہ یہ الفاظ مولانا صفدرؒ کے نہیں بلکہ علامہ ابن القیمؒ کے ہیں جو کہ ان کی کتاب علام الموقعین میں درج ہیں۔

اہلحدیث عالم شیخ الکل محدث جلیل جناب سید نذیر حسین دہلوی ؒ اپنی کتاب معیارالحق کے صفحہ نمبر ۸۰ پر لکھتے ہیں: "(تقلید کی اقسام) قسم اول: واجب ہے اور وہ تقلیدِ مُطلق ہے"۔ "یہ تقلید واجب اور صحیح ہے"۔

جس طرح ایک بُت کو سجدہ کرنا یا ایک سے زائد بُتوں کو سجدہ کرنا دونوں ہی شرک وحرام ہیں، بالکل اسی طرح تقلید کسی ایک مجتہد کی کی جائے (یعنی تقلید شخصی) یا پھر ایک سے زائد مجتہد ین کی (یعنی تقلیدِ مُطلق) دونوں ہی شرک و حرام ہوئے۔ اگر ایک سے زائد مجتہدین کی تقلید (یعنی تقلیدِ مُطلق) شرک و حرام نہیں تو پھر ایک مجتہد کی تقلید (یعنی تقلید شخصی) کیسے شرک و حرام ہو سکتی ہے؟

اہلحدیث عالم شیخ الکل محدث جلیل جناب سید نذیر حسین دہلوی ؒ اپنی کتاب معیارالحق کے صفحہ نمبر ۸۰ پر لکھتے ہیں: "(تقلید کی اقسام) قسم اول: واجب ہے اور وہ تقلیدِ مُطلق ہے"۔ "یہ تقلید واجب اور صحیح ہے"۔
جس طرح ایک بُت کو سجدہ کرنا یا ایک سے زائد بُتوں کو سجدہ کرنا دونوں ہی شرک وحرام ہیں، بالکل اسی طرح تقلید کسی ایک مجتہد کی کی جائے (یعنی تقلید شخصی) یا پھر ایک سے زائد مجتہدین کی (یعنی تقلید مُطلق) دونوں ہی شرک وحرام ہوئے۔ اگر ایک سے زائد مجتہدین کی تقلید (یعنی تقلید مُطلق) شرک وحرام نہیں تو پھر ایک مجتہد کی تقلید (یعنی تقلید شخصی) کیسے شرک وحرام ہو سکتی ہے؟

80 معیار الحق
موجود ہے چنانچہ عنقریب کلام میں عبدالرحمان بن اسماعیل ابو شامہ کے آئے گا اور وجہ ثانی یہ کہ اگر کوئی شخص اہل علم حسب وسعت اپنی کے ایک حدیث کو تحقیق کر کے اس پر عمل کرے تو نہایت یہی ہوگا کہ وہ حدیث منسوخ ہو گی تو ہم کہتے ہیں کہ وہ شخص عمل کرنے میں ساتھ اس حدیث کے گنہگار نہ ہوگا اور وہ عمل اس کا باطل اور قابل اعادہ کے نہ ہوگا جیسا کہ مروی ہے کہ بعد نسخ قبلہ ٹھہرانے بیت المقدس کے بعض لوگ بدستور قدیم طرف بیت المقدس کی نماز پڑھتے رہے اور جب آنحضرت ﷺ سے ان کو خبر پہنچی تو متوجہ مکہ کی طرف ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ امر نہ کیا کہ جو نماز طرف بیت المقدس کی باوجود منسوخ ہونے استقبال بیت المقدس کے پڑھ چکے تھے ان کو اعادہ کریں چنانچہ:
فاضل قندھاری نے مقتنم میں کہا ہے:
انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یامر الذین صلوا الی بیت المقدس بعد التحویل جاھلین بہ ان تعیدوا صلوالھم انتھیٰ
"آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو جنہوں نے بعد تبدیل جہت قبلہ کی انجانی میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی نماز کے پھیرنے کا حکم نہیں دیا۔"
(اقسام تقلید)
تو عذر لوگوں کا جو کہ حدیث پر عمل کرنے سے بالکل منع کرتے ہیں بجمیع وجوہ باطل ہوا اور ثابت ہوا کہ عالم بالحدیث کو وقت جاننے ایک مسئلہ کے حدیث سے تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے اس مسئلہ خاص میں باقی رہی تقلید وقت لاعلمی سو یہ چار قسم ہے۔
قسم اول: واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہد اہل سنت کی سے لاعلی التعیین جس کو مولانا شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت اور اس کی یہ علامت لکھی ہے کہ عمل مقلد کا ساتھ قول مجتہد کے اسی طرح پر ہو جیسے شرط کی ہوتی ہے کہ اگر وہ قول موافق سنت کے ہو تو عمل کیے جاؤں گا تو جب کہ معلوم ہو کہ مخالف ہے سنت کے تو اس کو پھینک دوں گا چنانچہ فرماتے ہیں:

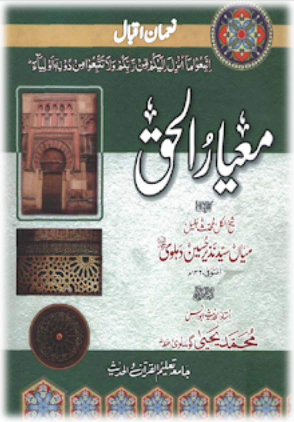

غیر مقلدین کے شیخ الکل محدث جلیل جناب سید نذیر حسین دہلوی ؒ اپنی کتاب معیارالحق کے صفحہ نمبر ۸۱ پر لکھتے ہیں: "(تقلید کی اقسام) قسم ثانی: مباح اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے"۔

مزید فرماتے ہیں کہ: "جو شخص قرآن اور حدیث کو نہیں جانتا تو وہ بذات خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہیں رکھتا سو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت ﷺ نے فلانے فلانے مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے جب فقیہ بتادے تو اس کی پیروی کرے برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو یہ سب صورتیں حضرت ﷺ کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے"۔

غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل نے تقلید کی قسم ثانی کے بارے میں یہ کہہ کر مسئلہ ہی ختم کر دیا کہ "جو شخص قرآن وحدیث نہیں جانتا اور استنباط کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ کسی فقیہ سے پوچھ کر اس کی پیروی کر لے۔ اور اس تقلید کی علامت یہ بتائی ہے کہ اگر کسی دوسرے مذہب (مسلک یا امام) کے کسی

مسئلہ پر عمل کر سکے تو اس سے انکار نہ کرے"۔

الحمدللہ! فقہ حنفی میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید بالکل ویسے ہی کی جاتی ہے جیسی تقلید کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی میں ایسے کئی مسائل ہیں جن میں علماءِ احناف نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو ترک کرتے ہوئے دوسرے ائمہ مجتہدین کے قول پر فتویٰ دیا ہے، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شیر خوار بچے کی مدت رضاعت ۲ سال ۶ ماہ بیان کرتے ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: "حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا"۔ "کہ اسے اس کی ماں نے تکلیف سے اٹھائے رکھا اور اسے تکلیف سے جنا، اور اس کا حمل اور دودھ کا چھڑانا تیس مہینے (۲ سال ۶ ماہ) ہیں"۔ [سورۃ الاحقاف: ۱۵]

اس کے برعکس فقہ حنفی میں اس مسئلے پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑ کر امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے کیونکہ اس مسئلے پر صاحبینؒ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کو چھوڑ کر مدت رضاعت ۲ سال بیان کی جس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے۔ "حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ"۔ "اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہے"۔ [سورۃ القمان: ۱۴]

۲۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ لاپتہ شوہر کی بیوی اس وقت تک عقدِ نکاح سے فارغ نہیں ہوسکتی جب تک لاپتہ شوہر کی موت کا یقینی علم نہ ہوجائے۔ ان دونوں فقہاء کرامؒ کا استدلال رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہے کہ "لاپتہ شوہر کی بیوی اس وقت تک اس کی بیوی ہی رہے گی جب تک گم شدہ آدمی کے متعلق کوئی واضح اطلاع نہ موصول ہو جائے"۔ (سنن دارقطنی: ج ۳، ص ۳۱۲)

اگرچہ اس حدیث کی سند میں محمد بن شرحبیل صمدانی نامی ایک راوی ضعیف ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ "الخبر الضعیف عن رسول اللہ اولیٰ من القیاس، ولایحل القیاس مع وجودہ"۔ "یعنی باب میں اگر ضعیف حدیث بھی موجود ہو تو قیاس نہ کرکے اس سے استدلال کیا جائے گا"۔ (المحلّٰی لابن حزم: ج ۳، ص ۱۶۱)

احناف نے یہاں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے اور لاپتہ ہونے والے شوہر کے لئے ہم عمر لوگوں کی موت تک مدت مقرر نہیں کی بلکہ اس کا تعین حاکم کی رائے پر کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی عورت عدالت کے نوٹس میں لائے بغیر اپنے لاپتہ شوہر کا چار سال تک انتظار کرے تو اس مدت کا اعتبار کیا جائے گا؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ: "اگر وہ اس طرح بیس سال بھی گزار دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا"۔ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۲، ص ۹۳)

احناف کے نزدیک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ہے کیوں کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فیصلے کی تائید حاصل ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی بنیاد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ ہے: "جس عورت کا خاوند گم ہوجائے اور اس کا پتہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے۔ تو وہ عورت چار سال تک انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر چاہے تو دوسرا نکاح کرے"۔ (موطا امام مالک: کتاب الطلاق)

غیر مقلدین کے شیخ الکل محدث جلیل جناب سید نذیر حسین دہلویؒ اپنی کتاب معیار الحق کے صفحہ نمبر ۸۱ پر لکھتے ہیں: "(تقلید کی اقسام) قسم ثانی: مباح اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے"۔

مزید فرماتے ہیں کہ: "جو شخص قرآن اور حدیث کو نہیں جانتا تو وہ بذات خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہیں رکھتا سو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت ﷺ نے فلانے فلانے مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے جب فقیہ بتادے تو اس کی پیروی کرے برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو یہ سب صورتیں حضرت ﷺ کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے"۔

81 معیار الحق

"سمجھ لے کہ مجتہد کی پیروی دو قسم کی ہے واجب اور حرام سو واجب یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص قرآن اور حدیث کو نہیں جانتا تو وہ بذات خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہیں رکھتا سو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت ﷺ نے فلانے فلانے مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے جب فقیہ بتادے تو اس کی پیروی کرے برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو یہ سب صورتیں حضرت ﷺ کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور تمام امتیں اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں اور اس تقلید کا نشان یہ ہے کہ اس کا عمل مجتہد کے قول پر مثال مشروط کے ہے کہ سنت کے موافق ہو پر ہمیشہ جہاں تک ہو سکے سنت کی تلاش میں رہے پھر جب ایسی حدیث مل جاوے کہ اس قول کے مخالف ہو تو اس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے۔"

قسم ثانی: مباح اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ اس نظر سے تعین کرے کہ جب کہ امر اللہ تعالیٰ کا واسطے اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا ہے تو جس ایک مجتہد کا اتباع کریں گے اسی کی اتباع سے عہدہ تکلیف کے سے فارغ ہوجائیں گے اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے اور علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ اگر دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کر سکے تو اس سے انکار نہ کرے اور کسی شخص عمل کرنے والے کو برا نہ جانے اور ملامت اور نکیر نہ کرے مثلاً حنفی المذہب کو مسئلہ رفع الیدین اگر معلوم ہو تو اس کے استعمال سے نفرت اور انکار نہ کرے بلکہ کبھی کر بھی لے اور حنفی ہو کر کسی کرنے والے پر طعن نہ کرے۔ ☆

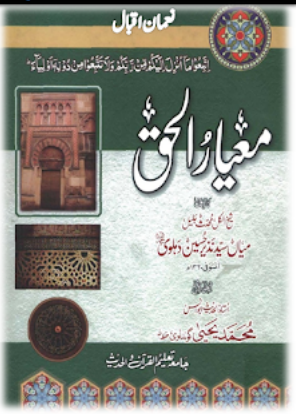

غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں: "پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے"۔ (یعنی غیر مقلدین کے گھر کی دلیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تقلید اور

(اتباع دونوں کے معنٰی ایک ہی ہیں)

غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں: ”پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے“۔

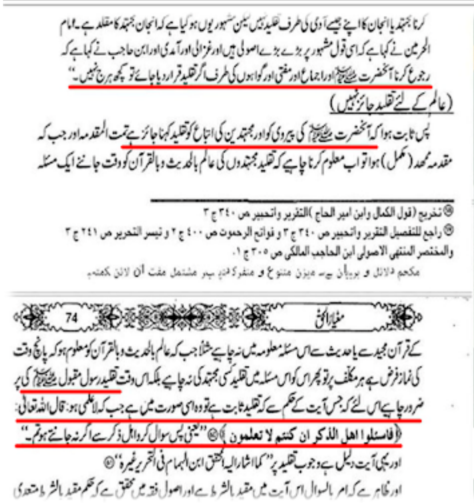

کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں لیکن مشہور یوں ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔“

(عالم کے لئے تقلید جائز نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے تمت المقدمہ اور جب کہ مقدمہ ممہد (مکمل) ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث وبالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ

تخریج (قول الکمال وابن امیر الحاج) التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳

راجع للتفصیل التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳ و فواتح الرحموت ص ۴۰۰ ج ۲ و تیسر التحریر ص ۲۴۱ ج ۳ والمختصر المنتهی الاصولی ابن الحاجب المالکی ص ۳۰۵ ج ۱.

74 معیار الحق

کے قرآن مجید سے یا حدیث سے اس مسئلہ معلومہ میں نہ چاہیے مثلاً جب کہ عالم بالحدیث وبالقرآن کو معلوم ہو کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے ہر مکلف پر تو پھر اس کو اس مسئلہ میں تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے بلکہ اس وقت تقلید رسول مقبول ﷺ کی پر ضرور چاہیے اس لئے کہ جس آیت کے حکم سے کہ تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لاعلمی ہو: قال اللہ تعالیٰ: ﴿فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ ”یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم۔“

اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر ”کما اشار الیہ المحقق ابن الہمام فی التحریر وغیرہ“

اور ظاہر ہے کہ امر بالسوال اس آیت میں مقید بالشرط ہے اور اصول فقہ میں محقق ہے کہ حکم مقید بالشرط متعدی

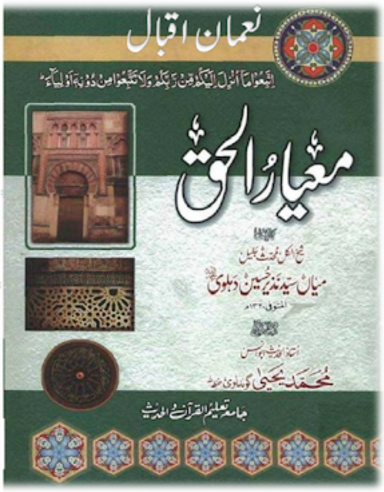

لاعلمی کے ساتھ تقلید کا انکار کرنے والے عامی غیر مقلدین حضرات پر علماءاہلحدیث کا رد:

۱۔ غیر مقلد مولوی ڈاکٹر بہاوالدین صاحب لکھتے ہیں: ”ہاں بعض عوام کالانعام گروہ اہل حدیث میں ایسے بھی ہیں جو اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہیں۔ ان کو لامذہب، بد مذہب، ضال مضل جو کچھ کہو، زیبا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ خود کتاب و سنت کا علم رکھتے ہیں نہ اپنے گروہ کے اہل علم کا اتباع کرتے ہیں۔ کسی سے کوئی حدیث سن کر یا کسی اردو مترجم کتاب میں دیکھ کر نہ صرف اس کے ظاہری معنی کے موافق عمل کرنے پر صبر و اکتفا کرتے ہیں۔ بلکہ اس میں اپنی خواہش نفس کے موافق استنباط واجتہاد بھی شروع کر دیتے ہیں۔ جس میں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں“۔ (تاریخ اہل حدیث: ص۱۶۴)

۲۔ غیر مقلدعالم محمد شاہ جہانپوریؒ لکھتے ہیں: ”کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیرمانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ رہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں میں سنا ہے۔ اپنے آپ کو اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں۔ مگر فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یالامذہب لیا جاتا ہے“۔ (الارشادالی سبیل الرشاد: ص۱۳)

۳۔ مشہورومعروف غیر مقلدعالم جناب مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں: ”پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہوجاتے ہیں اور بعض لامذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنیٰ کرشمہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ کفروارتداداورفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں“۔ ”گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہوکر ترکِ تقلید کے مدعی ہیں وہ اِن نتائج سے ڈریں،اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوئے جاتے ہیں“۔ (اشاعۃ السنۃ: جلد نمبر۲۳، شمارہ نمبر۵، ص۱۵۴، مطبوعہ سنہ۱۸۸۸ء؛ بحوالہ سبیل الرشاد: ص۱۷۶؛ تقلید آئمہ ص۱۷-۱۶)

۴۔ فرقۂ اہل حدیث کے مجددجناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی جماعت اہل حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ”فقد فِي هَذَا الزَّمَان فرقة ذَات سمعة ورياء تَدعِي لأنفسها علم الحَدِيث وَالْقُرْآن وَالْعَمَل“۔ ”اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسندریاکارظہورپذیرہواہےجو باوجودہرطرح کی خامی کے اپنے لئے قرآن و حدیث پر علم و عمل کا مدعی ہے حالانکہ اس کو علم و عمل اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے“۔مزید لکھتے ہیں: ”فيا لله الْعجب من أيْن يسمون أنفسهم بالموحدين المخلصين وَغَيرهم بالمشركين المبتدعين وهم أَشد النَّاس تعصباً وغلواً فِي الدّين“۔ ”بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر خود کو خالص موحد کہتے ہیں اور مقلدین کو (تقلید ائمہ کی وجہ سے) مشرک اور بدعتی قراردیتے ہیں حالانکہ غیر مقلدین خود تو تمام لوگوں میں سخت متعصب اور غالی ہیں“۔ پھراسی مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں: ”فَمَا هَذَا دين إِن هَذَا إِلَّا فتْنَة فِي الأَرْض وَفَسَاد كَبِير“۔ ”یہ طریقہ (جو غیر مقلدین کا ہے)کوئی دین نہیں یہ توزمین میں فتنہ اور فساد اعظیم ہے“۔ (الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ: ص۲۴۲، ۲۴۹)

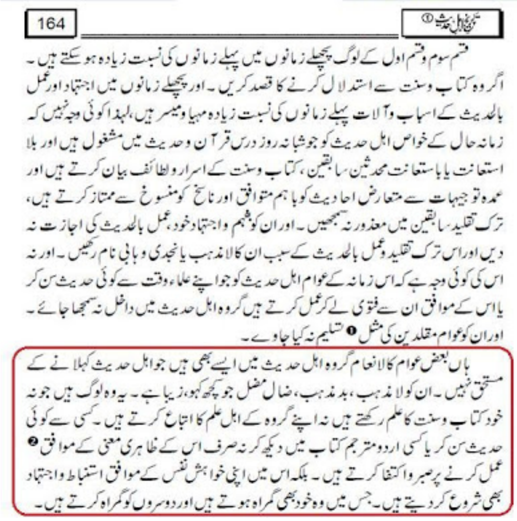

164 تاریخ اہل حدیث ①

قسم سوم وقسم اول کے لوگ پچھلے زمانوں میں پہلے زمانوں کی نسبت زیادہ ہو سکتے ہیں۔
اگر وہ کتاب وسنت سے استدلال کرنے کا قصد کریں۔ اور پچھلے زمانوں میں اجتہاد اور عمل
بالحدیث کے اسباب وآلات پہلے زمانوں کی نسبت زیادہ مہیا ومیسر ہیں، لہذا کوئی وجہ نہیں کہ
زمانہ حال کے خواص اہل حدیث کو جو شبانہ روز درس قرآن وحدیث میں مشغول ہیں اور بلا
استعانت یا باستعانت محدثین سابقین، کتاب وسنت کے اسرار ولطائف بیان کرتے ہیں اور
عمدہ توجیہات سے متعارض احادیث کو باہم متوافق اور ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرتے ہیں،
ترک تقلید سابقین میں معذور نہ سمجھیں۔ اور ان کو فہم واجتہاد خود، عمل بالحدیث کی اجازت نہ
دیں اور اس ترک تقلید وعمل بالحدیث کے سبب ان کا لامذہب یا نجدی وہابی نام رکھیں۔ اور نہ
اس کی کوئی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے عوام اہل حدیث کو جو اپنے علماء وقت سے کوئی حدیث سن کر
یا اس کے موافق ان سے فتوی لے کر عمل کرتے ہیں گروہ اہل حدیث میں داخل نہ سمجھا جائے۔
اور ان کو عوام مقلدین کی مثل ❶ تسلیم نہ کیا جاوے۔

ہاں بعض عوام کالانعام گروہ اہل حدیث میں ایسے بھی ہیں جو اہل حدیث کہلانے کے
مستحق نہیں۔ ان کو لامذہب، بدمذہب، ضال مضل جو کچھ کہو، زیبا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ
خود کتاب وسنت کا علم رکھتے ہیں نہ اپنے گروہ کے اہل علم کا اتباع کرتے ہیں۔ کسی سے کوئی
حدیث سن کر یا کسی اردو مترجم کتاب میں دیکھ کر نہ صرف اس کے ظاہری معنی کے موافق ❷
عمل کرنے پر صبر واکتفا کرتے ہیں۔ بلکہ اس میں اپنی خواہش نفس کے موافق استنباط واجتہاد
بھی شروع کر دیتے ہیں۔ جس میں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

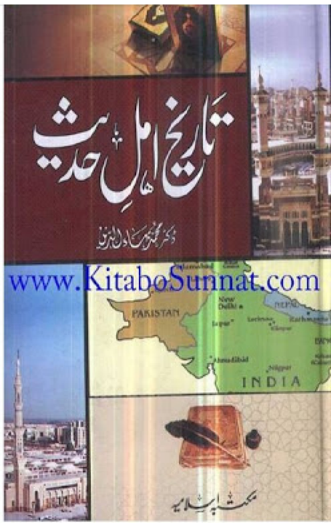

۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق المبین ۔ نحمده ونثنی علیه ولا نحصی ثناء علیه ونصلی علیهم هداة الخلق ومعادن الصدق ولاسیما اولهم محمد المصطفیٰ خاتم النبیین ۔ وعلیٰ اٰله واصحابه وحملة علمه وحفظة شریعته ائمة امته الهادین المهدیین ۔

اَمَّا بَعْدُ :

کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ
رہے ہیں، جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے
لوگ کہیں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ اُن کا نام ابھی
تھوڑے ہی دنوں سے سُنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا مؤحد کہتے
ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب[1] لیا جاتا ہے۔

[1] چونکہ یہ لوگ نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں۔ یعنے رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت
ہاتھ اٹھاتے ہیں، جیسا کہ تحریمہ باندھتے وقت ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں۔ بنگالہ کے عوام ان لوگوں کو
رفع یدینی بھی کہتے ہیں۔

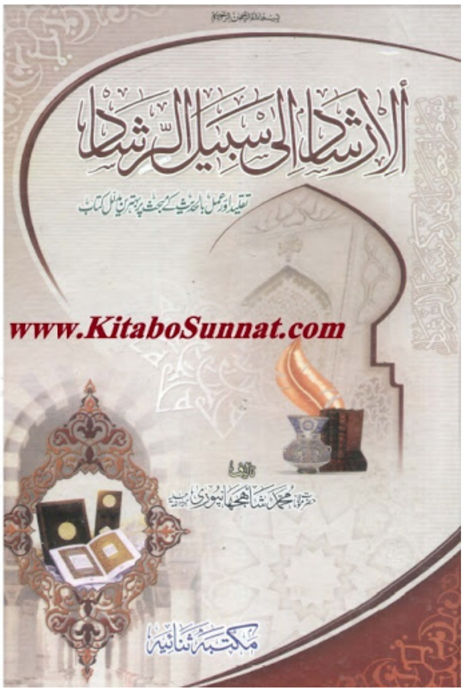

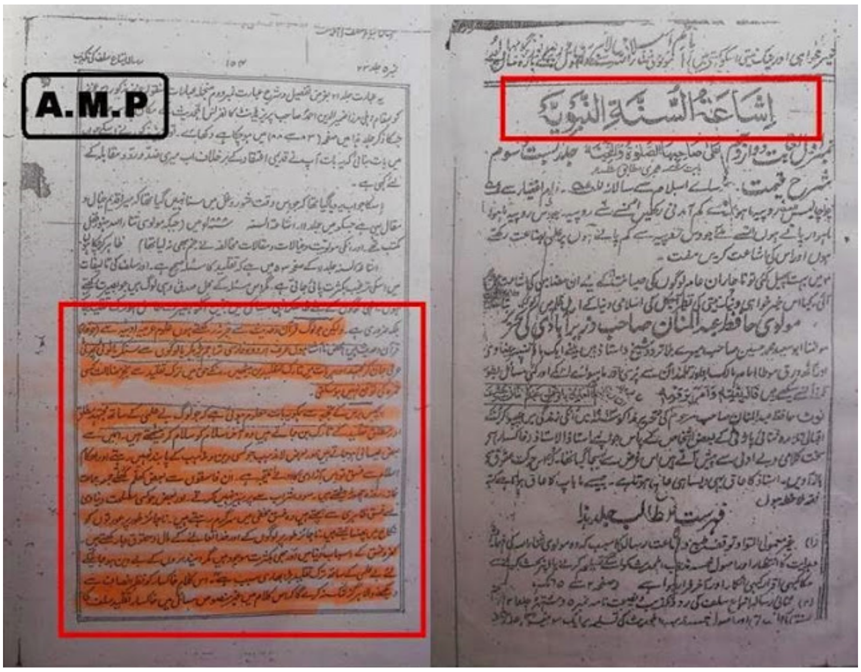

سبیل الرشاد اور الارشاد

پر

محاکمانہ ریویو

(جسمیں تقلید وعمل بالحدیث کے متعلق قول فصل کا بیان ہے)

من برائے وصل کردن آمدم نے برائے فصل کردن آمدم

یہ دونوں رسالہ دو نامور عالموں کے تالیف ہیں۔ پہلا رسالہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تالیف ہے جو ایک گروہ احناف کے پیشوا اور بڑے مقتدا - اور ہماری نظر میں بھی واجب التعظیم بزرگ ہیں۔ دوسرا رسالہ مولوی حافظ حکیم ابو یحیی محمد صاحب شاہجہانپوری کی تالیف ہے جو گروہ اہلحدیث کے سربرآوردہ ممبر ہیں اور ہمارے اوستاد بھائی حضرت شیخنا و شیخ الکل محدث دہلوی کے شاگرد رشید۔ دونوں صاحبوں میں اصول و مسائل ستہ مفصلہ ذیل میں اتفاق معلوم ہوتا ہے۔

اول- واجب وہی امر ہوتا ہے جسکو اللہ تعالی اور اسکا رسول صلعم واجب کریں اور خدا تعالی نے کسی شخص پر کسی خاص مذہب یا امام مذہب کا خصوصیت کے ساتھ اتباع واجب نہیں کیا- **دوم** اگر حسب اتفاق وقت یا بمقتضائے مقام یا بوجہ عدم علم و اطلاع مسائل مذاہب مختلفہ یا بنظر سہولیت و کفایت کوئی شخص تمام مدت العمر ایک مذہب حنفی یا شافعی وغیرہ کا اتباع ان مسائل میں جنمیں اسکو نص صریح آیت قرآن یا حدیث نبوی نہ ملے ہو اختیار کرے اور اس خصوصیت اور تعلق کیوجہ سے وہ شخص حنفی یا شافعی کہلاوے اور اسکو اس امر کی خبر ہو تو جائز ہے ... عالم متبحر اور مبصر کیلئے جو کتب حدیث و فقہ میں نظر رکھتا ہو اور احادیث متعارضہ کی ترجیح و تطبیق پر قادر ہو اور ناسخ کو منسوخ سے تمیز کرنیکی قدرت رکھتا ہو بلا توقف و اندیشہ حدیث صحیح پر عمل کرنا موجب سعادت و نجات دنیا و آخرت ہے۔

چہارم جس شخص کو علم و یقین حاصل ہو خواہ اپنے علم و تحقیق سے خواہ دوسرے عالم محقق کی تقلید سے کہ کسی امام کا قول خلاف نصوص قرآن و حدیث ہے تو اس شخص کیلئے اس مسئلہ میں امام کی تقلید باطل ہے اور ترک اعتقاد

ترمذی کی سحور کے باب میں کلوا واشربوا ولا یھیدنکم الساطع المصعد کا ترجمہ کہ کہاؤ پیو جب تک پیش آوے تم کو صبح سرخ پس ظاہر اسکا یہ ہے کہ جبتک سرخی ظاہر نہ ہو کہاتے جاؤ حالانکہ سرخی جب ظاہر ہوتی ہے کہ صبح تمام عالم میں پہیل جاوے اور قدر پون گھنٹے کے گذر جاوے اور اسفار کا وقت خوب آجاوے اسوقت سحور کہانا چاہیئے کہ وہاں اہل ظاہر کے نزدیک جائز ہو پس اگر آمین کسی فقیہ عالم سے نہ پوچھے گا تو روزہ فاسد ہو کر گمراہ رہے گا یا نہیں اور کچھ اسکی تاویل کی یا معنی درست کئے یا منسوخ کہا اور یہی تفقہ ہے اور یہ عوام کا کام نہیں بلکہ علمائے متبحرین کا کام ہے تو ہر ظاہر حدیث کا خلاف ہوا اور ترک واجب ہو کر حرام ہوگا حسب زعم غیر مقلدین کے کیونکہ واجب کا ترک حرام ہے اب دیکھو مآل اہل عقل و سمجھ کا کیا ہوگا اور اگر یہ غرض ہے کہ حدیث سے ایک ظاہر لفظ سے مطلب صحیح معلوم ہو تا ہے اور دوسرا مطلب علت اور تفقہ کو تو فقط ظاہر لفظی مطلب پر عمل واجب ہے تو یہ معلوم ہو چکا کہ غلط ہے کیونکہ قصہ صلوۃ عصر بنو قریظہ میں جماعت صحابہ نے ظاہر مطلب کو چھوڑ کر علت پر عمل کیا اور مصیب ہوئے اگر ظاہر ہی پر عمل واجب ہوتا تو ایک گروہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو کر سزا نہیں شارع علیہ السلام کا سزاوار ہوتا پس وجوب عمل ظاہر حدیث پر خود باطل ہوا پس اس قوم کی یہ جہالت کی کلام خود گمراہی کے اثر میں کیا خوب فرماتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اس قوم غیر مقلدین کے ایڈوکیٹ اشاعۃ السنہ میں ان اوصاف کے مقر ہیں کہ ہم لکھتے ہیں ابتدا جلد ۱۱ کے ۳۱ میں کہ غیر مجتہد کیلئے مجتہد بن سے قرار و انکار کی گنجائش نہیں اور نمبر ۴ جلد ۱۱ کے صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ پچیس برس کے تجربہ سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بنجاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں بعض عیسائی ہو جاتے بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنی نتیجہ ہے دیکھو کیا خرابی اس قاعدہ کی انکو (خاکسار کو مراد رکھتے ہیں) معلوم ہوئی کہ عامی کسی مجتہد کا کبھی محتاج نہیں ظاہر پر اسکو عمل کرنا واجب ہے اور حاصل جواب مغالطہ کی ان نادانوں کو یہ ہوا کہ خود فقہا کا قاعدہ مقرر ہے کہ ظاہر نص پر عمل واجب ہے جبتک کہ وہ اپنے سے کسی قوی دلیل کا معارض نہ ہو اور جب تعارض ہو تو اسکی تاویل کرنی چاہیے جیسا مرقوم الکلام ہو جو اصول میں مقرر ہے پس یہ قاعدہ

الحطة

في ذكر الصحاح الستة

« البخاري - مسلم - الترمذي - أبو داود - النسائي - ابن ماجة »

بالإضافة إلى مسند أحمد وموطأ مالك

ودراسات شاملة للعلوم الحديثية

تصنيف

أبي الطيب السيد صديق حسن خان القنوجي

المولود سنة ١٢٤٨ المتوفى سنة ١٣٠٧ رحمة الله عليه

دراسة وتحقيق

علي حسن الحلبي

دار الجيل بيروت — دار عمار عمان

وكم من طفل صغير يفوق الشيخَ الكبيرَ في الدراية وملكة التحرير . والله ُ يختص برحمته من يشاء .

قال المولى أبو الخير رحمه الله تعالى : إن قصارى نظر أبناء هذا الزمان في علم الحديث في « مشارق الأنوار » فإنْ ترفّعتْ إلى « مصابيح » البغوي ظنت أنها تصل إلى درجة المحدثين وما ذاك إلاّ لجهلهم بالحديث ، بل لو حفظهما عن ظهر قلب وضم إليهما من المتُون مثلهما لم يكن محدّثاً « حتى يلج الجملُ في سَمّ الخياط » . وإنما الذي يعده أهل الزمان بالغاً إلى النهاية وينادونه محدث المحدثين وبخاريّ العصر من اشتغل « بجامع الأصول » لابن الأثير مع حفظ « علوم الحـديث » لابن الصلاح أو « التقريب » للنووي إلاّ أنه ليس في شيء من رتبة المحدثين .

وإنما المحدث من عرف الأسانيد والمسانيد والعلل وأسماء الرجال والعالي والنازل وحفظ مع ذلك جملة مستكثَرة من المتون وسمع الكتب الستة « ومسند » الإمام أحمد بن حنبل و « سنن » البيهقي و « معجم » الطبراني وضم إلى هذا القدر ألف جزء من الأجزاء الحديثية . هذا أقل فإذا سمع ما ذكرناه وكتب الطبقات وزاد على الشيوخ وتكلم في العلل والوفيات والأسانيد كان في أول درجات المحدثين ، ثم يزيد الله سبحانه ما يشاء ، هذا ما ذكره تاج الدين السبكي ، انتهى . وقد ذكر هذا في وقته ولو رأى زماننا هذا الذي ذهب فيه ماؤه ونضب رواؤه وكثر جاهلوه وقل عالموه لقال ما قال فقد نبتت في هذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعي لأنفسها علم الحديث والقرآن والعمل بهما على العلات في كل شأن مع أنها ليست في شيء من أهل العلم والعمل والعرفان لجهلها عن العلوم الآلية التي لا بد منها لطالب الحديث في تكميل هذا الشأن وبعدها من الفنون العالية التي لا مندوحة لسالك طريق السنّة عنها كالصرف والنحو واللغة

٢٤٦

الحطة

في ذكر الصحاح الستة

« البخاري - مسلم - الترمذي - أبو داود - النسائي - ابن ماجة »

بالإضافة إلى مسند أحمد وموطأ مالك

ودراسات شاملة للعلوم الحديثية

تصنيف

أبي الطيب السيد صديق حسن خان القنوجي

المولود سنة ١٢٤٨ المتوفى سنة ١٣٠٧ رحمة الله عليه

دراسة وتحقيق

علي حسن الحلبي

دار الجيل بيروت — دار عمار عمان

فيا لله العجب من أين يسمون أنفسهم الموحدين المخلصين وغيرهم بالمشركين المبتدعين وهم أشد الناس تعصباً وغلواً في الدين ، قد أنفقوا في غير شيء نفائسَ الأوقات والأنفاس ، وأتعبوا أنفسهم وحيّروا مَن خلفهم من الناس . ضيعوا الأصول ، فحُرموا القَبول وأعرضوا عن الرسالة فوقعوا في مَهامِه [1] الحيرة والضلالة . والمقصود أن هؤلاء القوم رؤيتهم قذاء العيون وشجى الحلوق وكرب النفوس وحمى الأرواح وغم الصدور ومرض القلوب . إن أنصفتهم لم تقبل طبيعتهم الإنصاف . وإن طلبته منهم فأين الترياق من يد الملتمس الوصاف قد انتكست قلوبهم وعميَ عليهم مطلوبُهم . رضوا بالأماني وابتلوا بالحظوظ الفواني وحصلوا على الحرمان وخاضوا بحار العلم ، لكن بالدعاوى الباطلة وشقاشق الهذيان ، والله ما ابتلت من وشَلة [2] أقدامُهم ولا زكت به عقولُهم وأحلامُهم ولا ابيضت به لياليهم ولا أشرقت بنوره أيامُهم ولا ضحكت بالهدى والحق منه وجوه الدفاتر إذ بكت بمداد أقلامهم فما هذا دين ، إنْ هذا إلاّ فتنة في الأرض وفساد كبير ، كيف ولو كان لهؤلاء إخلاص في القول والعمل وحرص على العلم النافع عند مجيء الأجل وخيفة من الحي القيوم ، وحياء من النبي المعصوم لزهدوا في أوساخ الأموال ، ولاستنكفوا عن التزيي بزي الصلاح لصيد الجهال ، ولا يأكلوا أبداً مالَ المسلم بالباطل ولا يرضوا بالعاجل عن الآجل ، ولا يكتفوا من علم الحديث على رسمه ومن العمل بالكتاب على اسمه ، ولا يبذلوا نفائس الأوقات إلاّ في الطاعات ولا يصرفوا شرائف الأنفاس في غير الباقيات الصالحات ، ولا يصحبوا أهل الدنيا ليلاً ونهاراً ولا يروا غيره تعالى للمهام مداراً ولا يتقدموا للوعظ والفتيا إلاّ بحقها ، ولا يحرزوا على نصبهم للإرشاد إلاّ على وجهها ،

(١) جمع مهمه . وهي المفازة البعيدة .
(٢) هي العين قليلة الماء .

٢٤٩

کیا تقلید چوتھی صدی ہجری کی بدعت ہے؟

مجتہد ین کی تقلید پر کُل صحابہ کرامؓ اور تمام مومنین کا قرونِ اولیٰ میں اجماع کی دلیل غیر مقلد ین کے گھر سے۔

اہلحدیث عالم شیخ الکل محدث جلیل جناب سید نذیر حسین دہلویؒ نے اپنی کتاب معیارالحق کے صفحہ نمبر ۱۴۳ پر لکھتے ہیں: ''قوی ترا جماع صحابہ کا ہے خلاف اس اجماع کا مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔ پس جب کہ کل صحابہ اور تمام مومنین کا قرونِ اولیٰ میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی''۔(معیارالحق: ص ۱۴۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''اس قسم کی تقلید کا کون شخص انکار کرسکتا ہے؟ علماء سے مسائل دریافت کرنے کا اور مسئلہ بتانے کا سلسلہ تو رسول اللہ صَلَّىٰ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے سے برابر چلا آرہا ہے۔ اور یہی تو تقلید ہے''۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ج۲، ص ۲۸۴)

غیر مقلدین کے شیخ الکل جناب سید نذیر حسین دہلویؒ نے کل صحابہؓ اور تمام مومنین کا قرونِ اولیٰ میں تقلید پر اجماع نقل کرکے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تقلید کو رسول اللہ صَلَّىٰ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مبارک زمانے سے برابر چلے آنے کا اقرار کرکے ان غیر مقلدین کا منہ بند کردیا جو کہتے ہیں کہ تقلید چوتھی صدی ہجری کی بدعت ہے۔

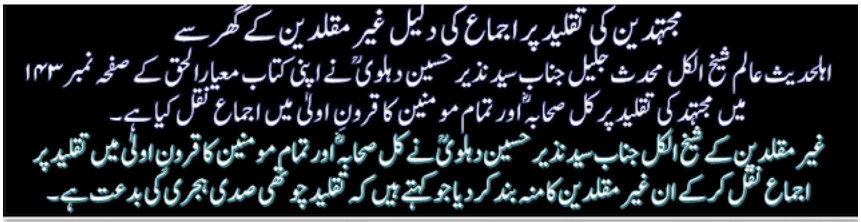

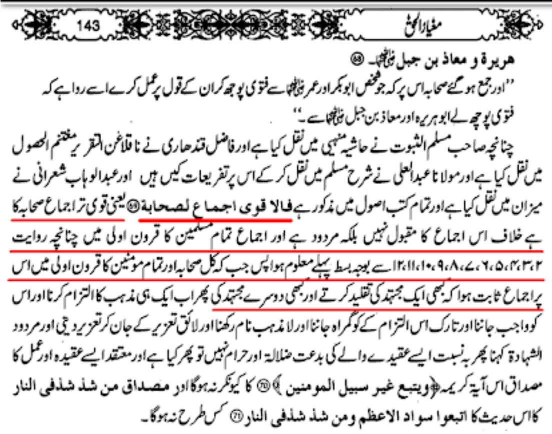

143 معیارالحق

هريرة و معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما۔ ⑥⑧

''اور جمع ہو گئے صحابہ اس پر کہ جو شخص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے فتوی پوچھ کر ان کے قول پر عمل کرے اسے روا ہے کہ فتوی پوچھ لے ابوہریرہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے۔''

چنانچہ صاحب مسلم الثبوت نے حاشیہ منہی میں نقل کیا ہے اور فاضل قندھاری نے ناقلاً عن التقریر مغتنم الحصول میں نقل کیا ہے اور مولانا عبدالعلی نے شرح مسلم میں نقل کرکے اس پر تفریعات کیں ہیں اور عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں نقل کیا ہے اور تمام کتب اصول میں مذکور ہے فالا قوی اجماع لصحابة ⑥⑨ یعنی قوی ترا جماع صحابہ کا ہے خلاف اس اجماع کا مقبول نہیں بلکہ مردود ہے اور اجماع تمام مسلمین کا قرون اولی میں چنانچہ روایت ۲،۳،۴،۵،۶،۷،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲ سے بوجہ بسط پہلے معلوم ہوا پس جب کہ کل صحابہ اور تمام مومنین کا قرون اولی میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی پھر اب ایک ہی مذہب کا التزام کرنا اور اس کو واجب جاننا اور تارک اس التزام کے کو گمراہ جاننا اور لامذہب نام رکھنا اور لائق تعزیر کے جان کر تعزیر دینی اور مردود الشہادۃ کہنا پھر بہ نسبت ایسے عقیدے والے کی بدعت ضلالۃ اور حرام نہیں تو پھر کیا ہے اور معتقد ایسے عقیدہ اور عمل کا مصداق اس آیۃ کریمہ ﴿ويتبع غير سبيل المومنين﴾ ⑦⑩ کا کیونکر نہ ہوگا اور مصداق من شذ شذفى النار کا اس حدیث کا اتبعوا سواد الاعظم ومن شذ شذفى النار ⑦① کس طرح نہ ہوگا۔

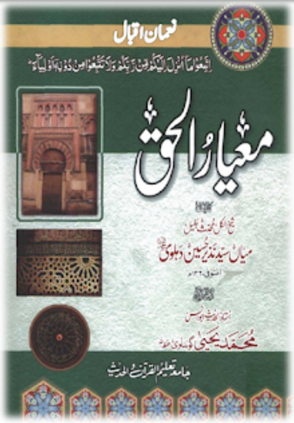

جلد دوم ۶۸۴ رحمۃ اللہ الواسعۃ

ان کے شاگرد مزنی رحمہ اللہ نے اپنی ''مختصر'' کے شروع میں فرمایا ہے:

''میں نے یہ کتاب تلخیص کی ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے علوم سے اور ان کے کلام کے معانی سے، تاکہ میں ان باتوں کو قریب کروں اس شخص سے جو ان کا قصد کرتا ہے، میرے اُس کو بتلانے کے ساتھ امام شافعی کی ممانعت کو اپنی تقلید سے اور اپنے علاوہ کی تقلید سے (ابوشامہؒ کی بات پوری ہوئی)

۳-: اور اس شخص کے حق میں جو عام آدمی ہے، اور وہ فقہاء میں سے کسی معین شخص کی تقلید کرتا ہے، سمجھتا ہے کہ اُس جیسے سے خطا ناممکن ہے اور یہ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہی قطعی طور پر صحیح ہے۔ اور اس نے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا ہے کہ وہ اس کی تقلید نہیں چھوڑے گا، اگر چہ اس کے خلاف دلیل ظاہر ہو۔ اور یہ وہی بات ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے ان کو سنا ـــــ مراد لے رہے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ـــــ پڑھ رہے ہیں: ﴿اتَّخَذُوا﴾ الآية فرمایا: ''بیشک وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ جس چیز کو وہ حلال کہتے تھے، اس کو وہ حلال سمجھ لیتے تھے۔ اور جس کو وہ حرام ٹھہراتے تھے، اس کو وہ حرام سمجھ لیتے تھے''

۴-: اور اس شخص کے حق میں جو جائز قرار نہیں دیتا کہ حنفی ـــــ مثلاً ـــــ مسئلہ پوچھے کسی شافعی فقیہ سے، اور اس کے برعکس۔ اور جائز قرار نہیں دیتا کہ حنفی اقتداء کرے کسی شافعی امام کی مثال کے طور پر۔ پس بیشک یہ شخص قرونِ اولی کے اجماع کے خلاف ورزی کرتا ہے اور صحابہ وتابعین کی مخالفت کرتا ہے۔

☆ ☆ ☆

اماموں کی معروف تقلید ابن حزم کے قول کا مصداق نہیں ہے

علامہ ابن حزم ظاہری کے مطلقاً حرمت تقلید والے قول کا مصداق وہ شخص نہیں ہے جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو دین مانتا ہے۔ اور صرف اس چیز کو حلال وحرام سمجھتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے حلال وحرام کی ہے۔ مگر چونکہ وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے۔ اور نہ وہ مختلف احادیث کے درمیان جمع کرنے کا طریقہ جانتا ہے۔ اور وہ کلام نبوی سے استنباط احکام کی راہوں سے واقف نہیں ہے۔ اس لئے وہ کسی راہ یاب عالم کی پیروی کرتا ہے۔ اور یہ سمجھ کر تقلید کرتا ہے کہ وہ عالم جو کچھ کہتا ہے یا وہ جو فتوی دیتا ہے اس میں وہ مصیب ہے۔ اور بہ ظاہر وہ عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا متبع بھی ہے۔ پھر اگر اس مقلد کے سامنے اس عالم کے گمان کے برخلاف بات آتی ہے تو وہ بغیر کسی جدال یا اصرار کے فوراً باز آجاتا ہے۔ تو اس قسم کی تقلید کا کون شخص انکار کرسکتا ہے؟ علماء سے مسائل دریافت کرنے کا اور مسئلہ بتانے کا سلسلہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے برابر چلا آرہا ہے۔ اور یہی تو تقلید ہے۔ اور اس میں کیا فرق ہے کہ ہمیشہ ایک ہی عالم سے مسئلہ پوچھے یا کبھی ایک سے پوچھے، کبھی دوسرے سے؟ جبکہ اس کا پختہ ارادہ

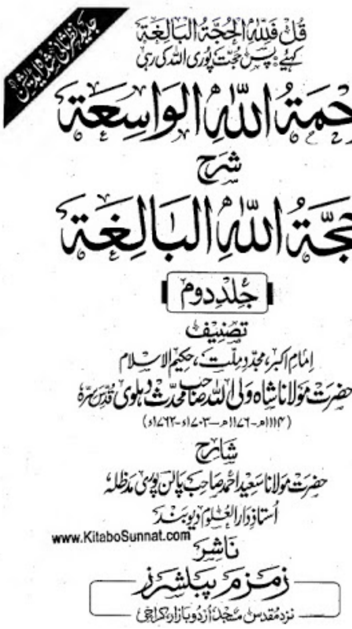

غیر مقلدین کے ایک اور جلیل القدر عالم جناب ثناءاللہ امرتسریؒ اپنی کتاب فتویٰ ثنائیہ کی جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۶ پر خود اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ : ''تقلید مُطلق یہ ہے کہ بغیر تعین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ جو اہل حدیث کا مذہب ہے''۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم نے فریق مخالف کے گھر سے دلیل پیش کرکے یہ ثابت کردکھایا کہ غیر مقلدین حضرات بھی درحقیقت مقلد ہی ہیں۔

غیر مقلد سید توصیف الرحمٰن راشدی لکھتے ہیں: "کسی گروہ کے عقائد اس گروہ کے علماء اوراکابرین طے کرتے ہیں"۔ (کیا علماءِ دیوبند اہلسنت ہیں!!!: ص۸) لہٰذا غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور جناب ثناءاللہ امرتسریؒ جیسے جید علماءاوراکابرین جنہوں نے فرقہ اہلحدیث کی بنیاد رکھی، خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مطلق تقلید واجب ہے، جو اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اب اگر موجودہ دور کے غیر مقلدین حضرات تقلید کاانکار کرتے ہوئے اسے سرے سے شرک اور حرام قراردیتے ہیں تو ان کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

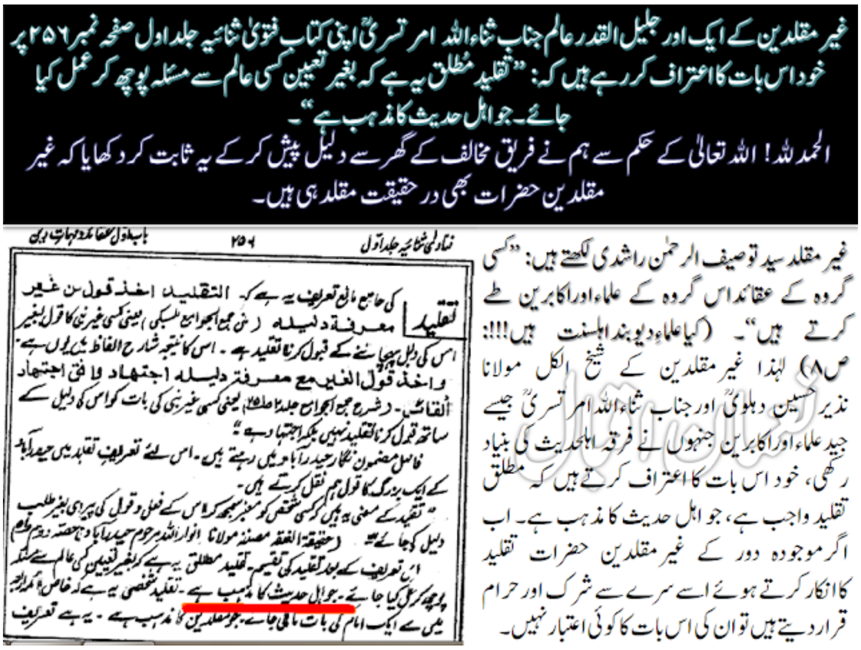

غیر مقلدین کے ایک اور جلیل القدر عالم جناب ثناء اللہ امرتسریؒ اپنی کتاب فتوٰی ثنائیہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۶ پر خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ: "تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ جو اہل حدیث کا مذہب ہے"۔
الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم نے فریق مخالف کے گھر سے دلیل پیش کرکے یہ ثابت کردکھایا کہ غیر مقلدین حضرات بھی درحقیقت مقلد ہی ہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ۲۵۶ باب اول عقائد و مہمات دین

تقلید کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ۔ التقليد اخذ قول من غير معرفة دليله (من جمع الجوامع للسبکی) یعنی کسی غیر نبی کا قول بغیر اس کی دلیل پہچاننے کے قبول کرنا تقلید ہے۔ اس کا نتیجہ شارح الفاظ میں یوں ہے: واخذ قول الغير مع معرفة دليله اجتهاد وافق اجتهاد القائل۔ (شرح جمع الجوامع جلد ۲ صفحہ ۳۵۳) یعنی کسی غیر نبی کی بات کو اس کی دلیل کے ساتھ قبول کرنا تقلید نہیں بلکہ اجتہاد ہے۔"
فاضل مضمون نگار حیدرآباد میں رہتے ہیں۔ اس لئے تعریف تقلید میں حیدرآباد کے ایک بزرگ کا قول ہم نقل کرتے ہیں۔
"تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو معتبر سمجھ کر اس کے فعل و قول کی پیروی بغیر طلب دلیل کی جائے۔" (حقیقۃ الفقہ مصنفہ مولانا انوار اللہ مرحوم حیدرآبادی حصہ دوم) اس تعریف کے بعد تقلید کی تقسیم۔ تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ جو اہل حدیث کا مذہب ہے۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ خاص ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے۔ جو مقلدین کا مذہب ہے۔ یہ ہے تعریف

غیر مقلد سید توصیف الرحمٰن راشدی لکھتے ہیں: "کسی گروہ کے عقائد اس گروہ کے علماء اوراکابرین طے کرتے ہیں"۔ (کیا علماءِ دیوبند اہلسنت ہیں!!!: ص۸) لہٰذا غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور جناب ثناءاللہ امرتسریؒ جیسے جید علماءاوراکابرین جنہوں نے فرقہ اہلحدیث کی بنیاد رکھی، خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مطلق تقلید واجب ہے، جو اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اب اگر موجودہ دور کے غیر مقلدین حضرات تقلید کاانکار کرتے ہوئے اسے سرے سے شرک اور حرام قراردیتے ہیں توان کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

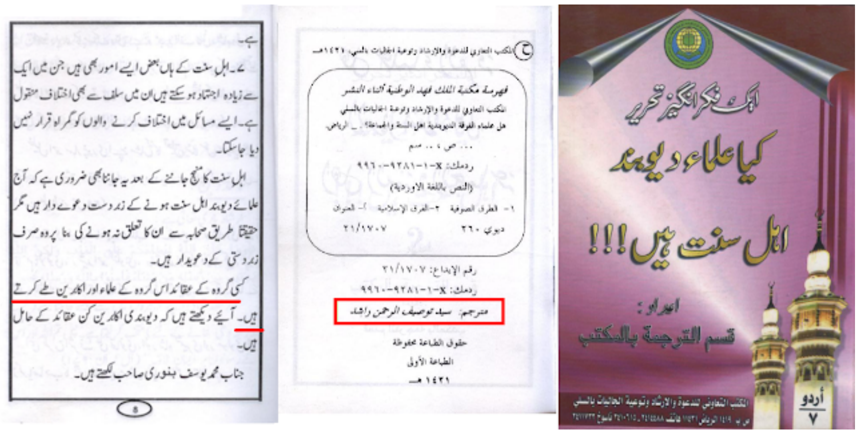

ہے۔
ے۔ اہل سنت کے ہاں بعض ایسے امور بھی ہیں جن میں ایک سے زیادہ اجتہاد ہو سکتے ہیں ان میں سلف سے بھی اختلاف منقول ہے۔ ایسے مسائل میں اختلاف کرنے والوں کو گمراہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔
اہل سنت کا منہج جاننے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آج علمائے دیوبند اہل سنت ہونے کے زبردست دعوے دار ہیں مگر حقیقتاً طریق صحابہ سے ان کا تعلق نہ ہونے کی بنا پر وہ صرف زبردستی کے دعویدار ہیں۔
کسی گروہ کے عقائد اس گروہ کے علماء اور اکابرین طے کرتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ دیوبندی اکابرین کن عقائد کے حامل ہیں۔
جناب محمد یوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں۔
٨

ح المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالسلي، ١٤٢١هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالسلي
هل علماء الفرقة الديوبندية أهل السنة والجماعة؟ ـ الرياض.
... ص ٤ .. سم
ردمك: X-١-٩٢٨١-٩٩٦٠
(النص باللغة الأوردية)
١- الفرق الصوفية ٢- الفرق الإسلامية أ- العنوان
ديوي ٢٦٠ ٢١/١٧٠٧
رقم الإيداع: ٢١/١٧٠٧
ردمك: X-١-٩٢٨١-٩٩٦٠
مترجم: سيد توصيف الرحمن راشد
حقوق الطباعة محفوظة
الطباعة الأولى
١٤٢١هـ

اتباع وتقلید کا حکم قرآن سے

تقلید کے وجوب پر قرآن کی پہلی آیت:

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنكُمْ۔ (سورۃ النسآء: ۵۹)

اے ایمان والوں! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اوراپنے میں سے اولی الامر کی۔

اولی الامر سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک علماء و مجتہدین ہیں، یہی بات حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت حسن بصریؒ اور حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ جیسے اکابر مفسرین سے منقول ہے۔

مستدرک علی الصحیحین میں لکھا ہے "اولی الامر اصحاب فقیہ اور اصحاب الخیر ہیں" (مستدرک علی الصحیحین: جلد اول، ص۲۱۱) آگے لکھا ہے۔"اولی الامر سے اہل فقہ اور اہل دین مراد ہیں جو لوگوں کو العمل بالمعروف والنھی عن المنکر کراتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت واجب کردی ہے"۔ (مستدرک علی الصحیحین: جلد اول، ص۲۱۱)

اکثر غیر مقلدین حضرات کہتے ہیں "اولی الامر" سے مراد صرف حکمران ہیں علماء اور فقہاء نہیں۔ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "ان سے مراد فقہ دین والے ہیں جو لوگوں کو ان کے دین کا مطلب سمجھاتے

ہیں"۔

اکثر غیر مقلدین حضرات کہتے ہیں "اولی الامر" سے مراد صرف حکمران ہیں علماء اور فقہاء نہیں۔ جلیل القدر تابعی مشہور محدث اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں: "اولی الامر سے مراد علم اور فقہ والے ہیں"۔(سنن دارمی: جلد نمبر ا، رقم الحدیث ۲۲۵)

اکثر غیر مقلدین حضرات کہتے ہیں "اولی الامر" سے مراد صرف حکمران ہیں علماء اور فقہاء نہیں۔ جلیل القدر تابعی مشہور محدث اور حضرت عبد للہ ابنِ عباسؓ کے شاگرد حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں: "اولی الامر سے مراد علم اور فقہ والے ہیں"۔

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (النساء 59)

اے ایمان والوں! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اختیار والوں کی اطاعت کرو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ أُولُو الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَطَاعَةُ الرَّسُولِ اتِّبَاعُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ❶

(سنن دارمی: جلد نمبر 1، رقم الحدیث 225)

عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے یہ آیت پڑھی: "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو۔" (النساء: ۵۹) انہوں نے کہا: "اولی الامر سے مراد علم اور فقہ والے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا قرآن اور سنت کی پیروی کرنا ہے۔"

فوائد:...... "أولی الامر" سے علماء و حکمران دونوں ہی مراد لیے جاتے ہیں، جب کہ عطاء اس سے اہل علم مراد لیتے ہیں۔ یعنی علماء کی اطاعت بھی ضروری ہے، لیکن ان کی اطاعت ان کاموں میں ہوگی جو کہ قرآن وسنت سے ثابت ہوں کیونکہ "اللہ" اور "رسول" کے لفظ کے ساتھ تو "اطیعوا" آیا ہے جب کہ "اولی الامر" اس سے خالی ہے لہٰذا علماء کی اطاعت ان کی اطاعت کے تابع ہوگی۔ جیسا کہ متفق علیہ حدیث (لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الخَالِقِ) خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔

۱۔ "وقال علي بن أبي طلحة، عن ابن عباس: {وأولي الأمر منكم} يعني: أهل الفقه والدين۔ وكذا قال مجاهد، وعطاء، والحسن البصري، وأبو العالية: {وأولي الأمر منكم} يعني: العلماء۔ والظاهر - والله أعلم - أن الآية في جميع (۴) أولي الأمر من الأمراء والعلماء، كما تقدم"۔ "علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا: واولی الامر منکم یعنی اہل فقہ و الدین۔ اور مجاہد اور عطا اور حسن بصری نے فرمایا ہے۔ اور ابو العالیہ نے کہا ہے: واولی الامر منکم یعنی علماء۔ اور ظاہر یہ ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ اولی الامر امراء اور علماء (دونوں میں سے) ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر: ج۱، ص۷۲۸)

۲۔ "قال حدثنا جابر بن نوح، عن الأعمش، عن مجاهد في قوله: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم"، قال: أولي الفقه منكم"۔ "حضرت مجاہد فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے اس ارشاد میں واولی الامر منکم سے مراد فقہ والے ہیں"۔

۳۔ "حدثنا أبو كريب قال، حدثنا ابن إدريس قال، أخبرنا ليث، عن مجاهد في قوله: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم"، قال: أولي الفقه والعلم"۔ "حضرت مجاہد فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے اس ارشاد میں واولی الامر منکم سے مراد فقہ اور علم والے ہیں"۔

۴۔ "حدثني محمد بن عمرو قال، حدثنا أبو عاصم، عن عيسى، عن ابن أبي نجيح:"وأولي الأمر منكم"، قال: أولي الفقه في الدين والعقل"۔ "ابن ابی نجیح فرماتے ہیں: واولی الامر منکم سے مراد دین میں سمجھ بوجھ اور عقل والے ہیں"۔

۵۔ "حدثني المثنى قال، حدثنا عبد الله بن صالح قال، حدثني معاوية بن صالح، عن علي بن أبي طلحة، عن ابن عباس قوله: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم"، يعني: أهل الفقه والدين۔ حدثني أحمد بن حازم قال، حدثنا أبو نعيم قال، حدثنا سفيان، عن حصين، عن مجاهد: "وأولي الأمر منكم"، قال: أهل العلم"۔ "علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا: واولی الامر منکم یعنی اہل فقہ و الدین۔ اور مجاہد نے فرمایا ہے: و اولی الامر منکم سے مراد اہل علم ہیں"۔

۶۔ "حدثني يعقوب بن إبراهيم قال، حدثنا هشيم قال، أخبرنا عبد الملك، عن عطاء بن السائب في قوله: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم"، قال: أولي العلم والفقه"۔ "حضرت عطاء بن السائب فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے اس ارشاد میں واولی الامر منکم سے مراد علم اور فقہ والے ہیں"۔

۷۔ "حدثني المثنى قال، حدثنا عمرو بن عون قال، حدثنا هشيم، عن عبد الملك، عن عطاء: "وأولي الأمر منكم"، قال: الفقهاء والعلماء"۔ "حضرت عطاء فرماتے ہیں: واولی الامر منکم سے مراد فقہاء اور علماء ہیں"۔

۸۔ "حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، أخبرنا معمر، عن الحسن في قوله: "وأولي الأمر منكم"، قال: هم العلماء"۔ "حضرت حسن فرماتے ہیں: واولی الامر منکم سے مراد علماء ہیں"۔

۹۔ "قال، وأخبرنا عبد الرزاق، عن الثوري، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد قوله: "وأولي الأمر منكم"، قال: هم أهل الفقه والعلم"۔ "حضرت مجاہد فرماتے ہیں: واولی الامر منکم سے مراد اہل فقہ اور اہل علم ہیں"۔

۱۰۔ "حدثني المثنى قال، حدثنا إسحاق قال، حدثنا ابن أبي جعفر، عن أبيه، عن الربيع، عن أبي العالية في قوله: "وأولي الأمر منكم"، قال: هم أهل العلم"۔ "ابو العالیہ فرماتے ہیں: واولی الامر منکم سے مراد اہل علم ہیں"۔

۱۱۔ ”حدثني يعقوب بن إبراهيم قال، حدثنا ابن علية قال، حدثنا ابن أبي نجيح، عن مجاهد في قوله: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم"، قال: كان مجاهد يقول: أصحاب محمد - قال: وربما قال: أولي العقل والفقه ودين الله“۔ ”حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں صحابی کرامؓ فرماتے ہیں: شاید اس آیت سے مراد عقل والے اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والے ہیں“۔ (تفسیر طبری: ج۸، تفسیر سورۃ النسآء: ۵۹، ص ۵۰۰-۵۰۱)

۱۲۔ امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاصؒ (متوفی ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں: ”لیکن اس میں کوئی امتناع نہیں کہ اولوالامر کے دونوں طبقوں یعنی فوجی دستوں کے امراء اور علماء کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے“۔ (أحکام القرآن للجصاص [اردو]: ج۳، ص۵۵۹)

۱۳۔ امام فخرالدین ابوعبداللہ محمد بن عمر الرازیؒ (المتوفی ۶۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ: ”وَالْجَوَابُ: أَنَّهُ لَا نِزَاعَ أَنَّ جَمَاعَةً مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ حَمَلُوا قَوْلَهُ: وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ عَلَى الْعُلَمَاءِ۔۔۔ أَنَّ أَعْمَالَ الْأُمَرَاءِ وَالسَّلَاطِينِ مَوْقُوفَةٌ عَلَى فَتَاوَى الْعُلَمَاءِ، وَالْعُلَمَاءُ فِي الْحَقِيقَةِ أُمَرَاءُ الْأُمَرَاءِ، فَكَانَ حَمْلُ لَفْظِ أُولِي الْأَمْرِ عَلَيْهِمْ أَوْلَى“۔ ”اس میں کوئی نزاع نہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کی ایک جماعت نے اولی الامر کو علماء کے معنیٰ پر حمل کیا ہے۔۔۔ بلاشک امراء اور بادشاہوں کے اعمال علماء کے فتووں پر موقوف ہیں اور حقیقت میں علماء امراء کے امراء ہیں تو لفظ اولی الامر کا علماء پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے“۔ (تفسیر الفخر الرازی: ج۱۱، سورۃ النسآء ۵۹، ص۱۴۹، ۱۵۰)

۱۴۔ غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ بھی یہی لکھتے ہیں کہ: ”حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابوالعالیہؒ، حضرت عطاءؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت مجاہدؒ اور حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ امراء اور حکام کی اطاعت تب ہی کی جاتی ہے کہ وہ علم (شریعت) کے مطابق فیصلہ کریں تو امراء کی اطاعت علماء کی اطاعت کے تابع ہے۔ جیسا کہ علماء کی اطاعت جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے“۔ (الجنۃ: ص۴)

امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاصؒ فرماتے ہیں: ”علماء پر واجب ہے کہ ان مسائل کا استنباط کریں اور منصوصات میں غور و خوص کر کے ان کے نظائر تلاش کریں اور ان کا حکم متعین کریں۔ اور یہ پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے۔ اور دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں، بلکہ دونوں (امراء اور علماء) مراد ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ حکام کی اطاعت سیاسی معاملات میں کی جائے، اور علماء و فقہا کی مسائل شریعت کے باب میں“۔ (أحکام القرآن للجصاص [اردو]: ج۳، ص۵۶۰، باب فی طاعۃ اولی الامر)

اگر اولی الامر سے امراء اور علماء دونوں ہی مراد لیئے جائیں تو بھی دونوں کی اطاعت لازم اور واجب ہے۔ جس طرح عوام پر امراء کا قول ماننا (جو موافق شرع ہو) واجب اور لازم ہے بالکل اسی طرح لاعلم لوگوں پر علماء کی بات جو اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی سے بخوبی آگاہ ہیں تسلیم کرنا بھی لازم اور واجب ہے۔ اس لحاظ سے علماءِ حق کی بات ماننا بھی عوام پر واجب اور لازم ہے۔

الحاصل یہ کہ حقیقتاً اطاعت تو علماء کی ہی ہونی چاہیئے، کیونکہ حکام کی اطاعت تو اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ علماء کے تابع اور شریعت اسلامی کے موافق فیصلے صادر کرتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں کہ: ”اولی الامر کی تفسیر میں صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعینؒ کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد خلفاء، علماء اور فقہاء ہیں“۔ ”اور غیر مقلد عالم مولانا صدیق حسن خان صاحبؒ بھی اس معنیٰ کو اپنی تفسیر میں قبول کرتے ہیں“۔ (جواہر الفقہ: ج۱، ص۱۲۲)

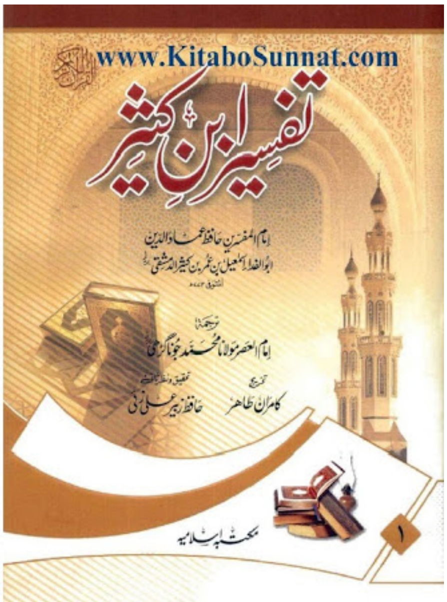

القســـم الأدبي

الجامع لأحكام القرآن

لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي

الجزء الخامس

فيـــه ثلاث مسائل :

الأولى — لمـا تقدّم إلى الولاة فى الاية المتقدمة وبدأ بهم فأمرهم بأداء الأمانات وأن يحكموا بين الناس بالعدل ، تقدّم فى هذه الآية إلى الرعيّة فأمر بطاعته جلّ وعزّ أوّلا ، وهى امتثال أوامره واجتناب نواهيـه ، ثم بطاعة رسوله ثانيـا فيما أمر به ونهى عنه ، ثم بطاعة الأمراء ثالثـا ؛ على قول الجمهور وأبى هريرة وابن عباس وغيرهم . قال سهل بن عبـد الله التُّسْـتَرِىّ : أطيعوا السـلطان فى سبعة : ضرب الدراهم والدنانير ، والمكاييـل والأوزان ، والأحكام والحج والجمعة والعيدين والجهاد . قال سهل : إذا نهى السلطان العالِمَ أن يُفتِىَ فليس له أن يفتىَ ؛ فإن أفتى فهو عاصٍ و إن كان أميرا جائرا . وقال ابن خُوَيْزِمَنْدَاد : وأما طاعة السـلطان فتجب فيما كان لله فيـه طاعة ، ولا تجب فيما لله فيه معصية ؛ ولذلك قلنا إن ولاة زماننـا لا تجوز طاعتهم ولا معاونتهم ولا تعظيمهم ، ويجب الغزو معهم متى غَزَوْا ، والحُكْم مِن قِبَلهم ، وتولية الإمامة والحِسبة ؛ وإقامة ذلك على وجه الشريعة . و إن صَلَّوا بنا وكانوا فَسَقة من جهة المعاصى جازت الصـلاة معهم ، وإن كانوا مُبْتَدِعة لم تجز الصلاة معهم إلّا أن يُخافوا فيصلَّى معهم تَقِيّة وتعاد الصلاة .

قلت : روى عن علىّ بن أبى طالب رضى الله عنـه أنه قال : حقٌّ على الإمام أن يحكم بالعـدل، و يؤدّى الأمانة ؛ فإذا فعل ذلك وجب على المسلمين أن يطيعوه ؛ لأن الله تعـالى أمر بأداء الأمانة والعدل ثم أمر بطاعته . وقال جابر بن عبد الله ومجاهد : « أُولُو الْأَمْرِ » أهل القرآن والعلم ؛ وهو اختيار مالك ، ونحوُه قولُ الضحاك قال : يعنى الفقهاء والعلمـاء فى الدين . وحكى عن مُجاهد أنهم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم خاصّة . وحكى عن عِكرمة أنها إشارة إلى أبى بكر وعمر رضى الله عنهما خاصّة . وروى سفيان بن عُيينة عن الحكم بن أبان أنه سأل عِكرمة عن أمهـات الأولاد فقال : هن حرائر . فقلت بأى شىء ؟ قال بالقرآن . قلت : بأى شىء فى القرآن ؟ قال قال الله تعـالى : « أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ » وكان عمر من أولى الأمر ؛ قال : عَتَقت ولو بسِقْط . وسيأتى هذا المعنى مُبيّنا .

تراث الإسلام

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آى القرآن

لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى

٢٢٤ - ٣١٠ هـ

٨

حققه وعلّق حواشيه محمود محمد شاكر

راجعه وخرّج أحاديثه أحمد محمد شاكر

الناشر

مكتبة ابن تيمية

القاهرة ت ٨٦٤٢٤٠

٩٨٦٣ — . . . . . قال ، حدثنا جابر بن نوح ، عن الأعمش ، عن مجاهد فى قوله: أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم، قال : أولى الفقه منكم .(١)

٩٨٦٤ — حدثنا أبو كريب قال ، حدثنا ابن إدريس قال، أخبرنا ليث ، عن مجاهد فى قوله : « أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم » ، قال : أولى الفقه والعلم.

٩٨٦٥ — حدثنى محمد بن عمرو قال ، حدثنا أبو عاصم ، عن عيسى ، عن ابن أبى نجيح : « وأولى الأمر منكم » ، قال : أولى الفقه فى الدين والعقل .

٩٨٦٦ — حدثنى المثنى قال ، حدثنا أبو حذيفة قال، حدثنا شبل، عن ابن أبى نجيح ، عن مجاهد مثله .

٩٨٦٧ — حدثنى المثنى قال، حدثنا عبد الله بن صالح قال، حدثنى معاوية ابن صالح ، عن على بن أبى طلحة ، عن ابن عباس قوله : « أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم » ، يعنى : أهل الفقه والدين .

٩٨٦٨ — حدثنى أحمد بن حازم قال، حدثنا أبو نعيم قال ، حدثنا سفيان ، عن حصين ، عن مجاهد : « وأولى الأمر منكم » ، قال : أهل العلم .

٩٨٦٩ — حدثنى يعقوب بن إبراهيم قال ، حدثنا هشيم قال، أخبرنا عبد الملك ، عن عطاء بن السائب فى قوله : « أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم » ، قال : أولى العلم والفقه .

قال حدثنا جابر بن نوح » وموضعاً وفساد لا شك فيه . وكأن هذا الأثر كان : « حدثنى بذلك سفيان بن وكيع . . . . » — أو : « عن جابر بن عبد الله قال : هم أهل العلم والفقه » . أو ما شابه ذلك . ولكنى وضعت النقط دلالة على الخرم .

(١) الأثر : ٩٨٦٣ — كأن صواب هذا الإسناد : « حدثنى أبو كريب ، قال حدثنا جابر بن نوح » ، فإن أبا كريب هو يروى عن جابر بن نوح ، كما سلف مراراً ، أقربها رقم : ٩٨٤٢ ، ولكنى تركته على حاله ، ووضعت مكان ذلك نقطاً .

تراث الإسلام

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

٢٢٤ - ٣١٠ هـ

٨

حققه وعلق حواشيه
محمود محمد شاكر

راجعه وخرج أحاديثه
أحمد محمد شاكر

الناشر
مكتبة ابن تيمية
القاهرة ت ٨٦٤٢٤٠

٩٨٧٠ — حدثني المثنى قال ، حدثنا عمرو بن عون قال ، حدثنا هشيم ، عن عبد الملك ، عن عطاء : « وأولي الأمر منكم » ، قال : الفقهاء والعلماء .

٩٨٧١ — حدثنا الحسن بن يحيى قال ، أخبرنا عبد الرزاق قال ، أخبرنا معمر ، عن الحسن في قوله : « وأولي الأمر منكم » ، قال : هم العلماء . ١٠/٥

٩٨٧٢ — قال ، وأخبرنا عبد الرزاق ، عن الثوري ، عن ابن أبي نجيح ، عن مجاهد قوله : « وأولي الأمرمنكم » ، قال : هم أهل الفقه والعلم .

٩٨٧٣ — حدثني المثنى قال، حدثنا إسحق قال ، حدثنا ابن أبي جعفر ، عن أبيه ، عن الربيع ، عن أبي العالية في قوله : « وأولي الأمر منكم » ، قال : هم أهل العلم ، ألاترى أنه يقول : ﴿ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ﴾ [سورة النساء : ٨٣] ؟

• • •

وقال آخرون : هم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم .

• ذكر من قال ذلك :

٩٨٧٤ — حدثني يعقوب بن إبراهيم قال ، حدثنا ابن علية قال ، حدثنا ابن أبي نجيح ، عن مجاهد في قوله : « أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم » ، قال : كان مجاهد يقول : أصحاب محمد = قال : وربما قال : أولي العقل والفقه ودين الله .(١)

• • •

وقال آخرون : هم أبوبكر وعمر رحمهما الله .(٢)

• ذكر من قال ذلك :

---

(١) في المطبوعة : « أولي الفضل » ، وأثبت ما في المخطوطة .
(٢) في المطبوعة : « رضي الله عنهما » .

احکام القرآن

جلد سوئم

از علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ
(المتوفی ٣٧٠ھ)

مترجم
مولانا عبدالقیوم

www.KitaboSunnat.com

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اُولی الامر کی اطاعت کا بیان

ارشاد باری ہے (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔ اے ایمان لانے والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں)

ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اولی الامر کی تاویل میں اختلاف رائے ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت ابن عباس (ایک روایت کے مطابق) حسن، عطا اور مجاہد سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فقہ یعنی دین کی سمجھ اور علم رکھنے والے ہوں۔

حضرت ابن عباس (ایک اور روایت کے مطابق) اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد جہاد پر جانے والے فوجی دستوں کے سالار ہیں، یہ بھی درست ہے کہ آیت میں یہ تمام لوگ مراد ہوں کیونکہ اولی الامر کا اسم ان سب کو شامل ہے۔

امرائے جیوش لشکروں اور فوجی دستوں اور دشمن سے حرب وضرب کی تدابیر سے تعلق رکھنے والے معاملات کے نگران اور ذمہ دار ہوتے ہیں جبکہ علمائے شریعت کی حفاظت اور معاملات وامور کے جواز اور عدم جواز کی پاسبانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

اس لیے لوگوں کو امراء اور حکام کی اس وقت تک اطاعت کا حکم دیا گیا اور ان کی بات ماننے کے لیے کہا گیا جب تک وہ عدل وانصاف سے کام لیتے رہیں۔ رہ گئے علماء تو وہ عادل ہوتے ہیں ان کی شخصیتیں پسندیدہ ہوتی ہیں، اور جو کچھ وہ لوگوں کو بتاتے اور جو کچھ کرتے ہیں اس میں ان کی دینداری اور دیانت داری پر لوگوں کو پورا بھروسا ہوتا ہے۔

یہ بات اس قول باری کی نظیر ہے (فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو) ایک قول یہ بھی ہے کہ اس جگہ اولی الامر سے امراء یعنی ارباب بست وکشاد اور

۵۵۹

یقینا زیادہ واضح ہوگا کیونکہ اس سے پہلے انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا دن گزر چکا ہے۔ یہاں لوگوں کو خطاب ہے جو احکام و قوانین کی تنفیذ کے ذمہ دار ہیں۔ یعنی حکام اور قضاۃ اس پر اولوالامر کی اطاعت کے حکم کو عطف کیا گیا۔

اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اولوالامر سے مراد وہ ارباب بست و کشاد ہیں جو لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔ جب تک یہ انصاف پر قائم رہیں اور لوگوں کی نظروں میں پسندیدہ رہیں۔ ان کی اطاعت ضروری ہے۔ لیکن اس میں کوئی امتناع نہیں کہ اولو الامر کے دونوں طبقوں یعنی فوجی دستوں کے امرا اور علماء کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہو۔

کیونکہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کے حکم کا پہلے گزر جانا اس بات کا موجب نہیں ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کے حکم کو صرف امراء تک محدود کر دیا جائے اکسی اور کو اس میں شامل نہ کیا جائے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا (من اطاع امیری فقد اطاعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے گویا میری اطاعت کی)

زہری نے محمد بن جبیر بن مطعم سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خیف کے مقام پر کھڑے ہو کر فرمایا (نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فوعاها ثم اداها الی من لم یسمعها فرب حامل فقه لا فقه له ورب حامل فقه الی من هو افقه منه ثلاث لا یغل علیهن قلب مومن اخلاص العمل لله تعالیٰ. وقال بعضهم وطاعة ذوی الامر، وقال بعضهم والنصیحة لاولی الامر ولزوم جماعة المسلمین فان دعوتهم تحیط من وراءهم. اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ اور سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد رکھا اور پھر ان لوگوں تک پہنچا دیا جو اسے سن نہ سکے تھے کیونکہ بعض دفعہ دین کی ایک بات کو دوسروں تک پہنچانے والا ایسا ہوتا ہے جسے خود اس بات کی سمجھ نہیں ہوتی اور بعض دفعہ وہ اس بات کو ایسے انسان تک لے جاتا ہے جو اس سے بڑھ کر سمجھ دار ہوتا ہے۔

تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق ایمان والے کسی دل میں کوئی کھوٹ اور ملاوٹ نہیں ہوتی۔ اول اللہ کے لیے اخلاص، دوم اولو الامر کی اطاعت اور بعض راویوں کے الفاظ میں اولو الامر کے لیے خیر خواہی، سوم مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی اس لیے کہ مسلمانوں کی دعا انھیں اپنے حفاظتی گھیرے میں لیے ہوتے ہوتی ہے)

اس روایت میں زیادہ واضح بات یہی ہے کہ آپ نے اولو الامر سے امراء مراد لی ہے۔ آیت

احکام القرآن

جلد سوئم

از علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ

(المتوفی ۳۷۰ھ)

مترجم

مولانا عبدالقیوم

www.KitaboSunnat.com

شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۱۴۹ سورة النساء قوله تعالى «وأولي الامر منكم» الآية

عن معرفة الامام المعصوم ، عاجزون عن الوصول إليهم ، عاجزون عن استفادة الدين والعلم منهم ، وإذا كان الأمر كذلك علمنا أن المعصوم الذي أمر الله المؤمنين بطاعته ليس بعضاً من أبعاض الأمة ، ولا طائفة من طوائفهم . ولما بطل هذا وجب أن يكون ذلك المعصوم الذي هو المراد بقوله (وأولي الأمر) أهل الحل والعقد من الأمة ، وذلك يوجب القطع بأن إجماع الأمة حجة .

فإن قيل : المفسرون ذكروا في (أولي الأمر) وجوهاً أخرى سوى ما ذكرتم : أحدها : أن المراد من أولي الأمر الخلفاء الراشدون ، والثاني : المراد أمراء السرايا ، قال سعيد بن جبير : نزلت هذه الآية في عبدالله بن حذافة السهمي إذ بعثه النبي ﷺ أميراً على سرية . وعن ابن عباس أنها نزلت في خالد بن الوليد بعثه النبي ﷺ أميراً على سرية وفيها عمار بن ياسر ، فجرى بينهما اختلاف في شيء ، فنزلت هذه الآية وأمر بطاعة أولي الأمر . وثالثها : المراد العلماء الذين يفتون في الأحكام الشرعية ويعلمون الناس دينهم ، وهذا رواية الثعلبي عن ابن عباس وقول الحسن ومجاهد والضحاك ، ورابعها : نقل عن الروافض أن المراد به الأئمة المعصومون ، ولما كانت أقوال الأمة في تفسير هذه الآية محصورة في هذه الوجوه ، وكان القول الذي نصرتموه خارجاً عنها كان ذلك بإجماع الأمة باطلاً .

﴿ السؤال الثاني ﴾ أن نقول : حمل أولي الأمر على الأمراء والسلاطين أولى مما ذكرتم . ويدل عليه وجوه : الأول : أن الأمراء والسلاطين أوامرهم نافذة على الخلق ، فهم في الحقيقة أولو الأمر أما أهل الاجماع فليس لهم أمر نافذ على الخلق ، فكان حمل اللفظ على الأمراء والسلاطين أولى . والثاني : أن أول الآية وآخرها يناسب ما ذكرناه ، أما أول الآية فهو أنه تعالى أمر الحكام بأداء الأمانات وبرعاية العدل ، وأما آخر الآية فهو أنه تعالى أمر بالرد إلى الكتاب والسنة فيما أشكل ، وهذا إنما يليق بالأمراء لا بأهل الاجماع . الثالث : أن النبي ﷺ بالغ في الترغيب في طاعة الأمراء ، فقال « من أطاعني فقد أطاع الله ومن أطاع أميري فقد أطاعني ومن عصاني فقد عصى الله ومن عصى أميري فقد عصاني » فهذا ما يمكن ذكره من السؤال على الاستدلال الذي ذكرناه .

والجواب : أنه لا نزاع أن جماعة من الصحابة والتابعين حملوا قوله (وأولي الأمر منكم) على العلماء ، فإذا قلنا : المراد منه جميع العلماء من أهل العقد والحل لم يكن هذا قولاً خارجاً عن أقوال الأمة ، بل كان هذا اختياراً لأحد أقوالهم وتصحيحاً له بالحجة القاطعة ، فاندفع السؤال الأول : وأما سؤالهم الثاني فهو مدفوع ، لأن الوجوه التي ذكروها وجوه ضعيفة ، والذي ذكرناه برهان قاطع ، فكان قولنا أولى ، على أنا نعارض تلك الوجوه بوجوه

تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر

المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين

٥٤٤ — ٦٠٤ هـ

* * * * *

حقوق الطبع محفوظة للناشر

الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

الجزء العاشر

دار الفكر

للطباعة والنشر والتوزيع

١٥٠ قوله تعالى «فان تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول» الآية سورة النساء

أخرى أقوى منها : فأحدها : أن الأمة مجمعة على أن الأمراء والسلاطين إنما يجب طاعتهم فيما علم بالدليل أنه حق وصواب ، وذلك الدليل ليس إلا الكتاب والسنة ، فحينئذ لا يكون هذا قسماً منفصلاً عن طاعة الكتاب والسنة ، وعن طاعة الله وطاعة رسوله ، بل يكون داخلاً فيه ، كما أن وجوب طاعة الزوجة للزوج والولد للوالدين ، والتلميذ للأستاذ داخل في طاعة الله وطاعة الرسول ، أما إذا حملناه على الاجماع لم يكن هذا القسم داخلاً تحتها ، لأنه ربما دل الاجماع على حكم بحيث لا يكون في الكتاب والسنة دلالة عليه ، فحينئذ أمكن جعل هذا القسم منفصلاً عن القسمين الأولين ، فهذا أولى . وثانيها : أن حمل الآية على طاعة الأمراء يقتضي إدخال الشرط في الآية ، لأن طاعة الأمراء إنما تجب إذا كانوا مع الحق ، فإذا حملناه على الاجماع لا يدخل الشرط في الآية ، فكان هذا أولى . وثالثها : أن قوله من بعد (فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله) مشعر بإجماع مقدم يخالف حكمه حكم هذا التنازع . ورابعها : أن طاعة الله وطاعة رسوله واجبة قطعاً ، وعندنا أن طاعة أهل الاجماع واجبة قطعاً ، وأما طاعة الأمراء والسلاطين فغير واجبة قطعاً ، بل الأكثر أنها تكون محرمة لأنهم لا يأمرون إلا بالظلم ، وفي الأقل تكون واجبة بحسب الظن الضعيف ، فكان حمل الآية على الاجماع أولى ، لأنه أدخل الرسول وأولي الأمر في لفظ واحد وهو قوله (أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر) فكان حمل أولي الأمر الذي هو مقرون بالرسول على المعصوم أولى من حمله على الفاجر الفاسق . وخامسها : أن أعمال الأمراء والسلاطين موقوفة على فتاوى العلماء ، والعلماء في الحقيقة أمراء الأمراء ، فكان حمل لفظ أولي الأمر عليهم أولى ، وأما حمل الآية على الأئمة المعصومين على ما تقوله الروافض ففي غاية البعد لوجوه : أحدها : ما ذكرناه أن طاعتهم مشروطة بمعرفتهم وقدرة الوصول إليهم ، فلو أوجب علينا طاعتهم قبل معرفتهم كان هذا تكليف ما لا يطاق ، ولو أوجب علينا طاعتهم إذا صرنا عارفين بهم وبمذاهبهم صار هذا الايجاب مشروطاً ، وظاهر قوله (أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم) يقتضي الاطلاق ، وأيضاً ففي الآية ما يدفع هذا الاحتمال ، وذلك لأنه تعالى أمر بطاعة الرسول وطاعة أولي الأمر في لفظة واحدة ، وهو قوله (وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم) واللفظة الواحدة لا يجوز أن تكون مطلقة ومشروطة معاً ، فلما كانت هذه اللفظة مطلقة في حق الرسول وجب أن تكون مطلقة في حق أولي الأمر . الثاني : أنه تعالى أمر بطاعة أولي الأمر ، وأولو الأمر جمع ، وعندهم لا يكون في الزمان إلا إمام واحد ، وحمل الجمع على الفرد خلاف الظاهر . وثالثها : أنه قال (فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول) ولو كان المراد بأولي الأمر الامام المعصوم لوجب أن يقال : فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الامام ، فثبت أن الحق تفسير الآية بما ذكرناه .

تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر

المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين

٥٤٤ — ٦٠٤ هـ

* * * * *

حقوق الطبع محفوظة للناشر

الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

الجزء العاشر

دار الفكر

للطباعة والنشر والتوزيع

"اولی الامر" سے مراد خلفاءِ راشدین اور صحابہ کرامؓ کے بعد ائمہ اربعہ ہیں

حافظ ابن کثیرؒ(المتوفی ۷۷۴ھ) تفسیر ابن کثیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:"وحينئذ إذا لم نجد التفسير في القرآن ولا في السنة رجعنا في ذلك إلى أقوال الصحابة فإنهم أدرى بذلك لما شاهدوا من القرائن والأحوال التي اختصوا بها ولما لهم من الفهم التام والعلم الصحيح والعمل الصالح لا سيما علماؤهم وكبراؤهم كالأئمة الأربعة والخلفاء الراشدين والأئمة المهديين وعبد الله بن مسعود رضي الله عنه"۔ "اس بنا پرجب کسی آیت کی تفسیر قرآن وحدیث دونوں میں نہ ملے تو اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کرناچاہیے۔ وہ تفسیر قرآن کو بہت زیادہ جانتے تھے۔ علاوہ ازیں ہم اس تفسیر میں صحیح سمجھ بوجھ، نیک اور با عمل عالم کاقول لینگے۔ بالخصوص ان بزرگوں کاجوان میں بڑے مرتبہ والے اوربزرگ عالم تھے جیسے آئمہ اربعہ (یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) اور خلفاءِ راشدین (یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) اورائمہ مہدیین اورعبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ"۔ (تفسیر ابن کثیر مقدمہ المؤلف:ج:۱، ص۱۰)

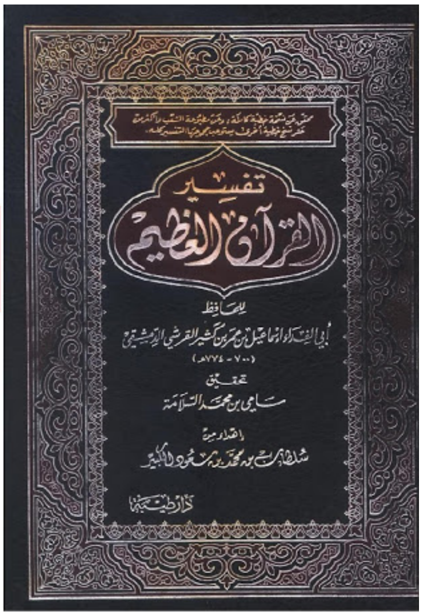

حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر کے مقدمہ میں خلفاءِ راشدین اورصحابہ کرامؓ کے بعد آئمہ اربعہ (یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒاور امام احمد بن حنبلؒ)کو صحیح سمجھ بوجھ، نیک، باعمل اوربڑے مرتبہ والے بزرگ عالم تسلیم کرتے ہوئےاس بات کی تصدیق کردی ہے کہ "اولی الامر" سے مراد صحابہ کرامؓ کے بعد آئمہ اربعہ ہی ہیں۔

غیر مقلد عالم مولانا محمد جوناگڑھی نے تفسیر ابن کثیر کے ترجمہ میں ائمہ اربعہ (چار مشہور فقہی اماموں) کے فہم و تشریحات کی پیروی پر سلف صالحین کے عقیدہ و نظریات کو چھپانے بلکہ مٹانے کی ایک علمی خیانت کا واضح ثبوت پیش کرتے ہوئے "كالأئمة الأربعة" کاترجمہ ہی حذف کرڈالا۔ تاکہ عام اور لاعلم مسلمانوں کو ائمہ اربعہ کی تقلید سے ہٹاکراپنی تقلید میں لگاسکیں۔

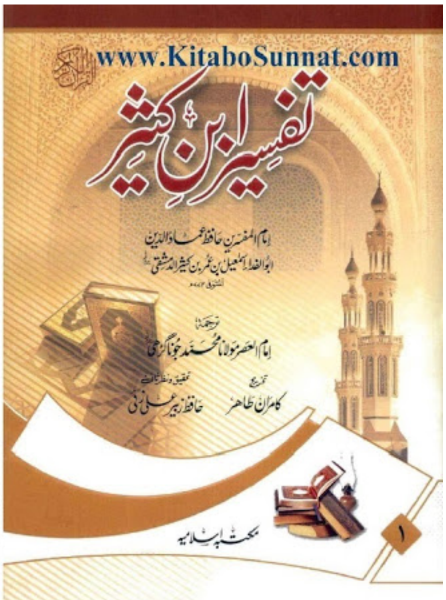

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورة النسآء :۵۹)

اے ایمان والوں! اللہ اوررسول کی اطاعت کرواوراپنے میں سے اختیاروالوں کی اطاعت کرو۔

تقلید کے وجوب پر پیش کی جانے والی مندرجہ بالا آیت پر غیر مقلدین حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ "اطیعو" کا لفظ ہے مگر اولی الامر کے ساتھ "اطیعو" کا لفظ نہیں ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے مگر امراء و علماء کی اطاعت غیر مستقل اور مشروط ہے۔

میرے غیر مقلد بھائیوں ہم نے یہ کب کہا ہے کہ جس طرح اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مستقل ہے بالکل اسی طرح امراء و علماء کی اطاعت بھی مستقل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں فرض نہیں۔ اگر اولی الامر کے ساتھ بھی "اطیعو" کا لفظ ہوتا تو امراء وعلماء کی اطاعت ہمارے نزدیک واجب نہیں بلکہ فرض ہوتی۔ لیکن کیونکہ یہاں اولی الامر کے ساتھ "اطیعو" کا لفظ نہیں ہے لہٰذا امراء وعلماء کی بات اگر اللہ ورسول ﷺ کے خلاف واضح طور پر ثابت ہوجائے تو ہمارے نزدیک بھی حجت نہیں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن یہ پتہ لگانا کہ علماء کی کونسی بات قرآن و حدیث کے خلاف ہے یہ عام آدمی کا کام نہیں ہے۔

فقہ حنفی میں امام ابو حنیفہؒ کے کئی اقوال کو چھوڑ کر فتویٰ دیاجاتا ہے جسکی تفصیل کافی لمبی ہے۔ ابھی چند مسائل پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عقیقہ سنت عمل نہیں جبکہ فقہ حنفی کے علماء امام ابو حنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر فتویٰ دیتے ہیں۔

۲۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانے کی مدت ۲ سال چھ ماہ ہے جبکہ فقہ حنفی کے علماء اس کی حد ۲ سال مقرر کرتے ہیں۔

۳۔ امام ابو حنیفہؒ نمازِ استسقاء کو سنت نہیں سمجھتے تھے لیکن جب احادیثِ مبارکہ سے اس کے سنت ہونے کی دلیل مل گئی تو اب حنفی علماء خود نمازِ استسقاء کے قائل ہیں۔

۴۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا موقف یہ ہے کہ لاپتہ شوہر کی بیوی اس وقت تک عقد نکاح سے فارغ نہیں ہوسکتی جب تک لاپتہ شوہر کی موت کا یقینی علم نہ ہوجائے۔ احناف نے یہاں بھی امام ابوحنیفہؒ کے مؤقف کو چھوڑ کر امام مالکؒ کے مؤقف کی طرف رجوع کیا ہے اور لاپتہ ہونے والے شوہر کے لئے ہم عمر لوگوں کی موت تک مدت مقرر نہیں کی بلکہ اس کا تعین حاکم کی رائے پر کیا ہے۔

ایسے بہت سے مسائل ہیں جن پر حنفی علماء امام ابو حنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر فتویٰ دیتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ احناف سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹ پر بالکل اسی طرح عمل کرتے ہیں جیساکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے اور تقلید بھی ویسے ہی کرتے ہیں جیساکہ قرآن و حدیث اور اثار صحابہؓ وآئمہ کرامؒ سے ثابت ہے۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی رسول کی اور حکومت والوں کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تم میں اور حاکم وقت میں کسی بھی معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

تشریح: اس آیت پر غور کیجئے اللہ کے ساتھ **اطیعوا** کا لفظ ہے اور رسول کے ساتھ **اطیعوا** کا لفظ ہے مگر اولی الامر کے ساتھ **اطیعوا** کا لفظ نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے مگر امراء و علماء کی اطاعت غیر مستقل اور مشروط ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ

تقلید کے وجوب پر پیش کی جانے والی مندرجہ بالا آیت پر غیر مقلدین حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ کیونکہ "اولی الامر" میں جمع کا صیغہ ہے اسلئے اس سے مراد تمام آئمہ مجتہدین ہیں صرف اکیلے امام ابوحنیفہؒ نہیں۔

غیر مقلد عالم مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں: "لفظ اولی الامر جمع ہے اور تقلید شخصی مفرد ہے، اس لئے بھی دعوے اور دلیل میں مطابقت نہیں"۔ (واہ کیا خوب)

غیر مقلدین کے نزدیک کیا بیک وقت متعدد امراء کی اطاعت جائز ہے؟ یا صرف ایک کی؟ اگر متعدد کی جائز ہے تو حدیث میں ایک امیر کی موجودگی میں دوسرے امیر کو قتل کرنے کا حکم کیوں صادر ہوا ہے؟ اور اگر ایک کی ہے تو پھر جمع کا صیغہ ایک پر فٹ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب بھی اب آپ پر ہی قرض رہا۔

یہ بات عقل سے بالاتر ہے کہ غیر مقلدین حضرات کو ایک مجتہد کی تقلید میں تو عار محسوس ہوتی ہے لیکن ۱۴۰۰ سالوں میں گزرے تمام مجتہدین کی تقلید کرنے میں کوئی شرم نہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ اسکا مطلب دال میں کچھ کالا ہے۔ یعنی غیر مقلدین حضرات کو تقلید کرنے میں کوئی شرم نہیں، بس ائمہ اربعہ (یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ) کی تقلید کرنے میں شرم آتی ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے اس اعتراض کا دوسرا مدلل اور جامع جواب ذیل میں درج صحیح بخاری کی حدیث میں واضح طور پر موجود ہے۔

"حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما. {أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ} قَالَ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ، إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي سَرِيَّةٍ۔" "حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ آیت "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اختیار والوں کی"۔ عبداللہ بن

حذیفہ بن قیس بن عدیؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک مہم پر امیر بناکر بھیجا تھا۔(صحیح بخاری:جلد نمبر ۶، رقم الحدیث ۴۵۸۴)

اگرچہ ’’اولی الامر‘‘ میں جمع کا صیغہ ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے اس لفظ سے کیا مراد بیان کی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ آیت ایک (معین) مخصوص صحابی حضرت حذافہ بن قیس بن عدیؓ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت کسی معین شخص کی اتباع (تقلید) کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو تقلید شخصی کی واضح دلیل ہے۔

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (النساء 59)

اے ایمان والوں! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اختیار والوں کی اطاعت کرو۔

تقلید کے وجوب پر پیش کی جانے والی مندرجہ بالا آیت پر غیر مقلدین حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ کیونکہ ’’اولی الامر‘‘ میں جمع کا صیغہ ہے اسلئے اس سے مراد تمام آئمہ مجتہدین ہیں صرف اکیلے امام ابو حنیفہ ’’نہیں۔

غیر مقلدین حضرات کے اعتراض کا جواب ذیل میں درج صحیح بخاری کی حدیث میں واضح طور پر موجود ہے۔

٤٥٨٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ، إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ.

(۴۵۸۴) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو حجاج بن محمد نے خبر دی' انہیں ابن جریج نے' انہیں یعلیٰ بن مسلم نے' انہیں سعید بن جبیر نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آیت ’’اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ و سلم) کی اور اپنے میں سے حاکموں کی۔‘‘ عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے انہیں ایک مہم پر بطور افسر کے روانہ کیا تھا۔ (صحیح بخاری:جلد نمبر 6، رقم الحدیث 4584)

اگرچہ ’’اولی الامر‘‘ میں جمع کا صیغہ ہے لیکن صحیح بخاری کی حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ آیت ایک (معین) مخصوص صحابی حضرت حذافہ بن قیس بن عدیؓ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت کسی معین شخص کی اتباع (تقلید) کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو تقلید شخصی کی واضح دلیل ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ النسآء :۵۹)

اے ایمان والوں! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اختیار والوں کی اطاعت کرو۔

مندرجہ بالا آیت اور صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ تقلید واجب ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اطاعت (تقلید) کب کی جائے اور کب نہ کی جائے؟

’’حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه ـ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ تُطِيعُونِي قَالُوا بَلَى ـ قَالَ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَا جَمَعْتُمْ حَطَبًا وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا، ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا، فَجَمَعُوا حَطَبًا فَأَوْقَدُوا، فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُولِ فَقَامَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِرَارًا مِنَ النَّارِ، أَفَنَدْخُلُهَا، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ، وَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ "لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ"۔‘‘ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا ، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا ، ان سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا ، ان سے ابوعبدالرحمن نے بیان کیا اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ بھیجا اور اس پر انصار کے ایک شخص کو امیر بنایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں۔ پھر امیر فوج کے لوگوں پر غصہ ہوئے اور کہا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟لوگوں نے کہا کہ ضرور دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ لکڑی جمع کرو اور اس سے آگ جلاؤ اور اس میں کود پڑو۔ لوگوں نے لکڑی جمع کی اور آگ جلائی، جب کودنا چاہا تو ایک دوسرے کو لوگ دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری آگ سے بچنے کے لیے کی تھی، کیا پھر ہم اس میں خود ہی داخل ہو جائیں۔ اسی دوران میں آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود پڑتے تو پھر اس میں سے نہ نکل سکتے۔ اطاعت صرف اچھی باتوں میں ہے‘‘۔ (صحیح البخاری:جلد نمبر ۸، کتاب الاحکام، باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً، رقم الحدیث ۷۱۴۵)

’’حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رضى الله عنه ـ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ"السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ، فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ"۔‘‘ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا ، کہا ہم سے یحیٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے ، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرمایا، مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ پسند کرے اور ان میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ پھر جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا"۔ (صحیح البخاری: جلد نمبر ۸، کتاب الأحكام ، باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلإِمَامِ مَالَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً ، رقم الحديث ۷۱۴۴)

اس سوال کا جواب بھی صحیح بخاری کی اس حدیث میں موجود ہے کہ جس میں امیر نے مسلمانوں کو ایک حرام کام (خودکشی) کرنے کا حکم دیا اورلوگوں نے اس حرام کام کے کرنے کا انکار کیاپھرجب آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اطاعت (تقلید) صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔

جس طرح روزی (رزق)کمانا عین عبادت ہے، اگر جائز (حلال) طریقے سے کمایا جائے جس طرح سے کمانے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے تو بیشک یہ عبادت اورباعث اجرو صواب ہے، لیکن یہی رزق اگر ناجائز (حرام) طریقے سے کمایا جائے(یعنی چوری، رشوت، جھوٹ اور سودی طریقہ سے) تو یہ حرام اور گناہِ کبیرہ بن جاتاہے۔ بالکل اسی طرح تقلید اگر جائزطریقے سے کی جائے یعنی شرعی احکامات،حلال و حرام اور فروعی مسائل میں عمل کرنے کے لئے تو یہ باعث اجر و صواب ہے اور غلط طریقے سے کی جائے یعنی گناہ کے کاموں میں یاشرک، بدعت اوران امورکے خلاف جن پر امت کا اجماع ہےتویہ حرام اور باعث گناہ ہے۔

اطیعواللہ واطیعوالرسول واولی الامر منکم (سورۃ النسآء :۵۹)

اے ایمان والوں! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اوراپنے میں سے اختیار والوں کی اطاعت کرو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اطاعت (تقلید) کب کی جائے اور کب نہ کی جائے؟

اس سوال کا جواب بھی صحیح بخاری کی اس حدیث میں موجود ہے کہ جس میں امیر نے مسلمانوں کو ایک حرام کام (خودکشی) کرنے کا حکم دیا اور لوگوں نے اس حرام کام کے کرنے کا انکار کیا پھر جب آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اطاعت (تقلید) صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔

جس طرح روزی (رزق) کمانا عین عبادت ہے، اگر جائز (حلال) طریقے سے کمایا جائے جس طرح سے کمانے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے تو بیشک یہ عبادت اور باعث اجر و صواب ہے، لیکن یہی رزق اگر ناجائز (حرام) طریقے سے کمایا جائے (یعنی چوری، رشوت، جھوٹ اور سودی طریقہ سے) تو یہ حرام اور گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح تقلید اگر جائز طریقے سے کی جائے یعنی شرعی احکامات، حلال و حرام اور فروعی مسائل میں عمل کرنے کے لئے تو یہ باعث اجر و صواب ہے اور غلط طریقے سے کی جائے یعنی گناہ کے کاموں میں یا شرک، بدعت اور ان امور کے خلاف جن پر امت کا اجماع ہے تو یہ حرام اور باعث گناہ ہے۔

۷۱۴۵- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيعُونِي؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَا جَمَعْتُمْ حَطَبًا وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا، فَجَمَعُوا حَطَبًا فَأَوْقَدُوا فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُولِ فَقَامَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِرَارًا مِنَ النَّارِ أَفَنَدْخُلُهَا؟ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ وَسَكَنَ غَضَبُهُ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)). [راجع: ۳۳۴۰]

(۷۱۴۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا' ان سے ابو عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک دستہ بھیجا اور اس پر انصار کے ایک شخص کو امیر بنایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں۔ پھر امیر فوج کے لوگوں پر غصہ ہوئے اور کہا کہ کیا آنحضرت ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ضرور دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ لکڑی جمع کرو اور اس سے آگ جلاؤ اور اس میں کود پڑو۔ لوگوں نے لکڑی جمع کی اور آگ جلائی' جب کودنا چاہا تو ایک دوسرے کو لوگ دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی فرمانبرداری آگ سے بچنے کے لیے کی تھی' کیا پھر ہم اس میں خود ہی داخل ہو جائیں۔ اسی دوران میں آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود پڑتے تو پھر اس میں سے نہ نکل سکتے۔ اطاعت صرف اچھی باتوں میں ہے۔

غلط باتوں میں اطاعت جائز نہیں ہے۔ یہ امیر لشکر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی انصاری ؓ تھے غصہ میں ان سے یہ بات ہوئی غصہ ٹھنڈا ہونے تک وہ آگ بھی ٹھنڈی ہو گئی۔

(صحیح بخاری: جلد نمبر ۸، رقم الحدیث ۷۱۴۵)

اطاعت (تقلید)کب کی جائے اور کب نہ کی جائے؟

اس سوال کا جواب حضرت حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ پر نازل ہونے والی آیت اور مندرجہ بالا پیش کی جانے والی بخاری کی احادیث سے بالکل واضح سمجھا جاسکتا ہے جس کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

اصول دین۔ عقائد اور منصوص احکام میں نہ تو اجتہاد جائز ہے اور نہ صرف تقلید ائمہ کرامؒ پر اکتفاء درست ہے تقلید صرف ان مسائل میں جائز ہے جن پر نصوص قرآن کریم، حدیث شریف اور اقوال حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صراحۃً روشنی نہ پڑتی ہو۔ ایسے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت بھی پیش آئے گی اور مجتہد کے اس اجتہاد کو تسلیم کرنا بھی امر مطلوب ہے۔جیسا کہ حضرت معاذرضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اگرایسے غیر منصوص احکام میں لاعلم لوگوں کے لئے تقلید کادروازہ بند کردیا جائے تواس کا لازم نتیجہ یہ نکلے گا کہ بے علم لوگ مادر پدر آزاد ہوکرالحاد اور بے دینی کے کھلے پھاٹک سے داخل ہوکر واصل جہنم ہوں گے۔ نعوذباللہ تعالیٰ من ذٰلک اور خواہش نفسانی کا ایسا وسیع و عریض باب کھلے گا جس میں داخل ہونے کے بعد آدمی اتنا بےباک ہو جائے گا کہ حضرات ائمہ کرامؒ پر لعن طعن اس کا لذیذ مشغلہ قرار پائے گااور فقہاءِ ملت کی دینی مساعی وخدمات اُسے سب سے بڑا عیب نظر آئیگا۔ ایسے غیر منصوص مسائل میں ہم اختصاراً تقلید کے جواز اور ترکِ تقلید کے مفاسد پر چند عبارات عرض کرتے ہیں غورسے ملاحضہ فرمائیں۔ (الکلام المفید فی اثبات التقلید از محمد سرفراز خان صفدر: صفحہ ۱۷۳-۱۷۲، مکتبہ صفدریہ)

مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے اس کلام کی تائید علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے:

علامہ ابوبکراحمدبن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ: "وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ يَشْتَرِكُونَ فِي الْعَقْلِ، فَلَا مَعْنَى لِلتَّقْلِيدِ فِيهِ وَأَمَّا الْأَحْكَامُ الشَّرْعِيَّةُ، فَضَرْبَانِ: أَحَدُهُمَا: يُعْلَمُ ضَرُورَةً مِنْ دِينِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، وَالزَّكَوَاتِ، وَصَوْمِ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَالْحَجِّ، وَتَحْرِيمِ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ، فَهَذَا لَا يَجُوزُ التَّقْلِيدُ فِيهِ، لِأَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ يَشْتَرِكُونَ فِي إِدْرَاكِهِ، وَالْعِلْمِ بِهِ، فَلَا مَعْنَى لِلتَّقْلِيدِ

فِيهِ وَضَرْبٌ آخَرُ: لَا يُعْلَمُ إِلَّا بِالنَّظَرِ وَالِاسْتِدْلَالِ: كَفُرُوعِ الْعِبَادَاتِ، وَالْمُعَامَلَاتِ، وَالْفُرُوجِ، وَالْمُنَاكَحَاتِ، وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَحْكَامِ، فَهَذَا يُسَوَّغُ فِيهِ التَّقْلِيدُ، بِدَلِيلِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ} [النحل: ۴۳] وَلِأَنَّا لَوْ مَنَعْنَا التَّقْلِيدَ فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ الَّتِي هِيَ مِنْ فُرُوعِ الدِّينِ لَاحْتَاجَ كُلُّ أَحَدٍ أَنْ يَتَعَلَّمَ ذَلِكَ، وَفِي إِيجَابِ ذَلِكَ قَطْعٌ عَنِ الْمَعَايِشِ، وَهَلَاكُ الْحَرْثِ وَالْمَاشِيَةِ، فَوَجَبَ أَنْ يَسْقُطَ۔ وَلِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الِاجْتِهَادِ فَكَانَ فَرْضُهُ التَّقْلِيدَ، كَتَقْلِيدِ الْأَعْمَى فِي الْقِبْلَةِ، فَإِنَّهُ لَمَّا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ آلَةُ الِاجْتِهَادِ فِي الْقِبْلَةِ، كَانَ عَلَيْهِ تَقْلِيدُ الْبَصِيرِ فِيهَا"۔

"احکام شرعیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ جو نصوص سے ثابت ہے، اس میں کسی کی تقلید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً: پانچ نمازیں، زکوٰۃ، رمضان کے روزے، حج، زنا اور شراب"۔

پھر آگے فرماتے ہیں: "اور دوسری قسم وہ احکام ہیں جو غور و فکر و استدلال کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے مثلاً: عبادات و معاملات اور نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل۔ احکام کی اس قسم میں تقلید درست ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ {اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل علم سے سوال کرو} [سورۃ النحل: ۴۳] علاوہ ازیں اگر ہم دین کے ان فروعی مسائل میں تقلید کو ممنوع قرار دیدیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر آدمی احکام کو دلائل کے ساتھ جاننے کا محتاج ہو اور عوام پر اس کو واجب کرنے سے زندگی کی سب ضروریات کے حاصل کرنے سے انہیں روکنا لازم آئے گا۔ اور کھیتی باڑی اور مویشیوں کی ہلاکت وبربادی لازم آئے گی تو واجب ہے کہ یہ حکم انس سے ساقط ہو۔ رہی یہ بات کہ تقلید کس کے لئے جائز ہے؟ سو وہ عامی شخص ہے جو احکام شرعیہ کے طریقوں سے واقف نہیں، لہٰذا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے اور اسکے قول پر عمل پیرا ہو نیز اس لئے کہ وہ (عام آدمی) اجتہاد کا اہل نہیں ہے، لہٰذا اس کا فرض یہ ہے کہ وہ بالکل اس طرح تقلید کرے جیسے ایک نابینا قبلے کے معاملے میں کسی آنکھ والے کی تقلید کرتا ہے، اس لئے کہ جب اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ اپنی ذاتی کوشش کے ذریعہ قبلے کا رخ معلوم کر سکے تو اس پر واجب ہے کہ کسی آنکھ والے کی تقلید کرے۔ (الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی: ج۲، ص۱۳۲، ۱۳۴، طبع الریاض)

مولانا تقی عثمانی صاحب حفظ اللہ نے خطیب بغدادیؒ کے قول کی تشریح ان الفاظ میں کی: "اس شخص کی مثال ایسی عامی کی سی ہے جس نے ایک دفعہ مجھ سے سوال کیا کہ میں الحمد للہ سمجھ دار ہوں میں ترجمہ قرآن پڑھ کر خود بخود قرآن سمجھ سکتا ہوں میں نے ان صاحب سے عرض کیا بھائی صاحب ذرا یہ تو بتادیجئے کہ ناسخ و منسوخ کیا چیز ہوتی ہے؟ فرمانے لگے ناسخ و منسوخ کا قرآن کی سمجھ سے کیا تعلق؟ میں تو ترجمہ پڑھ کر خود ہی قرآن سمجھ سکتا ہوں میں نے کہا بھائی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۴ سے لیکر ۲۴۰ تک چھ سات آیتوں کا ترجمہ پڑھ کر آؤ ہاں مگر شرط یہ ہے کہ سمجھ کر پڑھنا اور پھر مجھے یہ سمجھادو آیت نمبر ۲۳۴ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ بیوہ عورت کی عدت چار مہینہ دس دن ہے، جبکہ آیت نمبر ۲۴۰ میں فرماتے ہیں کہ بیوہ کی عدت ایک سال ہے۔ اب مجھے سمجھاؤ کونسی بات صحیح ہے کونسی غلط؟ اگر دونوں صحیح تو یہ بات عقل کے خلاف ہے اور اگر ایک صحیح تو دوسری آیت بھی تو قرآن کی ہی ہے؟ تو کیا پھر اسے جھٹلاؤ گے؟

ظاہر ہے کہ انہیں بات سمجھ میں آگئی کہ قرآن وحدیث کسی استاد سے پڑھنے کے بعد ہی اسکا صحیح معنی و مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔ ورنہ تو وہی حالت ہوگی جو مرزا غلام احمد قادیانی اور مودودی صاحب وغیرہ کی ہوئی ہے۔ بالکل اسی طرح حدیث کا سمجھنا کسی عامی کے بس کی بات نہیں کیونکہ اگر بالفرض حدیث صحیح ہو اور امام مسلم نے اپنی کتاب میں اسکی تخریج بھی کی ہو، مگر اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر عمل ضروری ہے جب تک حدیث پر عمل کرنے کے تمام قواعد اس شخص کو نہ معلوم ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مسافر پر دو رکعت، مقیم پر چار رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔ (صحیح مسلم: باب صلاۃ المسافرین وقصرہا)

اب فرمایئے کہ حالت خوف میں کیا ایک رکعت نماز پڑھی جاتی ہے؟ ظاہر ہے ہر منصف شخص کا جواب نفی میں ہوگا پھر تو کیا ہم تمام مسلمان اس حدیث کی مخالفت کررہے ہیں؟ اور اہل حدیث بھی آج تک اس حدیث کی مخالفت کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ اسکا جواب نفی میں ہوگا اور ہر عالم یہی کہے گا کہ حدیث پر عمل کرنے کے بہت سے ضوابط ہیں جن کو خطیب بغدادیؒ اور ابن الصلاحؒ نے تقریبا پینسٹھ قسموں میں تقسیم کردیا ہے۔ اب ان تمام قسموں کے استعمال کے بعد ہی آپ یہ جان سکتے ہیں کہ اس حدیث کو تمام مسلمانوں نے کیوں چھوڑدیا؟ اور یہ کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ اب کیا آپ عامی سے بھی فرمائیں گے کہ تقلید کو چھوڑو اور اجتہاد کرو اور علم حدیث کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟ یا آپ اسے دو لفظوں میں جواب دیکر مطمئن فرمادینگے چاہے آپ حنفی ہوں یا سلفی شافعی یا غیر مقلد مالکی یا اہلحدیث حنبلی یا ظاہری؟ یہی تقلید کی حقیقت ہے جو ان صفحات میں بیان فرمائی گئیں ہیں۔ اور ایسے شخص کہ حق میں تقلید شخصی فرض ہے یعنی اسکے لئے یہ جائز نہیں کہ دس علماء کرام سے فتویٰ پوچھنے کے بعد جہاں آسانی نظر آئے اس فتویٰ پر عمل کرے۔ بلکہ اسکے ذمہ واجب ہے کہ کسی ایک شخص (مجتہد) کو تھام لے اور اسی کی بات پر عمل کرتا رہے"۔

۱۷۲

باب نہم

غیر منصوص احکام میں تقلید جائز ہے

ترک تقلید سے بے شمار مفاسد اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

اصول دین، عقائد اور منصوص احکام میں نہ تو اجتہاد جائز ہے اور نہ صرف تقلید ائمہ کرامؒ پر اکتفار درست ہے تقلید صرف ان مسائل میں جائز ہے جن پر نصوص قرآن کریم، حدیث شریف اور اقوال حضرات صحابہ کرامؓ سے صراحۃً روشنی نہ پڑتی ہو ایسے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت بھی پیش آئے گی اور مجتہد کے اس اجتہاد کو تسلیم کرنا بھی امر مطلوب ہے جیسا کہ حضرت معاذؓ کی حدیث سے یہ ثابت ہے اگر ایسے غیر منصوص احکام میں لاعلم لوگوں کے لیے تقلید کا دروازہ بند کر دیا جائے تو اس کا لازم نتیجہ یہ نکلے گا کہ بے علم لوگ مادر پدر

۱۷۳

آزاد ہو کر الحاد اور بے دینی کے کھلے پھاٹک سے داخل ہو کر واصل جہنم ہوں گے نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک اور خواہش نفسانی کا ایسا وسیع و عریض باب کھلیگا جس میں داخل ہونے کے بعد آدمی اتنا بے باک ہو جائے گا کہ حضرات ائمہ کرامؒ پر لعن طعن اس کا لذیذ مشغلہ قرار پائے گا اور فقہاء ملت کی دینی مساعی و خدمات اُسے سب سے بڑا عیب نظر آئیگا۔ ایسے غیر منصوص مسائل میں ہم اختصاراً تقلید کے جواز اور ترک تقلید کے مفاسد پر چند عبارات عرض کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

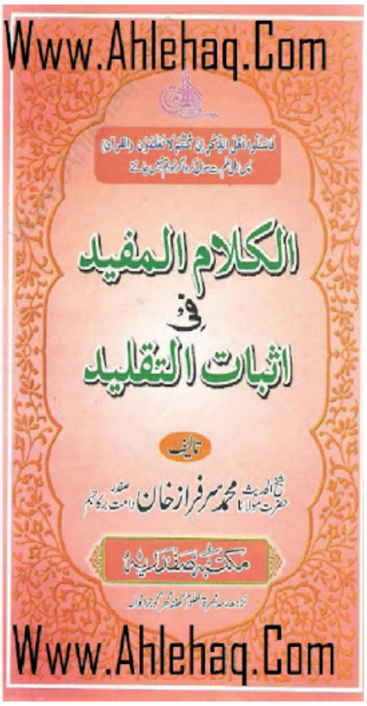

«لا يُقَلِّدَنَّ رَجُلٌ دِينَهُ رَجُلٍ ، إنْ آمَنَ آمَنَ ، وإنْ كَفَرَ كَفَرَ »(۱)(۲) .

قلت(۳) : ولأنَّ طريقَ الأصولِ التي ذكرْناها العقلَ ، والنَّاسُ كُلُّهم يَشْتَرِكُونَ في العَقْلِ ، فلا مَعْنَى للتقليدِ فيه .

● **وأمَّا الأحكامُ الشَّرْعِيَّةُ ، فضربان :**

أحَدُهُما : يُعْلَم ضرورةً من دِينِ الرَّسولِ ﷺ كالصلواتِ الخَمْسِ ، والزكواتِ ، وصَوْمِ شَهْرِ رَمَضَانَ ، والحجِّ ، وتحريمِ الزِّنا وشُرْبِ الخَمْرِ ، وما أشْبَهَ ذلكَ .

فهذا لا يجوزُ التقليدُ فيه ، لأنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ يَشْتَرِكُونَ في إدْرَاكِهِ ، والعِلْمِ به ، فلا مَعْنَى لِلتَّقْلِيدِ فيه .

وضَرْبٌ آخر : لا يُعْلَم إلاَّ بالنَّظَرِ والاستدلالِ(٤) : كفروعِ العباداتِ ، والمعاملاتِ ، والفروجِ ، والمناكحاتِ ، وغيرِ ذلكَ من الأحكامِ ، فهذا يسوغُ فيه التقليدُ ، بدليلِ قولِ الله تعالى : ﴿**فاسألوا أهلَ الذِّكْرِ إن كُنتُمْ لا تعلَمُونَ**﴾ [النحل: ٤٣] ، ولأنَّا لَوْ مَنَعْنَا التقليدَ في هذهِ المسائلِ التي هيَ من فُرُوعِ الدِّينِ لاحتاجَ كُلُّ أحدٍ أنْ يتعلَّمَ ذلكَ ، وفي إيجابِ ذلكَ قطعٌ عن المعايشِ ، وهلاكُ الحَرْثِ والماشيةِ ، فوَجَبَ أنْ يَسْقُطَ .

* * *

(١) سقط هذا الأثر بكامله من (ظ) .
(٢) ورواه أبو نعيم في «الحلية» (١/ ١٣٦) من طريق الأعمش عن سلمة بن كهيل عن أبي الأحوص عن عبد الله نحوه وإسناده صحيح .
(٣) (ظ) : « قال الشيخ الإمام الحافظ أبو بكر صان الله قدره » .
(٤) في (ظ) : «والاستدلات » هكذا ! ولعل صوابها ـ والاستدلالات ـ وسقطت اللام والألف الثانية سهوا من الناسخ . والله أعلم .

١٣٢

كتاب
الفقيه والمتفقه
للحافظ المؤرخ
أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي
وُلد سنة ٣٩٢ ـ وتوفي سنة ٤٦٢ هـ
رحمه الله تعالى

المجلد الثاني

حققه
أبو عبد الرحمن
عادل بن يوسف العزازي

دار ابن الجوزي

ولو غسل جسده ، وترك رأسه / حيث أصابه ـ يعني : الجرح ـ »(١) . (١١٣ـ

ولأنه ليس من أهل الاجتهاد فكان فرضه التقليد ، كتقليد الأعمى في القبلة ، فإنه لما لم(٢) يكن معه آلة الاجتهاد في القبلة ، كان عليه تقليد البصير فيها .

وحكي عن بعض المعتزلة ، أنه قال : لا يجوز للعامي العمل بقول العالم حتى يعرف علة الحكم ، وإذا سأل العالم فإنما يسأله أن يعرفه طريق الحكم ، فإذا عرفه وقف عليه وعمل به .

وهذا غلط ؛ لأنه لا سبيل للعامي إلى الوقوف على ذلك ، إلا بعد

(١) رجاله ثقات والحديث حسن :

رواه أبو داود (٣٣٧) وابن ماجه (٥٧٢) وأحمد (١/ ٣٣٠) والدارمي (١/ ١٩٢) والدارقطني (١/ ١٩١ ـ ١٩٢) والبيهقي في «السنن» (١/ ٢٢٧) كلهم من طرق عن الأوزاعي عن عطاء به .

وأعل الحديث بالانقطاع كما قال البوصيري في « الزوائد » ، وموضع الانقطاع فيه بين الأوزاعي وعطاء .

قلت : ثبت سماع الأوزاعي من عطاء هذا الحديث من طريقين :

الطريق الأولى : رواه الحاكم (١/ ١٧٨) بسنده ... حدثني الأوزاعي حدثنا عطاء .

والطريق الثانية : رواه ابن عبد البر في «جامع بيان العلم» (٥٢٦) وفي إسناده ضعف لكنه يصلح شاهدًا للطريق الأول .

وقد تابع الأوزاعي الوليدُ بن عبيد الله بن أبي رباح . رواه ابن حبان (١٣١٤) وابن خزيمة (٢٧٣) والحاكم (١/ ١٦٥) والبيهقي في « السنن » (١/ ٢٢٦) عن الوليد أن عطاء عمه حدثه عن ابن عباس ... الحديث وصححه الحاكم ووافقه الذهبي .

قال الحاكم : الوليد بن عبيد الله هذا ابن أخي عطاء وهو قليل الحديث جدًا .

قلت : كأنه يشير إلى ما يعتذر به عن الوليد حيث ضعفه الدارقطني كما في الميزان الاعتدال» (٤/ ٣٤١) ، فكأن الحاكم يعتذر له في هذه الرواية بأنها عن عمه ، وأيا كان الأمر فالإسناد صالح للاعتبار به مع شواهده تنتفي علة الانقطاع .

تنبيه : ليس في هذه الرواية ذكر للمسح على الجبيرة ، وقد روى الحديث عن جابر وفيه المسح على الجبيرة ولكن إسنادهما ضعيف رواه أبو داود والبيهقي (١/ ٢٢٨) وفيه الزبير بن خريق وليس بالقوي .

(٢) « لم » سقطت من (ظ) .

١٣٤

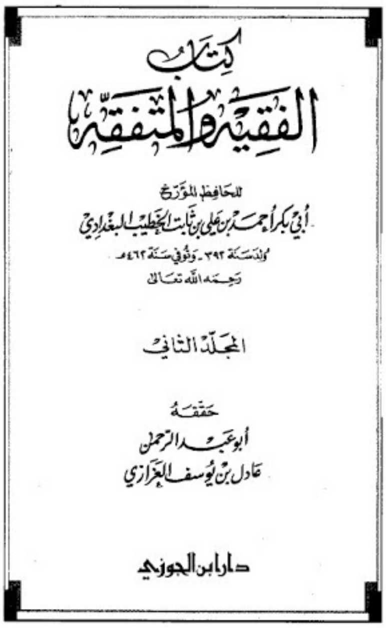

۱۱۱

تقلیدِ ائمہ کا مسئلہ

ہر مسلمان پر اطاعت دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی اس لئے کی جاتی ہے کہ آپ نے اللہ کے احکام کی تشریح فرمائی، ورنہ مُطاعِ بالذات سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کوئی نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ایک عام آدمی کے لئے نہ تو یہ ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہمکلام ہوکر اس کی مرضی معلوم کرسکے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست رجوع کرکے اللہ کے احکام کا علم حاصل کرسکے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا راستہ اب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے کلام یعنی قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یعنی سنت کی طرف رجوع کیا جائے،

اب قرآن وسنت کے بعض احکام تو ایسے ہیں جو قطعی الثبوت بھی ہیں اور قطعی الدلالۃ بھی، اور اُن میں نہ کوئی ابہام واجمال ہے اور نہ کوئی تعارضِ ادلّہ، مثلاً زنا کی حرمت، صلواتِ خمسہ کی فرضیت، صوم، زکوٰۃ، اور حج کی فرضیت، محرمات سے نکاح کا عدمِ جواز وغیرہ، اس قسم کے احکام کو ہر شخص قرآن وسنت سے سمجھ سکتا ہے، لہٰذا یہ مسائل نہ تو اجتہاد کا محل ہیں، اور نہ تقلید کا،

البتہ قرآن وسنت کے احکام کی دوسری قسم وہ ہے جس میں کوئی ابہام یا اجمال یا تعارضِ ادلّہ پایا جاتا ہے، مثلاً قرآن کریم کا ارشاد ہے "وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ" اس میں قُرُوءٌ لغوی اعتبار سے مشترک ہے، جس کے معنی حیض کے بھی آتے ہیں اور طُہر کے بھی، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے کون سے معنی پر عمل کیا جائے، اسی طرح حدیث میں ارشاد ہے "من لم یذر المخابرۃ فلیوذن بحرب من اللہ ورسولہ" اس میں مخابرۃ یعنی مزارعت کی ممانعت کی گئی ہے، اب مزارعت کی کئی صورتیں ہوتی ہیں، اور حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے کہ کونسی صورت جائز اور کونسی ناجائز ہے؟ یا مثلاً ایک طرف حدیث

لہ لفظ لابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۳ باب فی المخابرۃ ورواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار ج ۲ فی کتاب المزارعۃ ...

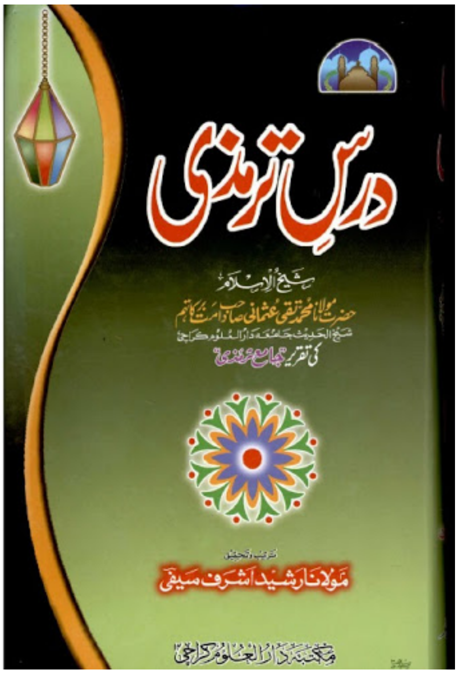

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (سورۃالنسآء: ۵۹)

اگر تم میں اختلاف ہوجائے تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاو۔ اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

غیر مقلدین حضرات تقلید کے وجوب پر پیش کی جانے والی آیت کے رد میں اس کی اگلی آیت پیش کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف ہوجائے تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاو۔ لیکن اس بات کا جواب ان کے بڑوں کے پاس بھی نہیں ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کے بعد بھی اختلاف باقی رہا تو کیا کریں گے؟ اس کا جواب صحیح بخاری کی درج ذیل احادیث سے سمجھا جاسکتا ہے اور یہی چاروں اماموں کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔

”حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الأَحْزَابِ "لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ" ـ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَلِكَ۔ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ۔“ ”ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوئے (ابوسفیان لوٹے) تو ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی

اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضاء کر لیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی"۔ (صحیح بخاری کتاب صلاۃ الخوف، بَابُ صَلاَةِ الطَّالِبِ وَالمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَإِيمَاءً، رقم الحدیث۹۴۶)

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات واضح طور پر سمجھی جاسکتی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حدیث کو سمجھنے میں نمازِعصرادا کرنے پر اختلاف ہوا جبکہ فرض نماز قضا کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور قرآن مجید میں بھی نمازوں کی حفاظت کا حکم آیا ہے، "حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ" خصوصاًدرمیانی نماز(یعنی نمازِ عصر) کی۔جس کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ کے دو الگ مؤقف سامنے آئے۔کچھ صحابہ کرامؓ نے قرآن کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے نمازِعصرادا کرلی اورکچھ نے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے فرمان کی پیروی کرتے ہوئے نمازِعصر کو قضا کردیا۔رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو جب اس واقع کی اطلاع ملی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کسی کو بھی ملامت نہیں فرمائی اسکا مطلب صحابہ کرامؓ کے دونوں گروہوں کے اس اجتہادی فیصلے کو برحق سمجھا۔

"حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا، يَقْرَأُ آيَةً، سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خِلاَفَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ" كِلاَكُمَا مُحْسِنٌ فَاقْرَآ - أَكْبَرُ عِلْمِي قَالَ - فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَأَهْلَكَهُمْ""۔"ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے عبدالملک بن میسرہ نے، ان سے نزال بن سبرہ نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ایک صاحب (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کو ایک آیت پڑھتے سنا، وہی آیت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنی تھی۔ (ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ) پھر میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں صحیح ہو (اس لئے اپنے اپنے طور پر پڑھو)۔ (شعبہ کہتے ہیں کہ) میرا غالب گمان یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا (اختلاف و نزاع نہ کیا کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتوں نے اختلاف کیا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا"۔(صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب اقْرَءُوا القُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوبُكُمْ، رقم الحدیث۵۰۶۲)

مندرجہ بالاحدیث میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے امتِ مسلمہ کو واضح الفاظ میں ارشاد فرمادیا کہ قرآن و حدیث سمجھنے میں (اختلاف و نزاع) نہ کیا کرواور اگر پھر بھی اختلاف ہوجائے تو دونوں ہی فریق ایک دوسرے کو حق پر سمجھیں کیونکہ دونوں کے دلائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں بس سمجھنے میں فرق ہے۔

فَإِن تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ ولیوم الاخر (سورۃ النسآء ۵۹)
اگر تم میں اختلاف ہوجائے تو اللہ اور اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف لوٹاؤ۔

غیر مقلدین حضرات تقلید کے وجوب پر پیش کی جانے والی آیت کے رد میں اس کی اگلی آیت پیش کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف ہوجائے تو اللہ اور اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف لوٹاؤ۔ لیکن اس بات کا جواب ان کے بڑوں کے پاس بھی نہیں ہے کہ اللہ اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف لوٹانے کے بعد بھی اختلاف باقی رہا تو کیا کریں گے؟ اس کا جواب صحیح بخاری کی درج ذیل احادیث سے سمجھا جاسکتا ہے اور یہی چاروں فقہ کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔

وَقَالَ الْوَلِيدُ: ذَكَرْتُ لِلأَوْزَاعِيِّ صَلاَةَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ: كَذَلِكَ الأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الفَوْتُ. وَاحْتَجَّ الْوَلِيدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)).

٩٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الأَحْزَابِ: ((لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)) فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ العَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ. فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ أَحَدًا مِنْهُمْ.

[أطرافه في: ٤١١٩].

اور ولید بن مسلم نے کہا میں نے امام اوزاعی سے شرحبیل بن سمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز کا ذکر کیا کہ انہوں نے سواری پر ہی نماز پڑھ لی، تو انہوں نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب ہے جب نماز کے قضا ہونے کا ڈر ہو۔ اور ولید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے دلیل لی کہ کوئی تم میں سے عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر۔

(۹۴۶) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے، ان سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہوئے (ابو سفیان لوٹا) تو ہم سے آپ نے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہؓ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور بعض صحابہؓ نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضا کرلیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی۔

٥٠٦٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ آيَةً سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ خِلاَفَهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((كِلاَكُمَا مُحْسِنٌ، فَاقْرَآ)). أَكْبَرُ عِلْمِي قَالَ: ((فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَأَهْلَكَهُمْ)).

[راجع: ٢٤١٠]

(۵۰۶۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے عبدالملک بن میسرہ نے، ان سے نزال بن سبرہ نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کو ایک آیت پڑھتے سنا، وہی آیت انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے خلاف سنی تھی۔ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) پھر میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں صحیح ہو (اس لئے اپنے اپنے طور پر پڑھو)۔ (شعبہ کہتے ہیں کہ) میرا غالب گمان یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا (اختلاف و نزاع نہ کیا کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتوں نے اختلاف کیا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کردیا۔

ان احادیث میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے امتِ مسلمہ کو واضح الفاظ میں ارشاد فرمادیا کہ قرآن وحدیث سمجھنے میں (اختلاف و نزاع) نہ کیا کرو اور اگر پھر بھی اختلاف ہوجائے تو دونوں ہی فریق ایک دوسرے کو حق پر سمجھیں کیونکہ دونوں کے دلائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں بس سمجھنے میں فرق ہے۔

موجودہ دور کا ہر جاہل غیر مقلد شخص جسے قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے ترجمہ کی ضرورت پڑتی ہے، اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھہراتے ہوئے تقلید کا انکار کرتا ہے اور آئمہ اربعہ جیسے مجتہدین پر اعتراضات کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (سورۃ النسآء: ۵۹)

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اور اپنے میں سے اختیار والوں کی۔پھر اگر کسی چیز میں اختلاف ہوجائے تو اللہ اور اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف لوٹاؤ، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

مشہور اہل حدیث عالم علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اعتراف فرمایا ہے کہ "فان تنازعتم ۔۔۔الاخر" کا خطاب مجتہدین کو ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "والظاھر انہ خطاب مستقل مستانف موجہ للمجتھدین"۔ "اور ظاہر ہے کہ یہ مستقل خطاب ہے جس میں روئے سخن مجتہدین کی طرف ہے"۔(تفسیر فتح البیان، جلد ۲، صفحہ ۱۵۸، مطبعۃ العاصمۃ، قاہرہ)

لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ جولوگ اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتے، وہ مختلف فقہی مسائل میں براہ راست قرآن و حدیث سے رجوع کر کے خود فیصلہ کریں بلکہ پہلے جملے میں خطاب ان لوگوں کو ہے جو قرآن و سنت سے براہ راست احکام مستنبط نہیں کرسکتے، اور ان کا فریضہ بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ "اولوالامر" یعنی فقہاء سے مسائل پوچھیں، اور ان پر عمل کریں، اور دوسرے جملے میں خطاب مجتہدین کو ہے کہ وہ تنازعہ کے موقعہ پر کتاب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا کریں، اور اپنی اجتہادی بصیرت کو کام میں لا کر قرآن و سنت سے احکام نکالا کریں۔

مشہور اہل حدیث عالم علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اعتراف فرمایا ہے کہ "فان تنازعتم ۔۔۔الاخر" کا خطاب مجتہدین کو ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "والظاھر انہ خطاب مستقل مستانف موجہ للمجتھدین"۔ "اور ظاہر ہے کہ یہ مستقل خطاب ہے جس میں روئے سخن مجتہدین کی طرف ہے"۔

١٥٨ فتح البيان في مقاصد القرآن

الشرعية المحضة فقد أغنى عنها كتاب الله العزيز وسنة رسوله المطهرة صلى الله عليه وآله وسلم.

هذا الذي سقناه هو عمدة أدلة المجوزين للتقليد وقد أبطلناه كما عرفت، ولهم شبه غير ما حررناه.

﴿فإن تنازعتم﴾ المنازعة المجاذبة والنزع الجذب كأن كل واحد ينتزع حجة الآخر ويجذبها والمراد بالاختلاف المجادلة، والظاهر أنه خطاب مستقل مستأنف موجّه للمجتهدين، ولا يصح أن يكون لأولي الأمر إلا على طريق الالتفات، وليس المراد فإن تنازعتم أيها الرعايا مع أولي الأمر المجتهدين لأن المقلد ليس له أن ينازع المجتهد في حكمه، قاله أبو السعود على ما في الجمل، والأولى ما قدمناه.

وظاهر قوله ﴿في شيء﴾ يتناول أمور الدين والدنيا ولكنه لما قال ﴿فردّوه إلى الله والرسول﴾ تبين به أن الشيء المتنازع فيه يختص بأمور الدين دون أمور الدنيا، والمعنى في شيء غير منصوص نصاً صريحاً من الأمور المختلف فيها كنذب الوتر وضمان العارية ونحوهما، والرد إلى الله هو الرد إلى كتابه العزيز، والرد إلى الرسول هو الرد إلى سنته المطهرة بعد موته، وأما في حياته فالرد إليه سؤاله.

هذا معنى الرد إليهما، وقيل معنى الرد أن يقول لما لا يعلم والله ورسوله أعلم، وهو قول ساقط وتفسير بارد، وليس الرد في هذه الآية إلا الرد المذكور في قوله تعالى ﴿ولو ردّوه إلى الرسول وإلى أولي الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم﴾.

والرد إلى كتاب الله وسنة رسوله واجب، فإن وجد ذلك الحكم في كتاب الله أخذ به، فإن لم يوجد فيه ففي سنة رسوله، فإن لم يوجد فيها فسبيله

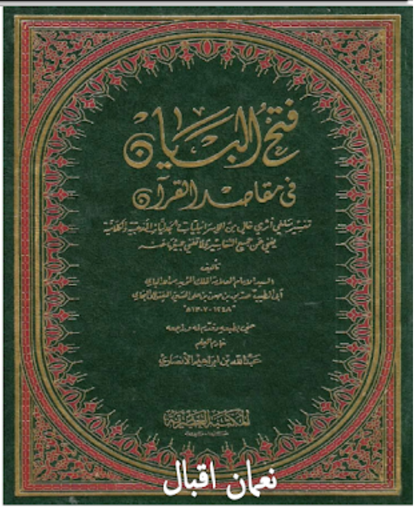

۵۷۰

اختلاف کی تین صورتیں ہیں: تناقض کی صورت میں اختلاف جس میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کے فساد کو لازم کر دے۔

تفاوت کی صورت میں اختلاف جس میں ایک حصہ تو فصاحت و بلاغت کی بلندیوں کو چھو رہا ہو اور دوسرا حصہ انتہائی گھٹیا اور پست ہو۔ اختلاف کی یہ دونوں صورتیں قرآن سے منتفی ہیں اور یہ چیز اس کے اعجاز کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

کیونکہ جب فصحاء اور بلغاء کا کوئی کلام طویل ہو تا جائے جس طرح قرآن کی طویل سورتیں ہیں تو ایسی صورت میں اس طویل کلام میں فصاحت و بلاغت کا یکساں معیار برقرار نہیں رہتا اور اس میں عدم یکسانیت کی بنا پر وہ تفاوت پیدا ہو جاتا ہے جس کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے تلاؤم کی صورت میں اختلاف جس میں پورے کا پورا کلام لفظی اور معنوی حسن کے لحاظ سے ایک دوسرے کے متناسب ہو۔

مثلاً قراتوں اور آیات کی مقداروں کے لحاظ سے اختلاف نیز ناسخ اور منسوخ کے احکام میں اختلاف۔ اس آیت میں استدلال بالقرآن پر ابھارا گیا ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ اس میں اس حق پر مختلف پیرایوں میں دلائل موجود ہیں جس کا اعتقاد رکھنا اور جس پر عمل کرنا ہم سب کے لیے ضروری ہے۔

مسائل پر اجتہاد و استنباط

قول باری ہے (وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ اگر یہ اس خبر کو رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں)

حسن، قتادہ اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ اولوالامر سے مراد اہل علم و فقہ ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد امراء اور عمال ہیں۔

ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اس سے دونوں مذکورہ بالا گروہ مراد لینا درست ہے کیونکہ اولوالامر کا اسم ان دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اولوالامر تو وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں لوگوں کے معاملات

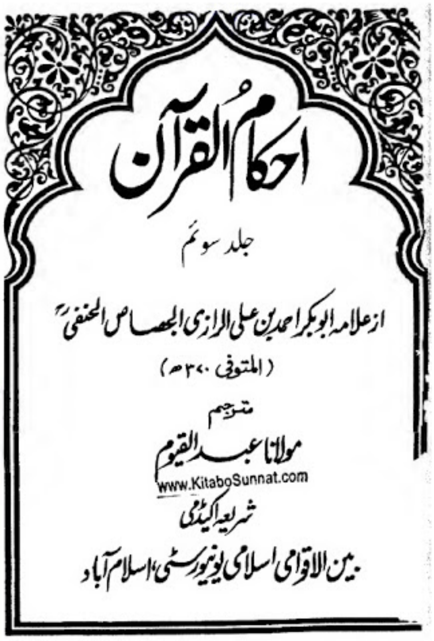

احکام القرآن

جلد سوئم

ازعلامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ

(المتوفی ۳۷۰ھ)

مترجم

مولانا عبد القیوم

www.KitaboSunnat.com

شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۵۸۱

کو سنبھالنے اور انھیں درست رکھنے کے اختیارات ہوتے ہیں۔ اہل علم کے ہاتھوں میں اس قسم کے اختیارات نہیں ہوتے تو ان کا شمار اولوالامر میں کیسے ہو سکے گا۔

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اولوالامر وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر اختیارات رکھنے کی بنا پر ان کے معاملات کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

فقہاء کو بھی اولوالامر کہا جا سکتا ہے کیونکہ انھیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا علم ہوتا ہے اور دوسروں پر ان کے قول کو تسلیم کرنا لازم ہوتا ہے اس بنا پر انھیں اولوالامر کے نام سے موسوم کرنا درست ہے۔

جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے (لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔ تاکہ باقی لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ اپنی قوم والوں کو جب وہ ان کے پاس واپس آئیں ڈراتے رہیں عجب کیا کہ وہ محتاط رہیں)

اللہ تعالیٰ نے فقہاء کے انذار پر محتاط رویہ اختیار کرنا لازم قرار دیا اور جنھیں انذار کیا جا رہا ہے ان پر ان کے قول کو قبول کرنا ضروری قرار دیا اس بنا پر ان حضرات پر اولوالامر کے اسم کا اطلاق درست ہو گیا۔

امراء اور اعیانِ سلطنت کو بھی اولوالامر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس لیے کہ یہ ان لوگوں پر اپنے احکامات نافذ کرنے کے اختیارات رکھتے ہیں جن پر انھیں بالادستی اور حکومت حاصل ہوتی ہے۔

قولِ باری ہے (لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ) استنباط استخراج کو کہتے ہیں اسی سے استنباط المیاہ والعیون (پانی نکالنا چشمے کھودنا) ماخوذ ہے۔ اس لیے استنباط کا اسم ہر اس چیز پر محمول ہوتا ہے جو کہیں سے اس طرح نکالی جائے کہ آنکھوں سے نظر آ جائے یا دلوں میں اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

شریعت میں استنباط استدلال اور استعلام کی نظیر ہے۔ اس آیت کے اندر حوادث یعنی پیش آنے والے نئے امور کے احکامات معلوم کرنے کے لیے قیاس سے کام لینے اور اپنی رائے اور اجتہاد کو بروئے کار لانے کے وجوب پر دلالت موجود ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں پیش آمدہ واقعات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور صحابہ کی موجودگی میں آپ کی طرف لوٹانے کا اور آپ کی وفات کے بعد یا صحابہ کرام کی آپ سے دوری کی صورت میں علماء کی طرف

التفسير الوسيط

للقرآن الكريم

الدكتور

محمد سيد طنطاوي

مفتي الديار المصرية

١٠٤٧ هـ ١٩٨٧ م

الطبعة الثالثة

— ٢٥١ —

فيكم . فان خالفت فلا طاعة لى عليكم ، وعن أبى حازم أن مسلمة بن عبد الملك قال له : ألستم أمرتم بطاعتنا فى قوله (وأولى الأمر منكم) فقال له : أليس قد نزعت عنكم إذا خالفتم الحق بقوله : (فان تنازعتم فى شىء فردوه إلى الله والرسول ...) .

وقيل هم العلماء الدينيون الذين يعلمون الناس ويأمرونهم بالمعروف وينهونهم عن المنكر [1]

وأعاد — سبحانه — الفعل (أطيعوا) مع الرسول فقال : (أطيعوا الله وأطيعوا الرسول) ولم يعده مع أولى الأمر ، الإشارة إلى إستقلال الرسول — صلى الله علية وسلم — بالطاعة حتى ولو كان ما يأمر به ليس منصوصا عليه فى القرآن ، لأنه لاينطق عن الهوى، والإيذان بأن طاعة الرسول — صلى الله عليه وسلم — أعلى من طاعة أولى الأمر .

وقوله (منكم) فى محل نصب على الحال من أولى الأمر . أى : أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر حالة كونهم كائنين منكم أى من دينكم وملتكم .

وفى ذلك إشارة إلى أنه لاطاعة لمن يتحكمون فى شئون المسلمين ممن ليسوا على ملتهم .

وقوله : (فإن تنازعتم فى شىء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر) بيان لما يجب على المؤمنين أن يفعلوه إذا ما حدث بينهم إختلاف فى أمر من الأمور الدينية . والمراد بالتنازع هنا : الاختلاف والجدال مأخوذ من النزع بمعنى الجذب . فكأن كل واحد من المختلفين يجذب من غيره الحجة لدليله ..

ومنه قول النبى — صلى الله عليه وسلم — مالى أنازع القرآن) أى ينازعنى غيرى ويجاذبنى فى القراءة . وذلك أن بعض المأمومين جهر خلفه فنازعه

(١) تفسير الكشاف ج ١ ص ٥٢٤

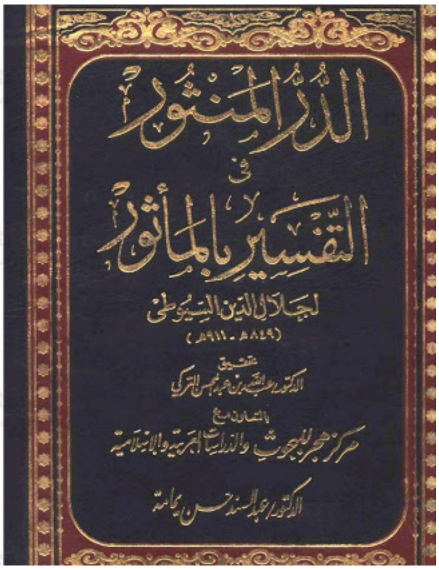

وأخرج البيهقىُّ عن علىِّ بن أبى طالبٍ قال : لا يُصلِحُ الناسَ إلا أميرٌ ؛ برٌّ أو فاجرٌ . قالوا : هذا البَرُّ ، فكيف بالفاجرِ ؟! قال : إن الفاجرَ يُؤَمِّنُ اللهُ به السُّبُلَ ، ويُجاهَدُ به العدوُّ ، ويُجبَى به الفَىْءُ ، ويُقامُ به الحدودُ ، ويُحَجُّ به البيتُ ، ويَعْبُدُ اللهَ فيه المسلمُ آمِنًا حتى يأتيَه أجلُه [1] .

وأخرج سعيدُ بنُ منصورٍ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبى حاتمٍ ، عن مجاهدٍ فى قوله : ﴿فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ﴾ . قال : فإن تنازَعَ العلماءُ ، ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ . قال : يقولُ : فرُدُّوه إلى كتابِ اللهِ وسُنَّةِ رسولِه . ثم قرأ : ﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ﴾ [2] [النساء : ٨٣] .

وأخرج ابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، عن ميمونِ بنِ مِهْرانَ فى الآيةِ قال : الرَّدُّ إلى اللهِ : الرَّدُّ إلى كتابِه ، والرَّدُّ إلى رسولِه ما دام حيًّا ، فإذا قُبِضَ فإلى سُنَّتِه [3] .

وأخرج ابنُ جريرٍ عن قتادةَ والسُّدِّىِّ ، مثلَه [4] .

وأخرج ابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، عن قتادةَ فى قوله : ﴿ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ . يقولُ : ذلك أحسنُ ثوابًا وخيرٌ عاقبةً [5] .

وأخرج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبى حاتمٍ ، عن

(١) البيهقى (٧٥٠٨) .
(٢) سعيد بن منصور (٦٥٦ – تفسير) ، وابن جرير ٧/ ١٨٥، ١٨٦، وابن المنذر (١٩٣٦) ، وابن أبى حاتم ٣/ ٩١٠ (٥٥٤١، ٥٥٤٢) .
(٣) ابن جرير ٧/ ١٨٦، وابن المنذر (١٩٣٧) .
(٤) ابن جرير ٧/ ١٨٧ .
(٥) ابن جرير ٧/ ١٨٨، وابن المنذر (١٩٤١) .

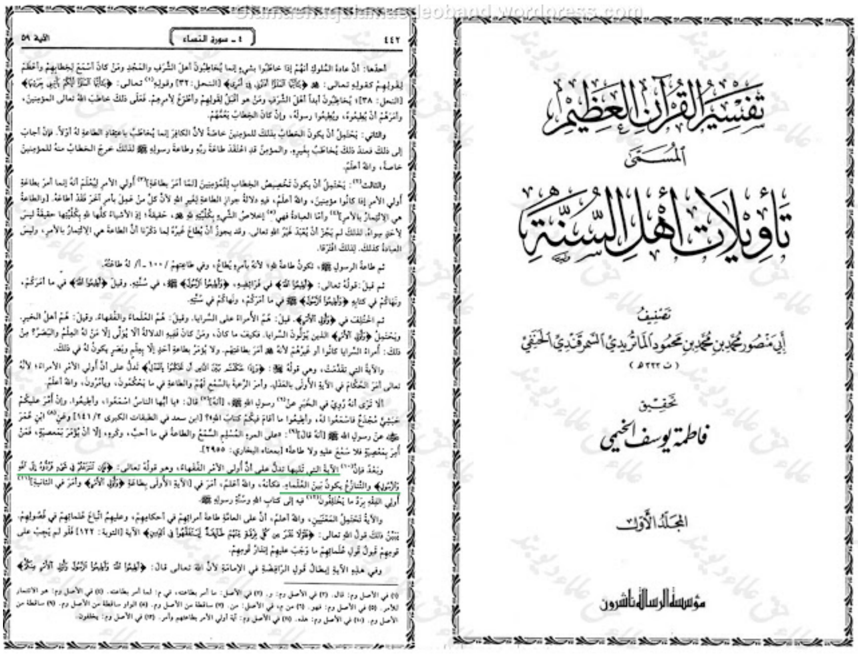

ذیل میں پیش کردہ سنن دارمی کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی بننے کے لئے قرآن مجید و احادیث مبارکہ کی ناسخ و منسوخ آیات و احادیث کا علم ہونا لازم ہے ۔ جب مفتی بننے کے لئے ان علوم کا ہونا لازم ہے تو پھر مجتہد بننے کے لئے توبطریقِ اولیٰ قرآن و حدیث کا مکمل علم ہونا لازم ہوا۔جبکہ موجودہ دور کا ہر غیر مقلد تقلید کا انکار کرکے خود مفتی و مجتہد بنا بیٹھاہے اور ”فَضَلُّوْ اوَاَضَلُّوْا “(گمراہ ہوا اور گمراہ کیا) کی وعید کا مرتکب ثابت ہوتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"وقد أورد العلماء قول الشافعي فيه: من أراد الحديث فهو عيال على مالك" ۔ ”تمام لوگ علم حدیث میں امام مالک کے محتاج ہیں“۔ وہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایاکرتے تھے: "مَا أَفْتَيْتُ حَتَّى شَهِدَ لِي سَبْعُونَ أَنِّي أَهْلٌ لِذَلِكَ"۔ ”میں نے فتویٰ دینا شروع نہیں کیا، یہاں تک کہ مدینہ کے ستر فقہاء نے اس کی شہادت دی کہ میں فتویٰ دے سکتا ہوں“۔ (البداية والنهاية: ج١٠، ص ١٧٤)

”امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مفتی کون ہو سکتا ہے؟ توانہوں نے فرمایا: اللہ کے دین میں فتویٰ دینا صرف اسی کے لئے جائز ہے جو کتاب اللہ کا

ماہر ہو، ناسخ منسوخ، محکم، متشابہ، تاویل، تنزیل، مکی مدنی، مراد ومطلب سے آگاہ ہو؛ پھر ساتھ ہی احادیث پر بھی اس کی نظر بالغ ہو، ناسخ منسوخ کوخوب جانتاہو۔ قرآن و حدیث کی وضاحت کے لئے کام آنے والے دیگر فنون یعنی لغت وشعر کا بھی عالم ہو۔ ان فنون کا پھر نہایت انصاف کے ساتھ استعمال کرتاہواور شہریوں کے اختلاف پر بھی اس کی نگاہ ہو اور استنباط کا ملکہ بھی رکھتاہو۔ جس شخص میں یہ اوصاف جمع ہوں وہ شریعت پر گفتگو کرنے اور حلال وحرام کے فتوے دینے کا اہل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں"۔ (اعلام الموقعین: ص۴۹)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "جب کوئی شخص مفتی بنناچاہے تواسے قرآن کی تمام وجوہ کاعلم ہوناچاہئے، صحیح سندوں کاعلم ہوناچاہیئے۔ سنت رسول ﷺاوراحادیث پیغمبر کاعلم ہوناچاہیئے۔ ورنہ اس شخص کیلئے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ فرماتے ہیں اسے اپنے سے پہلے کے علماء کے قول معلوم ہونے چاہیئے ورنہ فتویٰ بازی نہیں کرنی چاہیے۔کسی نے آپؒ سے پوچھاکہ ایک لاکھ حدیثیں یادکرنے کے بعدانسان فقیہ ہوجاتاہے؟ فرمایانہیں۔ پوچھا دولاکھ کے بعد؟ فرمایا نہیں۔ دریافت کیا اچھا تین لاکھ؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا چار لاکھ؟ توآپؒ نے اپنے ہاتھ ہلاکراشارہ کردیااور فرمایااب میں توقع کرتاہوں کہ وہ بالکل فتویٰ دے سکے گا۔ خود امام صاحبؒ کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں"۔ (اعلام الموقعین: ص۴۸)

امام احمد رحمہ اللہ سے سوال ہواکہ: "اگرکوئی شخص سمجھدارنہ ہووہ حدیث میں جوپائے اس پرفتویٰ دے سکتاہے؟ توآپ نے فرمایاجب کوئی فتویٰ دینے کے عہدے پرآناچاہتاہوتو اس کے لئے حدیثوں کا، قرآن کا، سندحدیث کا عالم ہوناضروری ہےپھرمندرجہ بالامقولہ بیان فرمایا"۔ (اعلام الموقعین: ص۴۹)

"امام ابن مبارکؒ سے پوچھا گیاکہ انسان مفتی ہونے کے قابل کب ہوتاہے؟ آپ نے فرمایاجب حدیثوں کا عالم ہو۔ رائے کاحافظ ہو۔ یحییٰ بن اکثم نے اسی سوال کے جواب میں یہی کہاہے۔ یہ یاد رہے کہ رائے سے مراد ان دونوں بزرگوں کی صحیح قیاس اور صحیح مطلب اور صحیح علتیں ہیں جن پرشارعؑ نے احکام معلق رکھے ہوں اور انہیں اثرڈالنے والی علتیں بنائی ہوں جوہرطرح حکم میں اثررکھتی ہوں"۔ (اعلام الموقعین: ص۴۹)

آج موجودہ دور کا ہرغیر مقلد شخص جسے قرآن و حدیث سمجھنے کے لیے اردومترجم کی ضرورت پڑتی ہے۔ علماء کی اتباع (تقلید) چھوڑکرخودمجتہداور مفتی بنابیٹھاہے۔ اور تقلید کے رد میں ائمہ اربعہؒ کے اقوال پیش کرتاہے۔حالانکہ ائمہ اربعہؒ سے منقول اقوال عامی شخص کے لئے نہیں تھے بلکہ اپنے ان شاگردوں کے لئے تھے جو مجتہدفی المذہب کے منصب پرفائض ہونے کی جدوجہد میں کوشاں تھے۔

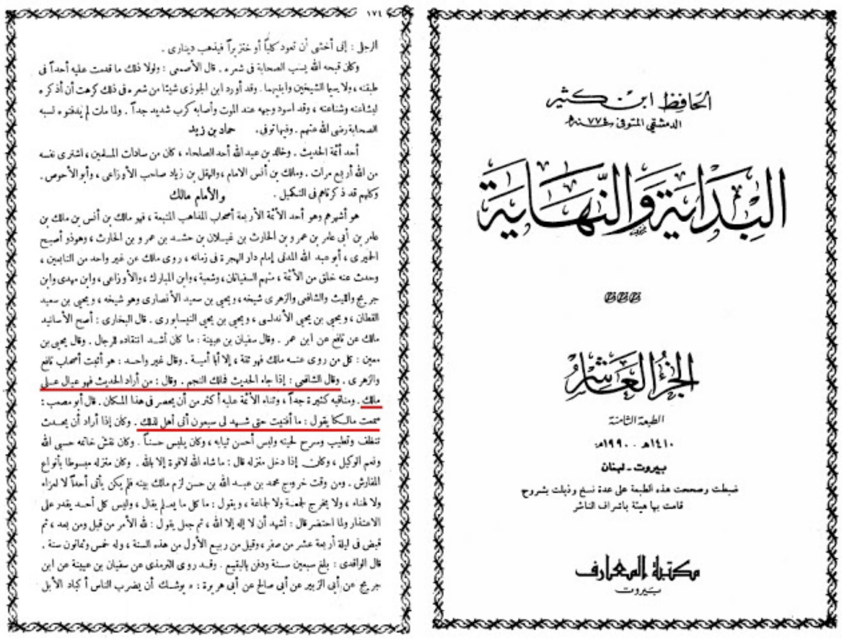

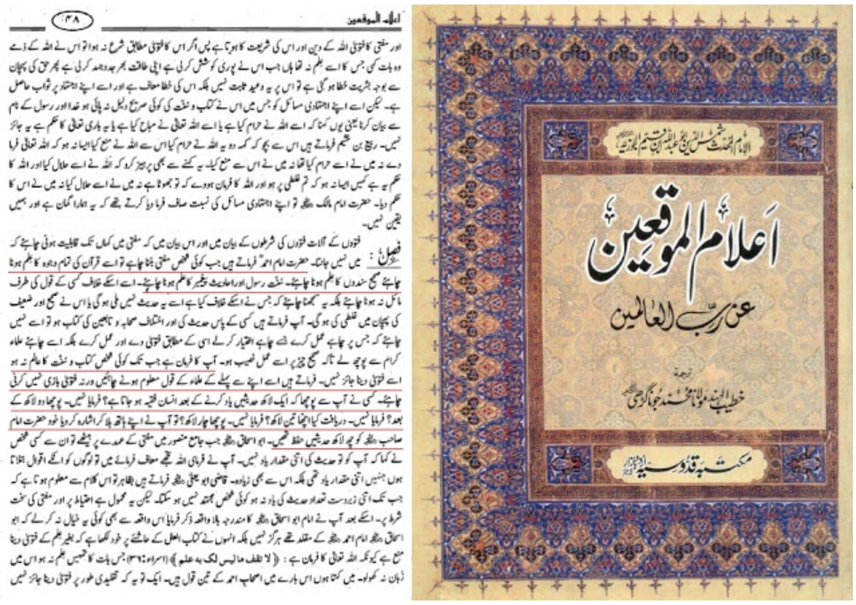

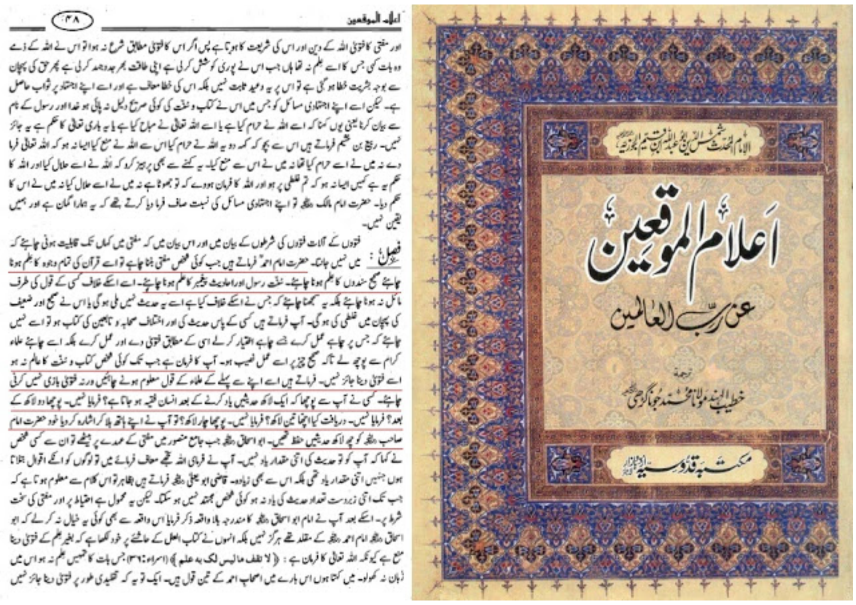

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مجتہد بننے کی شرائط واصول بیان کرتے ہوئے امام بغویؒ کی رائے نقل کی ہے
جس میں مجتہد بننے کے لئے دیگر پانچ علوم میں کلی مہارت کے علاوہ خواہش نفس، بدعات اور گناہوں سے اپنے آپ کو

بچانے والاتقویٰ اور پاکیزگی کاشعار ہونے کی شرائط بیان فرمائی ہیں جن کے بغیر مجتہد بننا ممکن ہی نہیں۔موجودہ پرفتن دور میں ایسا غیر مقلد ملنا تو بہت دور کی بات اگر آڈر پربنوانے کی کوشش کی جائے تو بھی ممکن نہیں۔

”قَالَ الْغَزالِيّ إِنَّمَا يحصل الإجتهاد فِي زَمَانِنَا بممارسة الْفِقْه وَهِي طَرِيق تَحْصِيل الدِّرَايَة فِي هَذَا الزَّمَان وَلم يكن الطَّرِيق فِي زمن الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم ذَلِك“۔ ”امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں اجتہاد، فقہ میں مہارت اورگہرے شغف کے بغیر ممکن نہیں“۔ (عقد الجید فی اَحکام الاجتھاد والتقلید شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ: ص۲۱)

”قَالَ الْبَغَوِيّ والمجتهد من جمع خَمْسَة أَنْوَاع من الْعلم علم كتاب الله عز وَجل وَعلم سنة رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وأقاويل عُلَمَاء السّلف من أجماعهم وَاخْتِلَافهمْ وَعلم اللُّغَة وَعلم الْقيَاس وَهُوَ طَرِيق استنباط الحكم من الْكتاب وَالسّنة إِذا لم يجده صَرِيحًا فِي نَص كتاب أَو سنة أَو إِجْمَاع فَيجب أَن يعلم من علم الْكتاب النَّاسِخ أَو الْمَنْسُوخ والمجمل والمفصل وَالْخَاص وَالْعَام والمحكم والمتشابه وَالْكَرَاهَة وَالتَّحْرِيم وَالْإِبَاحَة وَالنَّدْب وَالْوُجُوب وَيعرف من السّنة هَذِه الْأَشْيَاء وَيعرف مِنْهَا الصَّحِيح والضعيف والمسند والمرسل وَيعرف تَرْتِيب السّنة على الْكتاب وترتيب الْكتاب على السّنة حَتَّى لَو وجد حَدِيثا لَا يُوَافق ظَاهره الْكتاب يَهْتَدِي إِلَى وَجه محمله فَإِن السّنة بَيَان الْكتاب وَلَا تخَالفه وَإِنَّمَا يجب معرفَة مَا ورد مِنْهَا فِي أَحْكَام الشَّرْع دون مَا عَداهَا من الْقَصَص وَالْأَخْبَار والمواعظ وَكَذَلِكَ يجب أَن يعرف من علم اللُّغَة مَا أَتَى فِي كتاب أَو سنة فِي أُمُور الْأَحْكَام دون الْإِحَاطَة بِجَمِيعِ لُغَات الْعَرَب وَيَنْبَغِي أَن يتحرج فِيهَا بِحَيْثُ يقف على مرامي كَلَام الْعَرَب فِيمَا يدل على المُرَاد من اخْتِلَاف الْمحَال وَالْأَحْوَال لِأَن الْخطاب ورد بِلِسَان الْعَرَب فَمن لم يعرفهُ لَا يقف على مُرَاد الشَّارِع وَيعرف أقاويل الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ فِي الْأَحْكَام ومعظم فتاوي فُقَهَاء الْأمة حَتَّى لَا يَقع حكمه مُخَالفا لأقوالهم فَيكون فِيهِ خرق الْإِجْمَاع وَإِذا عرف من كل من هَذِه الْأَنْوَاع معظمه فَهُوَ حِينَئِذٍ مُجْتَهد وَلَا يشْتَرط معرفَة جَمِيعهَا بِحَيْثُ لَا يشذ عَنهُ شَيْء مِنْهَا وَإِذا لم يعرف نوعا من هَذِه الْأَنْوَاع فسبيله التَّقْلِيد وَإِن كَانَ متبحرا فِي مَذْهَب وَاحِد من آحَاد أَئِمَّة السّلف فَلَا يجوز لَهُ تقلد الْقَضَاء وَلَا الترصد للفتيا وَإِذا جمع هَذِه الْعُلُوم وَكَانَ مجانبا للأهواء والبدع مدرعا بالورع محترزا عَن الكباتر غير مصر على الصَّغَائِر جَازَ لَهُ أَن يتقلد الْقَضَاء ويتصرف فِي الشَّرْع بالإجتهاد وَالْفَتْوَى وَيجب على من لم يجمع هَذِه الشَّرَائِط تَقْلِيده فِيمَا يعن لَهُ من الْحَوَادِث انْتهى كَلَام البغوى“۔ ”امام بغویؒ فرماتے ہیں: مجتہد وہ ہے جو پانچ علوم کا جامع وماہرہو۔ ۱- کتاب اللہ کا وسیع علم، ۲- سنت رسول ﷺ کا وسیع علم، ۳- علمائے سلف نے جو کچھ لکھا اس سے آگہی۔ جو بخوبی جانتا ہوکہ علماء سلف نے کس مسئلے میں اتفاق کیاہےاورکس مسئلے میں ان کی آراء مختلف ہیں۔ ۴- قیاس کے طریقہ کارکوجانتاہو اور یہ کہ قیاس، قرآن و سنت سے کسی مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس صورت میں جب مجتہد کو مطلوبہ حکم نہ قرآن و سنت کے نصوص میں ملے اورنہ اس کے بارے میں کوئی اجماع منعقد ہوا ہو۔ ۵- عربی لغت میں مہارت۔مجتہد کے لئے قرآن کریم کے علوم میں سے ان علوم کا جاننا بھی ضروری ہے۔ ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، عام و خاص، محکم ومتشابہ۔ نیز یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ حلال وحرام، واجب، مکروہ، مباح، اور مندوب سے کیا مراد ہے۔سنت میں بھی ان امور کاعلم ضروری ہے۔ مجتہد کے لئے اقسام حدیث کا علم بھی ضروری ہے کہ صحیح و ضعیف، مسند ومرسل کی تعریفات کیا ہیں اور ان کے درمیان کیا فرق ہے؟ حدیث کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو حدیث کے ساتھ تطبیق دینے کی کیا صورت ہے؟ ضروری ہے کہ مجتہدیہ بھی جانتاہو کہ وہ اگر کوئی ایسی حدیث پائے جس کا ظاہری مفہوم قرآن کے مطابق نہیں ہے تو یہ کھوج لگائے اور اس حقیقت تک پہنچے کہ اس حدیث کی قرآن کے ساتھ مطابقت کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ حدیث قرآن کی توضیح وتشریح ہے، وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ بات ہے کہ مجتہد کے لئے صرف ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جن کا تعلق شرعی احکام سے ہے۔ ان احادیث کا علم ضروری نہیں جو قصص، واقعات اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہیں۔اسی طرح عربی لغت کا بھی اس حد تک جاننا ضروری ہے جس کے سبب قرآن وسنت میں وارداحکام و مسائل کا علم ہوسکے۔ پورے عربی لغت کا احاطہ ضروری نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عربی زبان میں اتنی مہارت حاصل کر کہ اس کے معانی و مطالب اور مدلول کو بخوبی سمجھ سکے۔ وہ اس بات سے آگاہ ہو کہ سیاق وسباق کی مناسبت سے فلاں لفظ اور جملے کے فلاں مقام پر یہ معنیٰ ہیں۔ عربی زبان پر اس حدتک عبور اس لئے ضروری ہے کہ شریعت عربی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ (خواہ وہ قرآن کی صورت میں ہو یا حدیث کی شکل میں) جو شخص عربی زبان سے پوری طرح واقف نہیں ہوگا وہ شارع کے مقصود کو نہیں پہچان سکے گا۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کے ان اقوال و آراء کا علم بھی ضروری ہے جو ان سے احکام کے بارے میں منقول ہیں۔ مختلف مسائل کے بارے میں (قدیم) فقہاء نے جو فتوے دیئے ہیں ان کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ تاکہ اس کی کوئی اور فیصلہ اسلاف کے فتاویٰ اور فیصلوں کے خلاف نہ ہو کیوں کہ اگر ایسا ہوا تو اسلاف کے اجماع کے خلاف ایک نئ رائے دینے کا مرتکب ہوگا۔ جب ان مذکورہ بالاپانچ علوم میں مہارت حاصل کرلے گا تو پھر مجتہد کہلائے گا۔ لیکن ان علوم میں مہارت اس حد تک ضروری نہیں کہ ان کا کوئی جزو اور معمولی حصہ بھی اس کے علم سے خارج نہ ہو۔ البتہ اگر ان پانچ علوم میں سے کسی ایک علم سے کلی طور پر ناواقف ہوتوپھر اس کے لئے تقلید کا راستہ اختیار کرنا ہی بہترہے۔ اگرچہ وہ شخص ائمہ سلف میں سے کسی ایک کے فقہی مسلک پر مکمل عبور رکھتا ہو۔ایسے شخص کے لئے عہدہ قضاکو قبول کرنا اورمفتی کے منصب پر فائز ہونا جائز نہیں ہے۔جو شخص ان پانچ علوم کا جامع ہو، نفسانی خواہشات اور بدعات سے اپنے آپ کو بچاتاہو، تقویٰ اور پاکیزگی اس کا شعار ہو۔ کبیرہ گناہوں سے دور رہتا ہو اور صغیرہ گناہوں پراصرار نہ کرتا ہو۔ وہ قاضی بھی نب سکتا ہے اور مسائل شریعت میں اس

کے لئے اجتہاد بھی جائز ہوگا۔ اور جو شخص ان شرائط کا جامع نہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ پیش آمدہ واقعات و حوادث میں سے کسی ایک امام مجتہد کی تقلید کرے"۔ (عقد الجید فی أحکام الاجتہاد والتقلید شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ: ص۲۱-۲۳)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مجتہد بننے کی شرائط و اصول بیان کرتے ہوئے امام بغویؒ کی رائے نقل کی ہے جس میں مجتہد بننے کے لئے دیگر پانچ علوم میں کلی مہارت کے علاوہ خواہش نفس، بدعات اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے والا تقویٰ اور پاکیزگی کا شعار ہونے کی شرائط بیان فرمائی ہیں جن کے بغیر مجتہد بننا ممکن ہی نہیں۔ موجودہ پر فتن دور میں ایسا غیر مقلد ملنا تو بہت دور کی بات اگر آڈر پر بنوانے کی کوشش کی جائے تو بھی ممکن نہیں۔

وہ کہتے ہیں "مجتہد وہ ہے جو پانچ علوم کا جامع و ماہر ہو۔

۱: کتاب اللہ کا وسیع علم۔

۲: سنت رسولؐ کا وسیع علم۔

۳: علمائے سلف نے جو کچھ لکھا اس سے آگہی۔ جو خوب جانتا ہو کہ علمائے سلف نے کس مسئلہ میں اتفاق کیا ہے اور کس مسئلے میں ان کی آراء مختلف ہیں۔

۴: قیاس کے طریقہ کار کو جانتا ہو اور یہ کہ قیاس، قرآن و سنت سے کسی مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس صورت میں جب مجتہد کو مطلوبہ حکم نہ قرآن و سنت کے نصوص میں ملے اور نہ اس کے بارے میں کوئی اجماع منعقد ہوا ہو۔

۵: عربی لغت میں مہارت۔

جب ان مذکورہ بالا پانچ علوم میں مہارت حاصل کرلے گا تو پھر مجتہد کہلائے گا۔ لیکن ان علوم میں مہارت اس حد تک ضروری نہیں کہ ان کا کوئی جزو اور معمولی حصہ بھی اس کے علم سے خارج نہ ہو۔ البتہ اگر ان پانچ علوم میں سے کسی ایک علم سے کلی طور پر ناواقف ہو تو پھر اس کے لئے تقلید کا راستہ اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔ اگرچہ وہ شخص ائمہ سلف میں سے کسی ایک کے فقہی مسلک پر مکمل عبور رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے لیے عہدہ قضا کو قبول کرنا اور مفتی کے منصب پر فائز ہونا جائز نہیں ہے(۸)۔

جو شخص ان پانچ علوم کا جامع ہو، نفسانی خواہشات اور بدعات سے اپنے آپ کو بچاتا ہو، تقویٰ اور پاکیزگی اس کا شعار ہو۔ کبیرہ گناہوں سے دور رہتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔ وہ قاضی بھی بن سکتا ہے اور مسائل شریعت میں اس کے لیے اجتہاد بھی جائز ہوگا۔ اور جو شخص ان شرائط کا جامع نہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ پیش آمدہ واقعات و حوادث میں سے کسی ایک امام مجتہد کی تقلید کرے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: "ہمارے زمانے میں اجتہاد، فقہ میں مہارت اور گہرے شغف کے بغیر ممکن نہیں"۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں: "مجتہد وہ ہے جو پانچ علوم کا جامع وماہر ہو۔ ۱- کتاب اللہ کا وسیع علم، ۲- سنت رسول ﷺ کا وسیع علم، ۳- علمائے سلف نے جو کچھ لکھا اس سے آگہی۔ جو بخوبی جانتا ہو کہ علماء سلف نے کس مسئلے میں اتفاق کیا ہے اور کس مسئلے میں ان کی آراء مختلف ہیں۔ ۴- قیاس کے طریقہ کار کو جانتا ہو اور یہ کہ قیاس، قرآن وسنت سے کسی مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس صورت میں جب مجتہد کو مطلوبہ حکم نہ قرآن وسنت کے نصوص میں ملے اور نہ اس کے بارے میں کوئی اجماع منعقد ہوا ہو۔ ۵- عربی لغت میں مہارت"۔

بالأحكام، ومواقع الإجماع، وشرائط القياس، وكيفية النظر، وعلم العربية، والناسخ والمنسوخ، وحال الرواة. ولا حاجةَ إلى الكلام والفقه.

قال الغزالي: (إنّما يحصل الاجتهادُ في زماننا بممارسة الفقه، وهى طريق تحصيل الدراية في هذا الزمان؛ ولم يكن الطريقُ في زمن الصحابة رضي الله عنهم ذلك).

قلت: هذا إشارةٌ إلى أنّ الاجتهاد المطلق المنتسب لا يتمّ إلا بمعرفة نصوصِ المجتهدِ المستقلّ، وكذلك لابدَّ للمستقل من معرفة كلام منْ مضى من الصحابة والتابعين وتبعهم في أبواب الفقه، وهذا الذي ذكرناه من شرط الاجتهاد مبسوطٌ في كتب الأصول، ولا بأسَ أنْ نوردَ كلام البغوي في هذا الموضع.

قال البغوي: (والمجتهد من جمع خمسة أنواع من العلم: علم كتاب الله عز وجل، وعلم سنة رسول الله ﷺ، وأقاويلِ علماء السلفِ من إجماعهم واختلافهم، وعلم اللغة، وعلم القياس وهو طريق استنباط الحكْم من الكتاب والسنّة إذا لم يجدْه صريحاً في نصٍّ كتابٍ أو سنة أو إجماعٍ؛ فيجب أنْ يعلم مِن علمِ الكتابِ الناسخَ والمنسوخَ والمجملَ والمفصلَ، والخاصَ والعامَ، والمحكمَ والمتشابهَ، والكراهةَ والتحريمَ والإباحةَ والندبَ والوجوبَ، ويعرف من السنة هذه الأشياءَ،

۳۱

امام بغویؒ فرماتے ہیں: "البتہ اگر ان پانچ علوم میں سے کسی ایک علم سے کلی طور پر ناواقف ہو تو پھر اس کے لئے تقلید کا راستہ اختیار کرنا ہی بہتر ہے"۔

ويعرف منها الصحيحَ والضعيفَ، والمسندَ والمرسلَ، ويعرف من ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة؛ حتى لو وجد حديثاً لا يُوافِق ظاهره الكتابَ يهتدي إلى وجه محمله، فإن السنة بيانُ الكتاب ولا تخالفه، وإنما يجبُ معرفةُ ما ورد منها في أحكام الشرع دون ما عداها من القصص والأخبار والمواعظ. وكذلك يجب أنْ يعرفَ من علم اللغة ما أتى في كتابٍ أو سنة في أمور الأحكامِ دونَ الإحاطة بجميع لغات العرب، وينبغي أن يتحرَّجَ فيها بحيث يقفُ على مرامي كلام العرب فيما يدلُّ على المُراد من اختلاف المحالِّ والأحوال، لأنَّ الخطابَ وَرَدَ بلسانِ العرب فمنْ لمْ يعرفْهُ لا يقفُ على مراد الشارع. ويعرف أقاويل الصحابة والتابعين في الأحكام، ومعظم فتاوى فقهاء الأمة حتى لا يقع حكمه مُخالفاً لأقوالهم فيكون فيه خرقُ الإجماعِ. وإذا عرف مِنْ كلّ مِنْ هذه الأنواع معظمَهُ فهو حينئذٍ مجتهدٌ. ولا يُشترط معرفةُ جميعها بحيث لا يشذُّ عنه شيءٌ منها. وإذا لم يعرفْ نوعاً من هذه الأنواع فسبيلُه التقليدُ. وإنْ كانَ مُتبحّراً في مذهب واحد من آحاد أئمة السلف فلا يجوزُ له تقلّدُ القضاء ولا الترصُّد للفتيا، وإذا جمعَ هذه العلومَ وكان مُجانباً للأهواء والبدع، مُدَّرِعاً بالورع مُحترزاً عن الكبائر غيرَ مصرٍّ على الصغائر، جاز له أنْ يتقلّدَ القضاءَ ويتصرّفَ في الشرع بالاجتهاد والفتوى،

٢٢

امام بغویؒ فرماتے ہیں: "اور جو شخص ان شرائط کا جامع نہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ پیش آمدہ واقعات و حوادث میں سے کسی ایک امام مجتهد کی تقلید کرے"۔

ويجب على مَنْ لم يجمعْ هذه الشرائطَ تقليده فيما يعنُّ له من الحوادث). انتهى كلام البغوي .

وقد صرّح الرافعي والنووي وغيرهما ممن لايحصى كثرةً أن المجتهدَ المطلق الذي مرَّ تفسيره على قسمين: مستقلٌ، ومنتسبٌ.

ويظهرُ من كلامهم أنّ المستقلَ يمتاز عن غيره بثلاثِ خصال:

إحداها التصرّفُ في الأصول التي عليها بناء مجتهداته.

وثانيتها: تتبع الآيات والأحاديث والآثار لمعرفة الأحكام التي سبق الجواب فيها، واختيارُ بعض الأدلة المتعارضةِ على بعض، وبيانُ الراجح من محتملاته، والتنبيهُ لمأخذ الأحكامِ من تلك الأدلة. والذي نرى واللهُ أعلم، أنّ ذلك ثلثا علم الشافعي رحمه الله تعالى.

والثالثة: الكلامُ في المسائل التي لم يُسبق بالجواب فيها أخذاً من تلك الأدلة.

والمنتسبُ من سلم أصول شيخه واستعان بكلامه كثيراً في تتبع الأدلة والتنبيه للمأخذ، وهو مع ذلك مُستيقن بالأحكام من قبل أدلّتها، قادرٌ على استنباط المسائل منها قلّ ذلك منه أو كَثُر . وإنما تُشترط الأمورُ المذكورة في المجتهد المطلق، وأمّا الذي هو دونه في المرتبة فهو مُجتهدٌ في المذهب، وهو مُقلّدٌ لإمامه فيما ظهر فيه نصه، لكنه يعرف قواعدَ إمامه

٢٣

صحابہ کرامؓ کی اتباع (تقلید) کا حکم

اتباع و تقلید کا حکم قرآن سے

صحابہ کرامؓ کی اتباع (تقلید) کا حکم

يَعۡتَذِرُوۡنَ ۱۱ ۵۲۵ التَّوۡبَة ۹

وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۞۱۰۰

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں[۳] اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے[۱] یہ بڑی کامیابی ہے۔(۱۰۰)

نعمان اقبال

مومنین کی اتباع (تقلید) کا حکم

اتباع و تقلید کا حکم قرآن سے

مومنین کی اتباع (تقلید) کا حکم

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ ٢١ — ١١٤٦ — لُقْمٰن ٣١

وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾

اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا' ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو [4] تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کردوں گا۔ [5] (١٥)

نعمان اقبال

(۴) یعنی مومنین کی راہ۔

(۵) یعنی میری طرف رجوع کرنے والوں (اہل ایمان) کی پیروی اس لیے کرو کہ بالآخر تم سب کو میری ہی بارگاہ میں آنا ہے' اور

علماء، فقہاء اور مجتہدین کی اتباع (تقلید) کا حکم

اتباع و تقلید کا حکم قرآن سے

علماء، فقہاء، مجتہدین کی اتباع (تقلید) کا حکم

قَالَ اَلَمْ ١٦ — ٨٤١ — مَرْيَم ١٩

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾

میرے مہربان باپ! آپ دیکھیے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں' [2] تو آپ میری ہی مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔ [1] (۴۳)

نعمان اقبال

رُبَمَا ١٤ — ٧٣٨ — النَّحْل ١٦

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾

آپ سے پہلے بھی ہم مردوں کو ہی بھیجتے رہے' جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔ [1] (۴۳)

مومن باپ دادا کی اتباع (تقلید) کا حکم

اتباع و تقلید کا حکم قرآن سے

مومن باپ دادا کی اتباع (تقلید) کا حکم

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۲۷ — ۱۴۸۵ — الطُّوْرِ ۵۲

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے،[۱] ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا گروی ہے۔[۲] (۲۱)

نعمان اقبال

اجماع کی اتباع (تقلید) کا حکم

اتباع و تقلید کا حکم قرآن سے

اجماع کی اتباع (تقلید) کا حکم

وَالْمُحْصَنٰتُ ۵ — ۲۵۵ — النِّسَآءِ ۴

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے،[۱] وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔(۱۱۵)

نعمان اقبال

قرآن سے تقلید کے حکم پر غیر مقلدین کے اشکالات کے جوابات

قرآن سے تقلید کے حکم پر غیر مقلدین کے اشکالات کے جوابات

تقلیدِ ائمہ کی اصولی ہدایات خود قرآن کریم میں موجود ہیں۔

① سورۂ نساء میں ارشاد ہے، "یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" اس آیت میں "اولی الامر" کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، "اولوا الامر" کی تفسیر بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ اس سے امراء اور حکام مراد ہیں، لیکن مفسرین کی ایک بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ اس سے مراد علماءِ مجتہدین ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عطاء بن السائبؒ اور حضرت ابو العالیہ رحمہم اللہ وغیرہ سے یہی تفسیر منقول ہے، کما فی تفسیر ابن جریرؒ اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اسی کو راجح قرار دیا ہے، اس تفسیر کے مطابق یہ آیت تقلید کی واضح دلیل ہے، کیونکہ اس میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ علماءِ مجتہدین کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے، تو گویا آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا طریقہ یہ ہے کہ علماء کی اطاعت کی جائے،

اس پر بعض غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسی آیت کے آگے ارشاد ہے: "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" جس کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں علماء میں اختلاف ہو وہاں کسی ایک کی تقلید کرنے کے بجائے اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹانا چاہئے، یعنی یہ دیکھنا چاہئے کہ کونسا قول قرآن و سنت کے زیادہ مطابق ہے، اور یہ دیکھنا تقلید کے منافی ہے،

اس کا جواب یہ ہے کہ "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ" میں خطاب مجتہدین کو ہے عوام کو نہیں، یعنی یہ مجتہدین کا کام ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں یہ دیکھیں کہ کونسا حکم اوفق بالکتاب والسنۃ ہے، چنانچہ مشہور اہلِ حدیث عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ اپنی تفسیر "فتح البیان" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: "والظاہر انہ خطاب مستانف موجہ للمجتہدین" اور جب یہ خطاب مجتہدین کو ہوا تو اس کا تقلید سے کوئی تعارض نہ رہا،

② سورۂ نساء ہی میں ارشاد ہے: "وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ" اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ زمانہ جنگ میں بعض منافقین طرح طرح کی افواہیں پھیلا دیتے تھے، اور بعض سادہ لوح مسلمان ان افواہوں پر اعتماد کرکے انہیں آگے نقل کر دیتے تھے، اس طرح غلط افواہیں شہر میں پھیلتیں اور ان سے بدنظمی اور بدمزگی پیدا ہوتی، قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو یہ چاہئے کہ جب بھی کوئی افواہ سنے تو اس کی اشاعت سے پہلے فقہاءِ صحابہ کی طرف رجوع کرکے اُن کو بتائیں، تاکہ وہ معاملہ کی تہہ تک پہونچ کر مناسب کارروائی کرسکیں،

یہ آیت اگرچہ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے لیکن اصولِ تفسیر کا مسلّم قاعدہ ہے کہ "العبرۃ بعموم اللفظ لا لخصوص السبب" لہٰذا اس آیت میں تقلید کا اصولی جواز موجود ہے، چنانچہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور امام ابو بکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں اس آیت سے تقلید کی مشروعیت پر استدلال کیا ہے، بعض غیر مقلدین اس کو دور دراز کا استدلال قرار دیتے ہیں، لیکن خود نواب صدیق حسن خانؒ نے تفسیر "فتح البیان" میں اس آیت سے حجیتِ قیاس پر استدلال کیا ہے، اگر اس سے قیاس کی حجیت پر استدلال دور دراز کا نہیں تو تقلید کبھی استدلال کرنا دور دراز کا نہیں،

③ "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ" اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تمام لوگوں کو ایک ہی کام میں مشغول نہ ہو جانا چاہئے، بلکہ کچھ لوگ جہاد کریں اور کچھ علم حاصل کریں، پھر علم حاصل کرنے والے لوگ پہلی قسم کے لوگوں کو دین کے مسائل بتائیں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں پہلی قسم کے لوگوں پر واجب ہوگا، کہ وہ ان لوگوں کی بات مانیں اور یہی تقلید ہے،

نعمان اقبال

اگر آباء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے راستے سے ہٹانے والے ہوں تو ان کی تقلید (اتباع) حرام ہے۔ اگر آباء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا راستہ بتانے والے ہیں تو ان کی تقلید (اتباع) واجب ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔{سورۃ البقرہ:١٧٠}

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) خدا نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگرچہ ان کے باپ دادانہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں (تب بھی وہ انہیں کی تقلید کئے جائیں گے)؛

وَالَّذينَ ءامَنوا وَاتَّبَعَتهُم ذُرِّيَّتُهُم بِإيمٰنٍ أَلحَقنا بِهِم ذُرِّيَّتَهُم وَما أَلَتنٰهُم مِن عَمَلِهِم مِن شَيءٍ ۚ كُلُّ امرِئٍ بِما كَسَبَ رَهينٌ۔{سورۃ الطور:٢١}

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔

غیر مقلدین حضرات اکثر تقلید (اتباع) کے حرام ہونے پر قرآن کی پہلی آیت پیش کر کے عام مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں جبکہ دوسری آیت میں باپ دادا کی تقلید (اتباع) کا واضح حکم ملتاہے۔ جن کی تقلید سے روکا گیا ہے وہاں یہ قید لگائی ہے کہ وہ باپ دادا بے دین ہوں تو بے دینی میں ان کی تقلید (اتباع) نہ کرو، بے عقل ہوں تو بے عقلی میں ان کی تقلید نہ کرو۔ ان آیات کو آئمہِ اربعہ (چار ٤ اماموں) کی تقلید میں پیش کرنا گویا ان کو گمراہ، بے عقل وبے ہدایت اور جاہل ماننا ہے، یقیناً ایسا کہنا خود جہالت و ظلم ہے۔

قرآن مجید میں عالم کی تقلید (پیروی) کا حکم اور غیر عالم کی تقلید (پیروی) کی ممانعت

قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ "اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جو علم نہیں رکھتے"۔{سورۃ یونس: ٨٩}

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ "پس سوال کرو اہل الذکر سے اگر تم کو علم نہیں"۔{سورۃ النحل:٤٣}

تقلید کے وجوب پر قرآن کی دوسری آیت:

فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ "پس سوال کرو اہل الذکر سے اگر تم کو علم نہیں"۔[سورۃ النحل : ٤٣]

علامہ جلال الدین السیوطیؒ لکھتے ہیں کہ: "اس آیت میں اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے"۔ (الاکلیل فی استنباط التنزیل: ١٣٩)

علامہ جلال الدین السیوطیؒ لکھتے ہیں کہ: "اس آیت میں اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے"۔(الاکلیل فی استنباط التنزیل: ۱۳۹)

— ۱۳۹ —

قوله تعالى (إنما قولنا لشيء إذا أردناه) الآية ، استدل بها المعتزلة على أن المعدوم يسمى شيئا

قوله تعالى (فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) استدل به على جواز التقليد في الفروع للعامى .

قوله تعالى (وأنزلنا إليك الذكر لتبين للناس) استدل به من منع تخصيص السنة بالكتاب أو نسخها أو بيانها به لأنه قصر البيان عليه فلا يكون الكتاب مبينا .

قوله تعالى (وإن لكم في الأنعام لعبرة) الآية ، استدل به على طهارة لبن المأكول وإباحة شربه .

قوله تعالى (ومن ثمرات النخيل) الآية ، أخرج ابن أبي حاتم من طريق العوفى عن ابن عباس قال السكر النبيذ وهو منسوخ بآية المائدة ، وأخرج ابن مردويه من طريق العوفى عنه قال السكر الخل بلسان الحبشة ، قال ابن الفرس ويدل أيضا على جواز التخليل لإطلاق لفظ الاتخاذ .

قوله تعالى (وأوحى ربك إلى النحل أن اتخذى من الجبال بيوتا ومن الشجر) قال ابن الفرس يدل على جواز اتخاذ النحل وإن أضرت بالشجر لأن الله تعالى أباح لها السرح في كل الثمرات وذلل لها السبل .

قوله تعالى (فيه شفاء للناس) أصل في الطب .

قوله تعالى (والله جعل لكم من أنفسكم أزواجا) قال ابن العربي فيه رد على من أجاز نكاح الجن .

قوله تعالى (عبداً مملوكا لا يقدر على شيء) استدل به الشافعي على أن العبد لا يملك الطلاق أيضا وأن طلاقه بيد سيده ، أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس ، ليس للعبد طلاق إلا بإذن سيده وقرأ هذه الآية .

قوله تعالى (والله أخرجكم من بطون أمهاتكم لا تعلمون شيئا) استدل به على أن الأصل في الناس الجهل فلا يجوز استفتاء رجل غير مشهور بالعلم حتى يبحث عنه ومن ادعى جهل شيء كان القول قوله لموافقته للأصل .

قوله تعالى(وجعل لكم من جلود الأنعام) الآية ، استدل بها على طهارة

اس آیت میں یہ اصولی ہدایت دیدی گئی ہے کہ جو لوگ کسی علم و فن کے ماہر نہ ہوں، انھیں چاہیے کہ اس علم و فن کے ماہرین سے پوچھ پوچھ کر عمل کرلیا کریں، یہی چیز تقلید کہلاتی ہے، چناچہ علامہ آلوسیؒ بغدادی اس طرح فرماتے ہیں:" واستدل بها أيضاً على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا يعلم- وفي "الإكليل" للجلال السيوطي أنه استدل بها على جواز تقليد العامي في الفروع..."-"اور اس آیت میں اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا علم اسے خود نہ ہو اس میں علماء سے رجوع کرناواجب ہے۔ اور علامہ جلال الدین السیوطیؒ "الاِکلیل" میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے"۔(تفسیر روح المعانی:ج۱۴،ص۱۴۸، سورۃ النحل:۴۳)

علامہ آلوسیؒ بغدادیؒ فرماتے ہیں: "اور اس آیت میں اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا علم اسے خود نہ ہو اس میں علماء سے رجوع کرناواجب ہے۔اور علامہ جلال الدین السیوطیؒ "الاکلیل" میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے"۔(تفسیر روح المعانی:ج۱۴،ص۱۴۸)

۱٤٨ تفسير روح المعاني

رسلا إلى الملائكة أو إلى الأنبياء عليهم السلام لا للدعوة العامة وهو المدعى لا علمت فالرسول إما بالمعنى المصطلح أو بالمعنى اللغوى ، وقال الجبائى: إن الملائكة عليهم السلام لم يبعثوا إلى الأنبياء عليهم السلام الا بصور الرجال ورد بما روى أن نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم رأى جبريل عليه السلام على صورته التي هو عليها مرتين، وهو وارد على الحصر المقتضى للعموم فلا يرد عليه أنه لا دلالة فيما روى على رؤية من قبل نبينا عليه الصلاة والسلام لجبريل عليه السلام على صورته مع أنه إذا ثبت ذلك للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يثبت أنه من خصوصياته عليه الصلاة والسلام فلا مانع من ثبوته لغيره قاله الشهاب ، وذكر أنه نقل الامام عن القاضي أن مراد الجبائى أنهم لم يبعثوا إلى الأنبياء عليهم الصلاة والسلام بحضرة أممهم الا وهم على صور الرجال كما روى أن جبريل عليه السلام حضر عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بمحضر من أصحابه في صورة دحية الكلبي وفي صورة سراقة وفي صورة أعرابي لم يعرفوه . واستدل بها أيضا على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا يعلم .

وفي الإكليل للجلال السيوطي أنه استدل بها على جواز تقليد العامي في الفروع وانظر التقييد بالفروع فإن الظاهر العموم لا سيما إذا قلنا إن المسئلة المأمورين بالمراجعة فيها والسؤال عنها من الأصول، ويؤيد ذلك ما نقل عن الجلال المحلى أنه يلزم غير المجتهد عاميا كان أو غيره التقليد للمجتهد لقوله تعالى: (فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) والصحيح أنه لا فرق بين المسائل الاعتقادية وغيرها وبين أن يكون المجتهد حيا أو ميتا اه .

وصحح هو وغيره امتناع التقليد على المجتهد مطلقا سواء كان له قاطع أولا وسواء كان مجتهدا بالفعل أو له أهلية الاجتهاد، ومقتضى كلامهم انه لا فرق بين تقليد أحد أئمة المذاهب الأربع وتقليد غيره من المجتهدين . نعم ذكر العلامة ابن حجر وغيره أنه يشترط في تقليد الغير أن يكون مذهبه مدونا محفوظ الشروط والمعتبرات فقول السبكي : إن مخالف الأربعة كمخالف الاجماع محمول على ما لم يحفظ ولم تعرف شروطه وسائر معتبراته من المذاهب التي انقطع حملتها وفقدت كتبها كمذهب الثورى . والأوزاعي . وابن أبي ليلى . وغيرهم ، ثم إن تقليد الغير بشرطه إنما يجوز في العمل وأما للافتاء والقضاء فيتعين أحد المذاهب الأربع ، واستشكل الفرق العلامة ابن قاسم العبادى ، وأجيب بأنه يحتمل أن يكون الفرق أنه يحتاط فيهما لتعديهما ما لا يحتاط في العمل فيترك لأدنى محذور ولو محتملا، ونظير ذلك ما ذكره بعض الشافعية في القولين المتكافئين أنه لا يفتى ولا يقضى بكل منهما لاحتمال كونه مرجوحا ويجوز العمل به ، وذكر الامام أن من الناس من جوز التقليد للمجتهد بهذه الآية فقال: لما لم يكن أحد المجتهدين عالما وجب عليه الرجوع إلى المجتهد العالم لقوله تعالى : (فاسألوا) الآية فإن لم يجب فلا أقل من الجواز ، وأيد ذلك بأن بعض المجتهدين نقلوا مذاهب بعض الصحابة وأقروا الحكم عليها ، والصحيح ما سمعت أولا، وما ذكر ليس بتقليد بل هو من باب موافقة الاجتهاد الاجتهاد . واحتج بها أيضا نفاة القياس فقالوا: المكلف إذا نزلت به واقعة فإن كان عالما بحكمها لم يجز له القياس وإلا وجب عليه سؤال من كان عالما بها بظاهر الآية ولو كان القياس حجة لما وجب عليه السؤال لأجل أنه يمكنه استنباط ذلك الحكم بالقياس، فثبت أن تجويز العمل بالقياس يوجب ترك العمل بظاهر الآية فوجب أن لا يجوز - وأجيب بأنه ثبت جواز العمل بالقياس باجماع الصحابة والاجماع أقوى من هذا الدليل .

وقال بعضهم : إذا كان المكلف ممن يقدر على القياس كان ممن يعلم فلا يجب عليه السؤال فتأمل .

(بالبينات والزبر) أي بالمعجزات والكتب، والأولى للدلالة على الصدق، والثانية لبيان الشرائع والتكاليف

اسی آیت کے بیان میں ابن القیم الجوزیؒ فرماتے ہیں:"فَالْجَوَابُ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ ذَمَّ مَنْ أَعْرَضَ عَمَّا أَنْزَلَهُ إلَى تَقْلِيدِ الْآبَاءِ، وَهَذَا الْقَدْرُ مِنْ التَّقْلِيدِ هُوَ مِمَّا اتَّفَقَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ عَلَى ذَمِّهِ وَتَحْرِيمِهِ، وَأَمَّا تَقْلِيدُ مَنْ بَذَلَ جَهْدَهُ فِي اتِّبَاعِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَخَفِيَ عَلَيْهِ بَعْضُهُ فَقَلَّدَ فِيهِ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ فَهَذَا مَحْمُودٌ غَيْرُ مَذْمُومٍ، وَمَأْجُورٌ غَيْرُ مَأْزُورٍ، كَمَا سَيَأْتِي بَيَانُهُ عِنْدَ ذِكْرِ التَّقْلِيدِ الْوَاجِبِ وَالسَّائِغِ إنْ شَاءَ اللَّهُ"۔"تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو اس کی نازل کردہ سے اعراض رکھے اور اپنے آبا و اجداد کی تقلید کرے ایسی تقلید کی حرمت اور مذمت پر ائمہ اربعہؒ اور سلف صالحین کا اتفاق ہے ۔ اور ایسے شخص کی تقلید جو کوشش کرکے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کی اتباع کرے اور جو بظاہر چیزیں اس پر مخفی(چھپی) رہ جاتی ہیں ان میں وہ اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید کرتا ہے تو یہ "محمود" ہے "مذموم" نہیں اس میں وہ ماجور ہے(یعنی اگر مسئلہ غلط ہوا تو خطاپر بھی اجر ملے گا) اس پر کوئی وبال نہیں اور اس کا بیان تقلید واجب اور جائز میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ"۔(اِعلام الموقعین:ج۳،ص۴۴۸)

"توجواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو اس کی نازل کردہ سے اعراض رکھے اور اپنے آباواجداد کی تقلید کرے ایسی تقلید کی حرمت اور مذمت پر ائمہ اربعہؒ اور سلف صالحین کا اتفاق ہے۔ اور ایسے شخص کی تقلید جو کوشش کرکے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کی اتباع کرے اور جو بظاہر چیزیں اس پر مخفی (چھپی) رہ جاتی ہیں ان میں وہ اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید کرتا ہے تو یہ "محمود" ہے "مذموم" نہیں اس میں وہ ماجور ہے (یعنی اگر مسئلہ غلط ہو اتو خطا پر بھی اجر ملے گا) اس پر کوئی وبال نہیں اور اس کا بیان تقلید واجب اور جائز میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ (إعلام الموقعین: ج ۳، ص ۴۴۸)

إعلام الموقعين عن رب العالمين ٤٤٨

عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم مُّقۡتَدُونَ ۝ قَٰلَ أَوَلَوۡ جِئۡتُكُم بِأَهۡدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمۡ عَلَيۡهِ ءَابَآءَكُمۡ﴾ [الزخرف: ٢٣] [وقال تعالى](١): ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُواْ حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآ﴾ [المائدة: ١٠٤] وهذا في القرآن كثير يذمّ فيه من أعرض عما أنزله وقنع بتقليد الآباء.

فإن قيل: إنما ذم من قلّد الكفّار وآباءه الذين لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون، ولم يذم من قلّد العُلماء المهتدين، بل قد أمر بسؤال أهل الذكر، وهم أهل العلم، وذلك تقليدٌ لهم، فقال تعالى: ﴿فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣] وهذا أمرٌ لمن لا يعلم بتقليدِ من يَعلم.

فالجواب أنه سبحانه ذمّ من أعرض عمّا أنزله إلى تقليد الآباء، وهذا القدر من التقليد هو مما اتفق السلف والأئمة الأربعة على ذمّه وتحريمه، وأما تقليد من بذل جُهده في اتباع ما أنزل الله وخفي عليه بعضه فقلّد فيه من هو أعلم منه فهذا محمود غير مذموم، ومأجور غير مأزور، كما سيأتي بيانه عند ذكر التقليد الواجب والسائغ إن شاء الله تعالى.

وقال تعالى: ﴿وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٌ﴾ [الإسراء: ٣٦] والتقليد ليس بعلم باتفاق أهل العلم كما سيأتي، وقال تعالى: ﴿قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنًا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [الأعراف: ٣٣] وقال تعالى: ﴿ٱتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَ﴾ [الأعراف: ٣] فأمر باتباع المُنزّل خاصة، والمُقلّد ليس له علم أن هذا هو المنزل وإن كان(٢) قد تبيّنت(٣) له الدلالة في خلاف قول من قلّده فقد علم أن تقليده في خلافه اتباع لغير المنزل، وقال تعالى: ﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ [النساء: ٥٩] فمنعنا سبحانه من الرد إلى غيره وغير رسوله، وهذا يبطل التقليد. وقال تعالى: ﴿أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَن تُتۡرَكُواْ وَلَمَّا يَعۡلَمِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ مِنكُمۡ وَلَمۡ يَتَّخِذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَا رَسُولِهِۦ وَلَا ٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَلِيجَةٗ﴾ [التوبة: ١٦] ولا وليجة(٤) أعظم ممن جعل رجلاً

(١) ما بين المعقوفتين سقط من (ن) وبدلها في (ك) و(ق): «قال».
(٢) في (ق): «كانت»، وأشار في الهامش إلى أنه في نسخة ما أثبتناه.
(٣) في (ك) و(ق): «تبين».
(٤) تحرفت في المطبوع إلى: «أم حسبتم أن تدخلوا الجنة...!».

اسی آیت کے بارے میں غیر مقلد عالم سید نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں: "جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لاعلمی ہو: قال اللہ تعالیٰ: {فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون} "یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم"۔ اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر"۔ (معیارالحق: ص ۷۴)

اسی آیت کے بارے میں غیر مقلد عالم سید نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں: "جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لاعلمی ہو: قال اللہ تعالیٰ: {فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون} "یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم"۔ اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر"۔ (معیارالحق: ص ۷۴)

غیر مقلدین حضرات آج یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید حرام اور شرک ہے۔ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ۱۰۰ فیصد غلط اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سریع بہتان ہے۔ کیونکہ لاعلمی کے وقت اہل علم سے مسئلہ پوچھنا اور اس کی بات کو تسلیم کرنا تو نص قطعی سے ثابت ہے جس کی دلیل سورۃ النحل، آیت ۴۳ میں موجود ہے۔ پھر تقلید حرام و شرک اور ممنوع کیسے ہو گئی؟

غیر مقلدین حضرات کا یہ کہنا کہ تقلید اللہ تعالیٰ کے دین میں صحیح نہیں ہے، اگر اس سے مراد عقائد اور اصول دین میں تقلید ہے تو اس بات کو صحیح مان کر ہم قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر نصوص اور احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارض کے مقابلہ میں تقلید مراد ہے تب بھی صحیح ہے کہ یہاں بھی تقلید ممنوع ہے اور یہ بات محل نزاع سے بالکل خارج ہے لیکن اگر جاہل کے لئے لاعلمی کے وقت دینی مسائل میں اہل علم کی طرف رجوع کرکے ان کی بات کو تسلیم کرنا مراد ہے۔ تو اس کو حرام، شرک و ممنوع قرار دینا قرآن و حدیث کی کھلی بغاوت اور صریح جسارت ہے جس کا پچھلے ۱۴۰۰ سالوں میں اہل اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں رہا ہے۔ جس دلیل سے اتباع جائز اور درست ہے بالکل اسی دلیل سے اسلام میں تقلید بھی جائز اور درست ہے کیونکہ تقلید اور اتباع دونوں ہم معنیٰ ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہیں تو پھر ایک کو جائز قرار دینا اور دوسری کو ناجائز و ممنوع کہنا سراسر باطل ہے لہٰذا جائز اور نائز کو گڈمڈ کرکے معجون مرکب تیار کرنا کسی نامحمود اور خطرۂ جان حکیم ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

تقلید کے وجوب پر قرآن کی تیسری آیت:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ "اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے"۔
[سورۃ الملک : ۱۰]

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) سورۃ الملک کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اور بعض مفسرین نے نسمع کو تقلید پر اور نعقل کو تحقیق واجتہاد پر محمول فرمایاہے کہ دونوں نجات کی راہیں ہیں"۔ (جواھر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی: ج۳، پارہ انتیسواں، ص۳۰)

فخر المفسرین زبدۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین حضرت مولانا ابو محمد عبدالحق الحقانی الدہلویؒ (المتوفی ۱۳۸۹ھ) لکھتے ہیں: "انسان کی فلاح کے دوہی طریق ہیں۔ اوّل اورآسان یہ کہ کسی ناصح اورہادی کی بات سن کرمان لے، یہ تقلید کامرتبہ ہے اس لئے اس کومقدم کیا۔ دوم یہ کہ خود عقلِ سلیم سے غوروتدبر کرے، یہ اجتہاد کامرتبہ ہے۔ پھر جس کودونوں باتیں نصیب نہ ہوں تواس کے بربادہونے میں کیاشک ہے"۔ (تفسیر فتح المنّان المشہور بہ تفسیر حقّانی: ج۵، پارہ۲۹، سورۃ الملک، ص۱۲)

مندرجہ بالاتفاسیر سے جہاں تقلید کا وجوب ثابت ہوتاہے وہاں اس بات کی بھی دلیل ملتی ہے کہ دین اسلام میں صرف دوطرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اوّل مجتہدین جو خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوئے دین پر عمل کرتے ہیں۔ دوم مقلدین جو خود اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتے ہوئے کسی مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے دین پر عمل کرتے ہیں۔ اورجولوگ ان دونوں میں سے نہ ہوں وہ گمراہ ہوکربربادہوجاتے ہیں۔ اب فیصلہ ان لوگوں کو کرناہے جو نہ خوداجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی مجتہد کی تقلید کرتے ہیں، پھر بھی قرآن وحدیث پر عمل کے دعویدار ہیں۔

تفسیر عزیزی (۳۰) انتیسواں پارہ

دو قسم ہیں: سمعی اور عقلی تو سمعیات اور عقلیات میں غور وفکر نہ کرنے پر حسرت کریں گے۔

اور بعض مفسرین نے نسمع کو تقلید پر اور نعقل کو تحقیق و اجتہاد پر محمول فرمایا ہے کہ دونوں نجات کی راہیں ہیں اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ ومن بدع التفاسیر ان المراد لو کنا علی مذھب اھل الحدیث اومذھب اصحاب الرای ما کنا فی جھنم اس کے بعد معتزلی ہونے کے تعصب کی بناء پر اس تفسیر کو باطل کرنے میں بہت فضول باتیں کی ہیں جو کہ سب تعصب اور ناانصافی پر مبنی ہیں اس قابل نہیں ہیں کہ علماء ان باتوں کی طرف متوجہ ہوں۔ الختصر ان کفار نے موت کے بعد اس وقت ڈرانے والوں سے عبرت پکڑی اور اپنے گمراہ ہونے کا اقرار کیا۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ پس اپنے گناہ کے قائل ہوئے کہ ہم نے بلاوجہ انبیاء علیہم السلام اور واعظوں کا انکار کیا اور معجزات اور مضبوط دلائل کی طرف سے روگردانی کی اور ہم عقل کے تقاضوں سے دور رہے لیکن اس وقت ڈرنا اور قائل ہونا انہیں مفید نہیں ہوگا۔

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ تو اس وقت دور گرنا اور دور رہنا ہے آگ والوں کے لیے نجات چھٹکارا پانے اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور رحمت رحمانیہ سے اس ڈرنے اور اقرار کرنے کی وجہ سے بحر رحمت ہرگز جوش میں نہیں آئے گا اور ان کے گناہ بخشے نہیں جائیں گے۔ ہاں!

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ تحقیق وہ لوگ جو غائبانہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں دوزخ کا عذاب دیکھے بغیر اور اس کی تیز آوازیں سنے بغیر اور دوزخ کے موکلوں کی ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر کہ ان کاموں کی ابتدا موت کے وقت اور بدن سے روح کے جدا ہونے سے ہوتی ہے اور اگرچہ وہ خواہش نفسانی اور غضب نفسانی کے غلبے کی وجہ سے برے اعمال کے مرتکب ہوئے تھے لیکن ڈرنے کے وقت جو ڈر کہ وہ رکھتے تھے اور وہ ڈر برائی کے ارتکاب کے بعد انہیں ندامت اور شرمساری کا موجب ہوتا تھا۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے ان گناہوں کی جو انہوں نے شہوت اور غضب کے غلبہ کی وجہ سے کیے۔

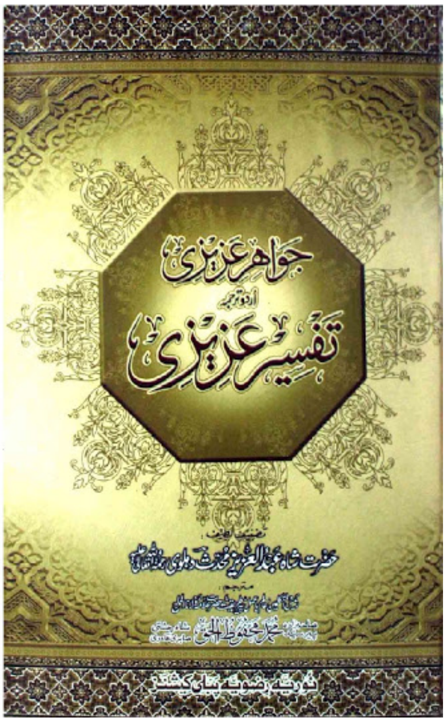

تفسیر حقانی پارہ ۲۹ ۱۲ سورۂ ملک تبارک الذی

ف انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں۔ اوّل اور آسان یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سن کر مان لے، یہ تقلید کا مرتبہ ہے اس لیے اس کو مقدم کیا۔ دوم یہ کہ خود عقل سلیم سے غور وتدبر کرے۔ یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے پھر جس کو دونوں باتیں نصیب نہ ہوں تو اس کے برباد ہونے میں کیا شک ہے؟

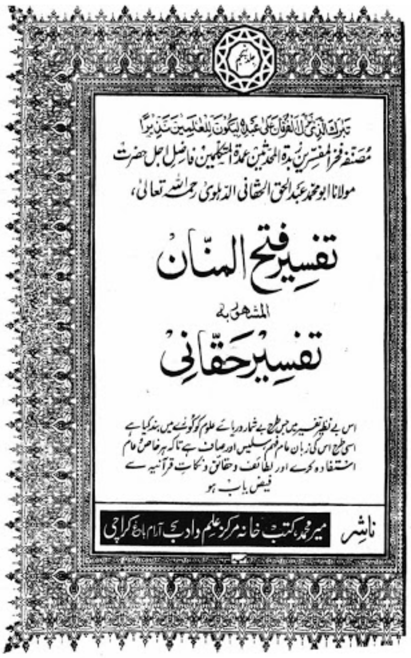

وَفَوقَ کُلِّ ذی عِلمٍ عَلیمٌ۔ ”اور ہر ذی علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے“۔ {سورۃ یوسف:۷۶}

غیر مقلدین حضرات اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ: ”تقلید تو عامی شخص پر واجب ہے جسے قرآن و حدیث کا علم نہیں تو پھر حنفی علماءجو عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کا علم بھی رکھتے ہیں، کسی امام (ابو حنیفہؒ) کے مقلد کیوں کہلاتے ہیں“۔

اس آیت کے مطابق جو بڑے علم و گہرے فہم والے آئمہِ مسلمین امت میں گزرے ہیں جیسے آئمہِ اربعہ؛موجودہ دور کے علماء اپنی کم علمی و غلط فہمی سے بچنے کے لئے بڑے علم والوں کی اتباع (تقلید) کرتے ہیں۔موجودہ دور میں اگر کوئی عالم کسی شرعی مسئلے کے حل کے لئے قرآن و حدیث سے استدلال کرتاہے تو اسے ان ہی اصولوں وضوابط کے مطابق عمل کرناپڑتاہے جو آئمہ، مجتہدین و محدثین نے وضع کیئے ہیں لہٰذا قرآن کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی جانچ کے لئے اسے کسی درجے میں آئمہ، مجتہدین، مفسرین اور محدثین کا ہی سہارالیناپڑتاہے۔یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے علماء ومجتہدین بھی کسی نہ کسی امام اوراس کی فقہ کے مقلد نظر آتے اور سمجھے جاتے ہیں۔

وَفَوقَ کُلِّ ذی عِلمٍ عَلیمٌ۔[سورۃ یوسف:76]
اور ہر ذی علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے۔

غیر مقلدین حضرات اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ: ”تقلید تو عامی شخص پر واجب ہے جسے قرآن وحدیث کا علم نہیں تو پھر حنفی علماءجو عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث کا علم بھی رکھتے ہیں، کسی امام (ابو حنیفہؒ) کے مقلد کیوں کہلاتے ہیں“۔
اس آیت کے مطابق جو بڑے علم وگہرے فہم والے آئمہِ مسلمین امت میں گزرے ہیں جیسے آئمہِ اربعہ؛موجودہ دور کے علماءاپنی کم علمی و غلط فہمی سے بچنے کے لئے بڑے علم والوں کی اتباع (تقلید) کرتے ہیں۔موجودہ دور میں اگر کوئی عالم کسی شرعی مسئلے کے حل کے لئے قرآن وحدیث سے استدلال کرتا ہے تو اسے ان ہی اصولوں وضوابط کے مطابق عمل کرناپڑتا ہے جو آئمہ، مجتہدین و محدثین نے وضع کیئے ہیں لہٰذا قرآن کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی جانچ کے لئے اسے کسی درجے میں آئمہ، مجتہدین، مفسرین اور محدثین کا ہی سہارالیناپڑتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے علماءو مجتہدین بھی کسی نہ کسی امام اوراس کی فقہ کے مقلد نظر آتے اور سمجھے جاتے ہیں۔

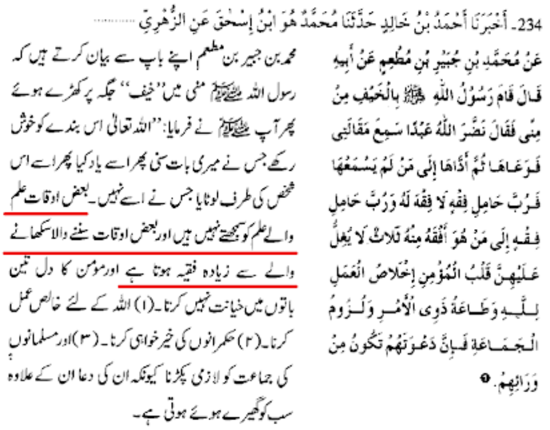
234۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى فَقَالَ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَطَاعَةُ ذَوِي الْأَمْرِ وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تَكُونُ مِنْ وَرَائِهِمْ۔

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منی میں ”خیف“ جگہ پر کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی پھر اسے یاد کیا پھر اسے اس شخص کی طرف لوٹایا جس نے اسے نہیں۔بعض اوقات علم والے علم کو سمجھتے نہیں ہیں اور بعض اوقات سننے والا سکھانے والے سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور مومن کا دل تین باتوں میں خیانت نہیں کرتا۔(۱) اللہ کے لئے خالص عمل کرنا۔(۲) حکمرانوں کی خیر خواہی کرنا۔(۳) اور مسلمانوں کی جماعت کو لازمی پکڑنا کیونکہ ان کی دعا ان کے علاوہ سب کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔

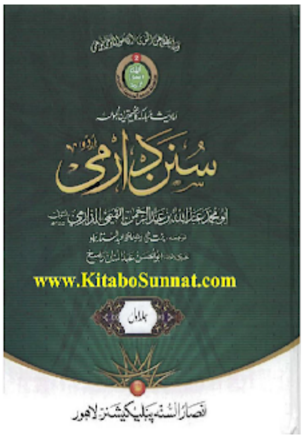

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ غُطَيْفِ بْنِ أَعْيَنَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ۔ فَقَالَ "يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَثَنَ"۔ وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ: (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ) قَالَ "أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ"۔

”حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدی اس بت کو اپنے سے دور کر دو پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ براۃ کی یہ آیات پڑھتے ہوئے سنا (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ) [سورۃالتوبہ:۳۱] (انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیاہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن اگر وہ (علماء اور درویش) ان کے لئے کوئی چیز حلال قرار دیتے تو وہ بھی اسے حلال سمجھتے اور اسی طرح ان کی طرف سے حرام کی گئی چیز کو حرام سمجھتے“۔ (جامع ترمذی:جلدنمبر۵،کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب سورہ التوبہ، رقم الحدیث۳۰۹۵)

آج کے غیر مقلدین حضرات قرآن کی اس آیت کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد ابنِ حنبلؒ کے ماننے والوں پر فٹ کرتے ہیں حالانکہ ان چاروں آئمہ کرام میں سے کسی نے بھی خود سے کسی چیز کو حرام و حلال قرار نہیں دیا بلکہ اللہ کے حلال و حرام کردہ اشیاء کی حلت اور حرمت کو بیان کیا۔ آئیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ موجودہ دور میں اس آیت کے اصل مصداق کون لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے حرام قرار دیئے ہوئے کو خود اپنی جہالت اور نفس پرستی کے سبب حلال قرار دیکر اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔

احادیثِ مبارکہ سے ہمیں واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں سے متعہ جائز تھا اور نبی ﷺ نے خود صحابہ کرامؓ کو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن بعد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ متعہ کے عمل کو قیامت تک کے لئے حرام قرار دیدیا لیکن آج بھی مسلمانوں میں ایک ایسا فرقہ موجود ہے جو متعہ کے عمل کو جائز قرار دیتا ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے عالموں کی اطاعت کر رہاہے اور اس آیت کا مصداق ثابت ہو رہا ہے۔

بالکل اسی طرح ابتدائے اسلام میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرلیتا اوراسے رجوع کا حق حاصل تھا اگرچہ اس نے ایک ہزار طلاقیں ہی کیوں نہ دی ہوتیں (المؤطا: باب جامع الطلاق) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "الطلاق مرتان" (یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر اگر اس کو تیسری طلاق دے دے تو اب اس کے لئے حلال نہیں) آج مسلمانوں میں ایک اور فرقہ موجود ہے جو کہ عورت کو دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیکر اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے کو حلال قرار دیتا ہے اور ایک طلاق یافتہ عورت کو جو کہ اپنے سابقہ شوہر پر حرام ہوچکی ہے حلال کہتا ہے اور اس آیت کا مصداق ثابت ہوتاہے۔ اب فیصلہ عام مسلمانوں پر ہے کہ وہ حق بات کو سمجھتے ہوئے ان باطل فرقوں کی حمایت کرتے ہیں یا مخالفت۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدی اس بت کو اپنے سے دور کر دو پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ براۃ کی یہ آیات پڑھتے ہوئے سنا (اتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) [سورۃ التوبہ:۳۱] (انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن اگر وہ (علماء اور درویش) ان کے لئے کوئی چیز حلال قرار دیتے تو وہ بھی اسے حلال سمجھتے اور اسی طرح ان کی طرف سے حرام کی گئی چیز کو حرام سمجھتے۔
(جامع ترمذی: جلد نمبر ۵، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب سورہ التوبہ، ۳۰۹۵)

آج کے غیر مقلدین حضرات قرآن کی اس آیت کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد ابنِ حنبلؒ کے ماننے والوں پر فٹ کرتے ہیں حالانکہ ان چاروں آئمہ کرام میں سے کسی نے بھی خود سے کسی چیز کو حرام و حلال قرار نہیں دیا بلکہ اللہ کے حلال و حرام کردہ اشیاء کی حلت اور حرمت کو بیان کیا۔ آئیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ موجودہ دور میں اس آیت کے اصل مصداق کون لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے حرام قرار دیئے ہوئے کو خود اپنی جہالت اور نفس پرستی کے سبب حلال قرار دیکر اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔
احادیث مبارکہ سے ہمیں واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں سے متعہ جائز تھا اور نبی ﷺ نے خود صحابہ کرامؓ کو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن بعد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ متعہ کے عمل کو قیامت تک کے لئے حرام قرار دیدیا لیکن آج بھی مسلمانوں میں ایک ایسا فرقہ موجود ہے جو متعہ کے عمل کو جائز قرار دیتا ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے عالموں کی اطاعت کر رہا ہے اور اس آیت کا مصداق ثابت ہو رہا ہے۔
بالکل اسی طرح ابتدائے اسلام میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرلیتا اوراسے رجوع کا حق حاصل تھا اگرچہ اس نے ایک ہزار طلاقیں ہی کیوں نہ دی ہوتیں (المؤطا: باب جامع الطلاق) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "الطلاق مرتان" (یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر اگر اس کو تیسری طلاق دے دے تو اب اس کے لئے حلال نہیں) آج مسلمانوں میں ایک اور فرقہ موجود ہے جو کہ عورت کو دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیکر اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے کو حلال قرار دیتا ہے اور ایک طلاق یافتہ عورت کو جو کہ اپنے سابقہ شوہر پر حرام ہوچکی ہے حلال کہتا ہے اور اس آیت کا مصداق ثابت ہوتا ہے۔ اب فیصلہ عام مسلمانوں پر ہے کہ وہ حق بات کو سمجھتے ہوئے ان باطل فرقوں کی حمایت کرتے ہیں یا مخالفت۔

ذیل میں درج احادیث میں امیر کی اطاعت (تقلید) کا کتنی سختی سے حکم دیا گیا ہے۔ جو لوگ صرف اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم سنا کر عام مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں وہ قرآن کی آیت اور حدیث کی کھلی نافرمانی اور اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضى الله عنه ـ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي"۔

"ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہیں ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کئے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی"۔(صحیح البخاری: جلد نمبر ۸، کتاب الاحکام، بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ، رقم الحدیث ۷۱۳۷)

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه ـ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ"۔

”ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو، خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقیٰ کی طرح چھوٹا ہو“۔(صحیح البخاری: جلد نمبر۸، کتاب الأحکام ۸، باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً، رقم الحدیث ۷۱۴۲)

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنِ الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، يَرْوِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَكَرِهَهُ فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوتُ إِلاَّ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"۔

”ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے جعد نے بیان کیا اور ان سے ابورجاء نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنے امیر میں کوئی برا کام دیکھا تو اسے صبر کرنا چاہئے کیونکہ کوئی اگر جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا“۔(صحیح البخاری: جلد نمبر۸، کتاب الأحکام، باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً، رقم الحدیث ۷۱۴۳)

تقلیدِ شخصی کا حکم رسول اللہ ﷺ سے

”عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي"، وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ“۔ ”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ کب تک میں تم لوگوں میں ہوں۔ لہٰذا میرے بعد تم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی پیروی کرنا"۔ (جامع الترمذي: كِتَاب الدَّعَوَاتِ: أَبوابُ الْمَنَاقِبِ: بَاب فِي مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ: رقم الحديث:٣٧٩٩،٣٦٦٥)

"من بعدی" سے مراد ان صاحبانؓ کادورِ خلافت ہے، کیوں کہ بلاخلافت تو دونوں صاحبانؓ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے روبرو بھی موجود تھے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کی اتباع کیجیو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کرنا، پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کی اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان کے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا۔اور نہ یہ عادت مستمرہ(جاریہ) تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلے میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے۔ کیونکہ حقیقت تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کروا کے عمل کیا کرے اورخود اس کی تحقیق کو بلادلیل تسلیم کرلے۔

مشہور حدیث ہے: "عليكم بسنتي و سنة الخلفاءالراشدين المهد يين تمسكو ابها و عضوا عليها بالنواجذ"۔ "میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو اور اس پر دانت جمائے رکھو"۔

اس حدیث میں بھی خلفائے راشدین کے طریقہ و عمل کا لازم پکڑنے کا کتنا تاکیدی حکم ہے۔ اس حدیث سے تقلید شخصی کی واضح دلیل ملتی ہے، اس لئے کہ ہر زمانہ میں خلیفہ راشدایک ہی ہو گا، اس لئے ہر زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید کا حکم دیاجا رہا ہے، اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے گویا مسلمانوں پر اس کے زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید و اتباع واجب اور ضروری ہے۔

آنحضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ارشاد ہے: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: رضيت لكم ما رضي لكم ابن أم عبد"۔ "جو طریقہ و عمل تمہارے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ پسند فرمائیں میں اس پر راضی ہوں"۔(المستدرک علی الصحیحین: کتاب معرفة الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنھم، رقم الحدیث ۵۴۴۵)

(٢٦٥) حديث

اخرج الحاكم عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (رضيت لامتي ما رضي لها ابن ام عبد) .(١)

(٢٦٦) سبب(٢)

قال ابن عساكر: وروى من وجه آخر مع سببه الذى ورد فيه . ثم اخرج عن عمرو بن حريث(٣) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعبد الله بن مسعود: (اقرأ) . قال: أقرأ وعليك انزل ؟ قال: (انى احب ان اسمعه من غيرى) . فافتتح النساء حتى اذا بلغ: (فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا)(٤) فاستعبر رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكف عبد الله . فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: (تكلم) . فحمد الله فى اول كلامه، واثنى على الله، وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم، وشهد شهادة الحق وقال: رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا ورضيت لكم ما رضى الله ورسوله . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (رضيت لكم ما رضى لكم ابن ام عبد) .(٥)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آنحضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اس وزنی شہادت کے بعد کون شخص ہو گا جو یہ کہے گا کہ ان کی تقلید و اتباع حرام ہے۔

تقلیدِ شخصی کا حکم رسول اللہ ﷺ سے

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي"، وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ۔

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ کب تک میں تم لوگوں میں ہوں۔ لہذا میرے بعد تم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی پیروی کرنا"۔ (جامع الترمذي: كِتَاب الدَّعَوَاتِ: أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ: بَاب فِي مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ: رقم الحديث:۳۷۹۹،۳۷۶۵)

"من بعدی" سے مراد ان صاحبانؓ کی حالت خلافت ہے، کیوں کہ بلا خلافت تو دونوں صاحبانؓ آپ ﷺ کے روبرو بھی موجود تھے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کی اتباع کیجیو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کرنا، پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کی اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان کے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا۔ اور نہ یہ عادت مستمرہ (جاریہ) تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلے میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے۔ کیونکہ حقیقت تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کروا کے عمل کیا کرے اور خود اس کی تحقیق کو بلا دلیل تسلیم کرلے۔

تقلیدِ شخصی کا حکم رسول اللہ ﷺ سے

مشہور حدیث ہے: **"عليكم بسنتي و سنة الخلفاءالراشدين المهد يين تمسكو ابها و عضوا عليها بالنواجذ"۔ "میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو اور اس پر دانت جمائے رکھو"۔**

اس حدیث میں بھی خلفائے راشدین کے طریقہ و عمل کالازم پکڑنے کا کتنا تاکیدی حکم ہے۔ اس حدیث سے تقلید شخصی کی واضح دلیل ملتی ہے، اس لئے کہ ہر زمانہ میں خلیفہ راشد ایک ہی ہو گا، اس لئے ہر زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید کا حکم دیا جارہا ہے، اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے گویا مسلمانوں پر اس کے زمانہ کے خلیفہ راشد کی تقلید و اتباع واجب اور ضروری ہے۔

آنحضور ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ارشاد ہے: **"قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: رضيت لكم ما رضي لكم ابن أم عبد"۔ "جو طریقہ و عمل تمہارے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند فرمائیں میں اس پر راضی ہوں"۔** (المستدرک علی الصحیحین: کتاب معرفۃ الصحابۃ رضي اللہ تعالی عنهم، رقم الحدیث ۵۴۴۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آنحضور ﷺ کی اس وزنی شہادت کے بعد کون شخص ہو گا جو یہ کہے گا کہ ان کی تقلید و اتباع حرام ہے۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں تقلیدِ شخصی کا حکم

"حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ أَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَأَمِيرًا، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ، تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَأُخْتَهُ، فَأَعْطَى الاِبْنَةَ النِّصْفَ وَالأُخْتَ النِّصْفَ"۔ "أسود بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ یمن میں معلم اور امیر ہو کر آئے تو ہم نے ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو فوت ہوگیا اور ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑ کر گیا تو انہوں نے بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف دلایا"۔ (صحيح البخاري: كِتَاب الْفَرَائِضِ، بَاب مِيرَاثِ الْبَنَاتِ، رقم الحديث: ۶۲۶۷، ۶۲۳۴)

اس حدیث سے یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی، کیونکہ تقلید کہتے ہیں "کسی کا قول محض اس حسن ظن (اعتماد) پر مان لینا کہ یہ "دلیل" کے موافق بتلادے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا"۔ اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے تعلیم احکام کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلے میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے۔ سو قصہ مذکورہ میں گویا جواب قیاسی نہیں سو اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل دریافت نہیں کی اور ان کے محض تدین کے اعتماد پر قبول کرلیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تھا، نہ حضور سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور رد منقول۔ پس اس سے "جواز تقلید" کا اور حضور ﷺ کی حیات میں اس کا بلانکیر شایع ہونا ثابت ہوگیا۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہ میں تقلیدِ شخصی کا حکم

”حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ أَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَأَمِيرًا، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ، تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَأُخْتَهُ، فَأَعْطَى الاِبْنَةَ النِّصْفَ وَالأُخْتَ النِّصْفَ“۔ ”اسود بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں معلم اور امیر ہو کر آئے تو ہم نے ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو فوت ہو گیا اور ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑ کر گیا تو انہوں نے بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف دلایا“۔ (صحیح البخاري: کِتَاب الفَرَائِض، بَاب مِيرَاثِ الْبَنَاتِ، رقم الحديث: ٦٧٢٦، ٦٢٣٤)

اس حدیث سے یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی، کیونکہ تقلید کہتے ہیں ”کسی کا قول محض اس حسن ظن (اعتماد) پر مان لینا کہ یہ "دلیل" کے موافق بتلادے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا“۔ اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے تعلیم احکام کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلے میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے۔ سو قصہ مذکورہ میں گویا جواب قیاسی نہیں سو اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل دریافت نہیں کی اور ان کے محض تدین کے اعتماد پر قبول کر لیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تھا، نہ حضور سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور رد منقول۔ پس اس سے "جواز تقلید" کا اور حضور ﷺ کی حیات میں اس کا بلا نکیر شائع ہونا ثابت ہو گیا۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں تقلیدِ شخصی کی مثال

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي الأَوْزَاعِيُّ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ أَصَابَ رَجُلاً جُرْحٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ احْتَلَمَ فَأُمِرَ بِالاِغْتِسَالِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَبَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ "قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ"۔ ”عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی کو زخم لگا، پھر اسے احتلام ہو گیا، تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا، اس نے غسل کیا تو وہ مر گیا، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”ان لوگوں نے اسے مار ڈالا، اللہ انہیں مارے، کیا لاعلمی کا علاج مسئلہ پوچھ لینا نہیں تھا؟“۔ (سنن أبي داود: كِتَاب الطَّهَارَةِ: بَاب فِي الْمَجْرُوحِ يَتَيَمَّمُ، رقم الحديث: ٣٣٦، ٢٨٤)

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی شرعی مسئلے میں ناواقفیت کے سبب کسی جاہل سے رجوع کرنا نقصان کا باعث بنتا ہے اس لئے جو لوگ اہل اجتہاد میں سے نہیں ہیں تو ان پر تقلید ہی فرض ہے۔ جیسے نابینا، جس کے پاس ذریعہ علم نہیں ہے تو قبلے کے سلسلے میں اس کو کسی دیکھنے والے (بینا) کی بات ماننی ہوگی۔ میرا غیر مقلدین حضرات سے سوال ہے کہ کیا کسی نابینا شخص پر تقلیدِ شخصی جائز ہے؟ اگر نہیں تو پھر ایسا شخص اپنے دینی مسائل کس طرح حل کرے گا؟

عہد صحابہ رضی اللہ عنہ میں تقلیدِ شخصی کی مثال

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي الأَوْزَاعِيُّ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ أَصَابَ رَجُلاً جُرْحٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ احْتَلَمَ فَأُمِرَ بِالاِغْتِسَالِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَبَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ" قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ"۔ ”عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی کو زخم لگا، پھر اسے احتلام ہو گیا، تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا، اس نے غسل کیا تو وہ مر گیا، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”ان لوگوں نے اسے مار ڈالا، اللہ انہیں مارے، کیا لاعلمی کا علاج مسئلہ پوچھ لینا نہیں تھا؟“۔ (سنن أبي داود: كِتَاب الطَّهَارَةِ: بَاب فِي الْمَجْرُوحِ يَتَيَمَّمُ، رقم الحديث: ٣٣٦، ٢٨٤)

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی شرعی مسئلے میں ناواقفیت کے سبب کسی جاہل سے رجوع کرنا نقصان کا باعث بنتا ہے اس لئے جو لوگ اہل اجتہاد میں سے نہیں ہیں تو ان پر تقلید ہی فرض ہے۔ جیسے نابینا، جس کے پاس ذریعہ علم نہیں ہے تو قبلے کے سلسلے میں اس کو کسی دیکھنے والے (بینا) کی بات ماننی ہوگی۔ میرا غیر مقلدین حضرات سے سوال ہے کہ کیا کسی نابینا شخص پر تقلیدِ شخصی جائز ہے؟ اگر نہیں تو پھر ایسا شخص اپنے دینی مسائل کس طرح حل کرے گا؟؟؟

اگر عالم کے فتوے پر عامی شخص کے لئے دلیل کی تحقیق واجب ہوتی تو عالم کے غلط فتوے پر وہ بھی گناہگار ٹھہرتا

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، - يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ - عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "مَنْ أَفْتَى"- ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي نُعَيْمَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الطُّنْبُذِيِّ - رَضِيعِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ - قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ"۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے (کسی کو) بغیر علم کے فتوی دیاتو اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہوگا"۔(رواۃابو داوٗد: جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۸۵۴، رقم الحدیث ۳۶۵۷)

اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی عالم کے فتوے پر عامی کو (دلیل پہچانے بغیر) عمل کرناجائز نہ ہوتا ؟تو گناہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی؟ جیسا کہ بنی کریم ﷺ کے ارشاد سے بات واضح ہوگئی۔ اگرعامی پر عالم کی تقلید جائز نہ ہوتی توجس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتانے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل (عامی شخص)کو دلیل کی تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا۔ پس جب شارع علیہ السلام نے باوجود دلیل کی تحقیق نہ کرنے پر عامی شخص کو (گناہگار) نہیں ٹھہرایاتو جوازِ تقلید یقیناً ثابت ہوگیا۔

اگر عالم کے فتوے پر عامی شخص کے لئے دلیل کی تحقیق واجب ہوتی تو عالم کے غلط فتوے پر وہ بھی گناہگار ٹھہرتا

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، - يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ - عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "مَنْ أَفْتَى"- ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي نُعَيْمَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الطُّنْبُذِيِّ - رَضِيعِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ - قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ"۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس شخص نے (کسی کو) بغیر علم کے فتوی دیاتو اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہوگا"۔
(رواۃ ابوداوٗد، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۸۵۴، رقم الحدیث: ۳۶۵۷)

اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی عالم کے فتوے پر عامی کو (دلیل پہچانے بغیر) عمل کرناجائز نہ ہوتا؟ تو گناہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی؟ جیسا کہ بنی کریم ﷺ کے ارشاد سے بات واضح ہوگئی۔ اگر عامی پر عالم کی تقلید جائز نہ ہوتی توجس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتانے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل (عامی شخص) کو دلیل کی تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا۔ پس جب شارع علیہ السلام نے باوجود دلیل کی تحقیق نہ کرنے پر عامی شخص کو (گناہگار) نہیں ٹھہرایاتو جواز تقلید یقیناً ثابت ہوگیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھنا اور دلیل کا تقاضہ نہ کرنا تقلیدِ شخصی کی بہترین مثال ہے

حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ مَالِك، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ خَرَجَ حَاجًّا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالنَّازِيَةِ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ أَضَلَّ رَوَاحِلَهُ، وَإِنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمَ النَّحْرِ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ عُمَرُ: "اصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْمُعْتَمِرُ، ثُمَّ قَدْ حَلَلْتَ فَإِذَا أَدْرَكَكَ الْحَجُّ قَابِلًا فَاحْجُجْ، وَأَهْدِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ"۔ ” سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حج کرنے کو نکلے جب نازیہ میں پہنچے مکہ کے راستے میں تو وہ اپنی اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں جبکہ حج ہو چکا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپؓ نے فرمایا: جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو، پھر تمہارا احرام کھل جاویگا، پھر جب آئندہ سال حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو“۔ (تیسیر کلکتہ: صفحہ نمبر ۳۱، کتاب الحج، باب حادي عشر، فصل ثالث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ (رضی اللہ عنھم) اجتہاد نہ کر سکتے تھے، وہ مجتہدین صحابہ (رضی اللہ عنھم) کی تقلید کرتے تھے، کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) بھی صحابی تھے اور انہوں نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے دلیل فتویٰ کی نہیں پوچھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھنا اور دلیل کا تقاضہ نہ کرنا تقلیدِ شخصی کی بہترین مثال ہے

حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ مَالِك، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ خَرَجَ حَاجًّا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالنَّازِيَةِ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ أَضَلَّ رَوَاحِلَهُ، وَإِنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمَ النَّحْرِ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ عُمَرُ: "اصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْمُعْتَمِرُ، ثُمَّ قَدْ حَلَلْتَ فَإِذَا أَدْرَكَكَ الْحَجُّ قَابِلًا فَاحْجُجْ، وَأَهْدِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ"۔ "سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حج کرنے کو نکلے جب نازیہ میں پہنچے مکہ کے راستے میں تو وہ اپنی اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں جبکہ حج ہو چکا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپؓ نے فرمایا: جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو، پھر تمہارا احرام کھل جاویگا، پھر جب آئندہ سال حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو"۔ (تیسیر کلکتہ: صفہ نمبر ۳۱، کتاب الحج، باب حادي عشر، فصل ثالث)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ (رضی اللہ عنہم) اجتہاد نہ کر سکتے تھے، وہ مجتہدین صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی تقلید کرتے تھے، کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) بھی صحابی تھے اور انہوں نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے دلیل فتویٰ کی نہیں پوچھی۔

تقلید شخصی کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے

"وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَفْصِ بْنِ خَلْدَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ، يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ إِلَى أَجَلٍ فَيَضَعُ عَنْهُ صَاحِبُ الْحَقِّ وَيُعَجِّلُهُ الآخَرُ فَكَرِهَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَنَهَى عَنْهُ"۔ "حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ میعادی دین (قرض) واجب ہے اور صاحب حق (قرض خواہ) اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد (وقت مقررہ سے پہلے) اس کا دین (قرض) دیدے، (تو یہ طریقہ / عمل کیسا ہے؟) آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور منع فرمایا"۔ (موطأ مالك: كِتَاب الْبُيُوعِ، بَاب مَا جَاءَ فِي الرِّبَا فِي الدَّيْنِ، رقم الحديث: ۱۳۷۷،۱۳۴۶)(تیسیر کلکتہ: صفحہ نمبر ۲۳، کتاب البیع، باب رابع، فروع في الحیوان)

چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوع صریح منقول نہیں، اس لئے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کو بنا دلیل قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہوگیا۔

تقلید شخصی کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے

"وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَفْصِ بْنِ خَلْدَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ، يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ إِلَى أَجَلٍ فَيَضَعُ عَنْهُ صَاحِبُ الْحَقِّ وَيُعَجِّلُهُ الآخَرُ فَكَرِهَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَنَهَى عَنْهُ"۔ "حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ میعادی دین (قرض) واجب ہے اور صاحب حق (قرض خواہ) اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد (وقت مقررہ سے پہلے) اس کا دین (قرض) دیدے، (تو یہ طریقہ / عمل کیسا ہے؟) آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور منع فرمایا"۔ (موطأ مالك: كِتَاب الْبُيُوعِ، بَاب مَا جَاءَ فِي الرِّبَا فِي الدَّيْنِ، رقم الحديث: ۱۳۷۷،۱۳۴۶)(تیسیر کلکتہ: صفہ نمبر ۲۳، کتاب البیع، باب رابع، فروع في الحیوان)

چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوع صریح منقول نہیں، اس لئے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کو بنا دلیل قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہوگیا۔

تابعین و تبع تابعین صحابہ کرامؓ کی تقلید کیا کرتے تھے

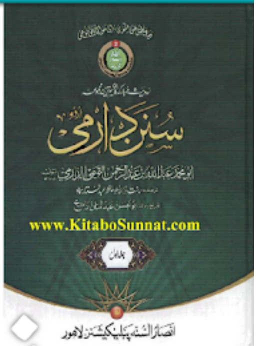

[24]......بَاب الِاقْتِدَاءِ بِالْعُلَمَاءِ..........علماء کی پیروی کرنے کا بیان

224۔ أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ عَنْ شَرِيكٍ.........

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَقَدْ أَدْرَكْتُ أَقْوَامًا لَوْ لَمْ يُجَاوِزْ أَحَدُهُمْ ظُفُرًا لَمَا جَاوَزْتُهُ كَفَى إِزْرَاءً عَلَى قَوْمٍ أَنْ تُخَالَفَ أَفْعَالُهُمْ.

ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا: ''میں نے ایسے لوگ پائے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اگر ان میں سے کوئی شخص ناخن کے برابر آگے نہ بڑھتا، تو میں بھی آگے نہ بڑھتا، کسی قوم کی ذلت کے لئے کافی ہے کہ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے فعل کی مخالفت کی جائے۔''

تابعین و تبع تابعین سب کے سب صحابہ کرامؓ کی تقلید کیا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کے افعال کی مخالفت کو نہایت برا سمجھتے تھے جبکہ موجودہ دور کے غیر مقلدین حضرات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ جمعہ کی اذان کو بدعت کہتے ہیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تین طلاقوں کو تین نافذ کرنے کے حکم کو قرآن وحدیث کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اللہ پاک انہیں عقل سلیم اور ہدایت عطا فرمائے۔

تقلید کرنا کیوں ضروری ہے؟

بنیادی عقائد اور شریعت کے وہ احکامات جو منصوص اور غیر متعارض ہیں ان میں تو کسی کی تقلید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسے عقیدہ توحید، عقیدہ آخرت، ختم نبوت، دن میں پانچ نمازوں کی فرضیت، رمضان کے روزوں کی فرضیت وغیرہ وغیرہ۔ ایسے بنیادی عقائد و شرعی احکامات جو نص قطعی سے ثابت ہیں اور ان مسائل میں نصوص آپس میں متعارض نہیں ان میں تو تقلید کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کیوں کہ وہ سورج کی روشنی کی طرح واضح احکامات ہیں۔ تقلید کی ضرورت تو وہاں پڑتی ہیں جہاں ایک ہی مسئلے پر قرآن و حدیث سے دو احکامات ملتے ہوں، جیسے کسی عمل کے کرنے کا حکم بھی ملتا ہو اور نہ کرنے کا بھی۔ ایسی صورت میں تقلید کیئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ لہٰذا ایسے فروع و اختلافی مسائل میں کسی ایک امام کی تقلید کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً:

قرآن مجید میں ارشادباری تعالیٰ ہے: ''حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا''۔ ''اسے اس کی ماں نے تکلیف سے اٹھائے رکھا اور اسے تکلیف سے جنا، اور اس کا حمل اور دودھ کا چھڑانا تیس مہینے ہیں''۔ [سورۃ الأحقاف: ۱۵]

حٰمٓ ۲۶ ۱۴۲۰ الأحقاف ۴۶

وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ڱ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔[1] یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا[2] تو کہنے لگا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے[3] کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔(۱۵)

اسی طرح دوسری میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ''۔ ''اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہے''۔ [سورۃ القمان: ۱۴]

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ ۲۱ ۱۱۴۶ لُقْمٰن ۳۱

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے،[1] اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر[2] اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے[3] کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔(۱۴)

پہلی آیت سے بچے کی مدت رضاعت ڈھائی سال بنتی ہے، جبکہ دوسری آیت سے مدت رضاعت دو سال بنتی ہے۔ اب یہاں ایک عام آدمی اس بات کا کیسے فیصلہ کرسکتاہے کہ قرآن کی کونسی آیت قابل عمل واستدلال ہے اور کونسی نہیں؟

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ: "مسلم نے عبد الرحمٰن بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے لے کر اس وقت تک ہے جب تک سورج نہ نکلے، جب سورج نکل آئے تو نماز سے رک جائے کہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے"۔ (صحیح مسلم: ج:۱، ص۱۴۶)

اوردوسری حدیث میں ہے کہ: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے پا سکا تو پوری نماز پڑھے (اس کی نماز ادا ہوئی نہ قضاء) اسی طرح اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت بھی پا سکے تو پوری نماز پڑھے"۔ (صحیح بخاری: ج۱، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ، رقم الحدیث ۵۵۶)

پہلی حدیث میں سورج کے نکلنے پر نماز سے رک جانے کا حکم ملتا ہے جبکہ دوسری حدیث سے سورج نکلنے سے پہلے سجدہ پالینے پر نماز مکمل کرنے کا حکم ملتا ہے، حالانکہ پہلا سجدہ پالینے کے بعد بھی تو سورج کا نکل جانا یقینی طور پر ممکن ہے۔ توایسی صورت میں ایک عام آدمی حدیث سے کیسے مسئلہ اخذ کرسکتاہے، جبکہ اس میں نہ تو مسائل کے استنباط کی صلاحیت ہے اورنہ ہی اجتہاد کی اہلیت، لہٰذا ایسے شخص کے لئے کسی مجتہد امام کی تقلید کے سواء کوئی چارہ نہیں۔ بالکل یہی معاملہ رفع الیدین، فارتحہ خلف الامام اوردیگر اختلافی مسائل کا بھی ہے۔

مجتہدین ومقلدین کے مختلف درجات

شیخ الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جواپنے دورکے بلندپایہ محدث بے مثال فقیہہ زبردست اصولی جامع المعقول والمنقول اور مجتہد تھے۔ جن کو غیر مقلدین کے پیشوامولانا صدیق حسن خان صاحبؒ بھی رئیس المجتہدین اور سردار تسلیم کرتے ہوئے آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”انصاف ایں است کہ اگروجوداو درصدراول درزمانۂ ماضی بودامام الائمہ وتاج المجتہدین شمردہ می شود“۔ ”انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب کا وجود صدراوّل (پہلے زمانے) میں ہوتا تواماموں کے امام اور مجتہدین کے سردار شمار ہوتے“۔ (کتاب اتحاف النبلاء المتقین بمآثر الفقہاء و المحدثین: ص۳۰)

شیخ الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی تالیف ”الامداد فی مآثرالآجداد“ میں بتایاہے کہ اُن کا نسب حضرت عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتاہے۔(فقہی اختلافات کی اصلیت اردو ترجمہ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف: صفحہ ”م“)

فقہی اختلافات کی اصلیت
اردو ترجمہ
الإنصاف فی بیان سبب الاختلاف
تالیف
شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ
تقدیم
ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ
www.KitaboSunnat.com
علماء اکیڈمی
شعبۂ مطبوعات، محکمۂ اوقاف پنجاب ○ لاہور
۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

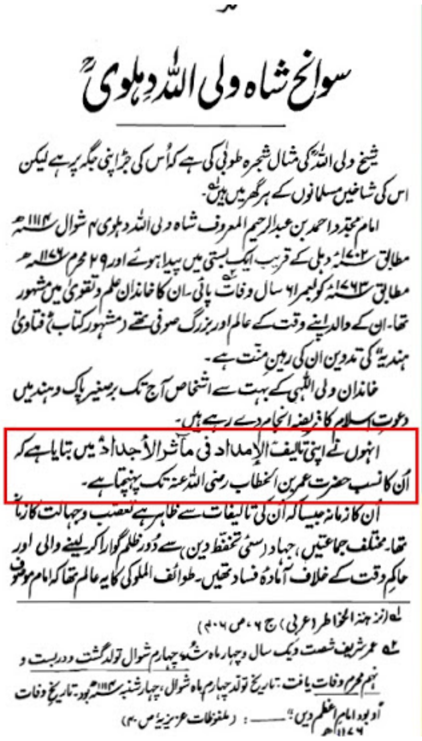
سوانح شاہ ولی اللہ دہلویؒ

شیخ ولی اللہؒ کی مثال شجرہ طوبیٰ کی ہے کہ اُس کی جڑ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس کی شاخیں مسلمانوں کے ہر گھر میں ہیں۔

امام مجدد احمد بن عبدالرحیم المعروف شاہ ولی اللہ دہلوی ۴ شوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۲ء دہلی کے قریب ایک بستی میں پیدا ہوئے اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء کو بعمر ۶۱ سال وفات پائی۔ ان کا خاندان علم وتقویٰ میں مشہور تھا۔ ان کے والد اپنے وقت کے عالم اور بزرگ صوفی تھے (مشہور کتاب "فتاویٰ ہندیہ" کی تدوین ان کی رہینِ منت ہے۔

خاندان ولی اللّٰہی کے بہت سے اشخاص آج تک برصغیر پاک وہند میں دعوت اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

انہوں نے اپنی تالیف الإمداد فی مآثر الأجداد میں بتایا ہے کہ اُن کا نسب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

اُن کا زمانہ جیسا کہ اُن کی تالیفات سے ظاہر ہے تعصب وجہالت کا زمانہ تھا۔ مختلف جماعتیں، جہاد رسیٔ تحفظ دین سے دُور ظلم گوارا کر لینے والی اور حاکمِ وقت کے خلاف آمادۂ فساد تھیں۔ طوائف الملوکی کا یہ عالم تھا کہ امام موصوف

لہ از نزہۃ الخواطر (عربی) ج ۶، ص ۴۰۶
لہ عمر شریف شصت ویک سال وچہار ماہ شد چہارم شوال تولد گشت و دربست و نہم محرم وفات یافت۔ تاریخ تولد چہارم ماہ شوال، چہارشنبہ ۱۱۱۴ھ بود۔ تاریخ وفات "او بود امام اعظم دین" ۱۱۷۶ھ ——— (ملفوظات عزیزیہ ص ۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب عقدالجید فی آحکام الاجتہادوالتقلید میں نہایت تفصیل کے ساتھ مجتہدین اوران کی تقلید کے مختلف درجات کاجائزہ لیتے ہوئے مجتہدین کے چارمختلف درجات بیان فرمائے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ”معلوم ہونا چاہیئے کہ ان چار فقہی مسالک(حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کواختیار کرنے میں لوگوں کے چاردرجے اورمرتبے ہیں اورہرطبقے کے لئے ایک حدمقررہے۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس حدسے آگے بڑھے۔

۱۔ اوّل مجتہد مطلق کامرتبہ جس کی طرف ان فقہی مسالک میں سے کوئی ایک فقہی مسلک منسوب ہے۔

۲۔ دوسرا مجتہد فی المذہب یعنی ان مسائل کی تخریج کرنے والے کا مرتبہ۔

۳۔ تیسرے متبحر فی المذہب کا مرتبہ ہے، جو اپنے مسلک کا حافظ ہے، اس کی جزئیات اور اصول پر پوری دسترس رکھتا ہے۔ اپنے حفظ اور مہارت کی مدد سے اپنے ائمہ کے مسلک کے مطابق فتوے دیتا ہے۔

۴۔ چوتھے مقلد محض، جو اپنے مسلک کے علماء سے فتوے لے کر ان پر عمل کرتا ہے۔

اہل علم کی بیشتر کتابوں میں ہر مرتبے کی شرائط اور احکام تفصیل سے بیان کیئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ ان مراتب میں جو باہمی فرق ہے نہ اس کو سمجھتے ہیں اور نہ ان کے درمیان کوئی امتیاز کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ احکام کی پہچان ان کے لئے دشوار ہو جاتی ہے اور وہ ان احکام کو ایک دوسرے سے متناقص سمجھنے لگتے ہیں۔

لوگوں کے اس تحیر اور خلط مبحث کو دور کرنے کے لئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہر مرتبے کے لئے ایک مستقل فصل رکھی جائے اور اس میں اس مرتبے سے متعلق احکام کی وضاحت کے ساتھ نشان دہی کی جائے"۔ (عقد الجید فی أحکام الاجتہاد والتقلید: ص۴۷)

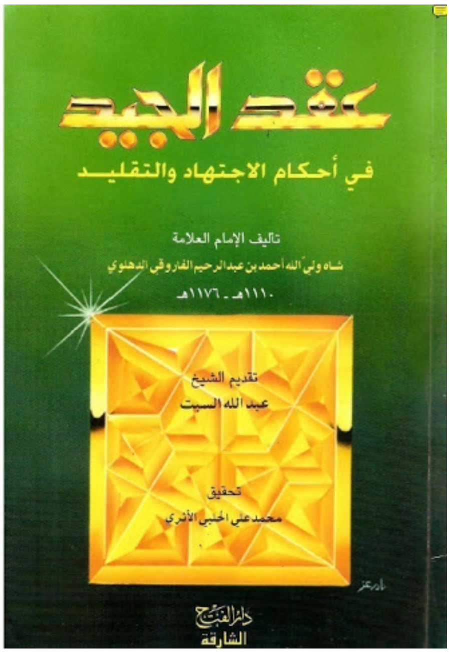

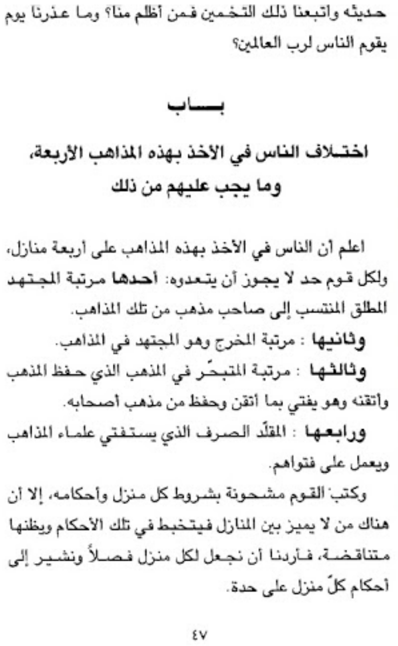

حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن أظلم منا؟ وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العالمين؟

بـــاب

اختـلاف الناس في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة، وما يجب عليهم من ذلك

اعلم أن الناس في الأخذ بهذه المذاهب على أربعة منازل، ولكل قوم حد لا يجوز أن يتعدوه: **أحدها** مرتبة المجتهد المطلق المنتسب إلى صاحب مذهب من تلك المذاهب.

وثانيها : مرتبة المخرج وهو المجتهد في المذاهب.

وثالثها : مرتبة المتبحّر في المذهب الذي حفظ المذهب وأتقنه وهو يفتي بما أتقن وحفظ من مذهب أصحابه.

ورابعها : المقلّد الصرف الذي يستفتي علماء المذاهب ويعمل على فتواهم.

وكتب القوم مشحونة بشروط كل منزل وأحكامه، إلا أن هناك من لا يميز بين المنازل فيتخبط في تلك الأحكام ويظنها متناقضة، فأردنا أن نجعل لكل منزل فصلاً ونشير إلى أحكام كلّ منزل على حدة.

٤٧

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف میں نہایت تفصیل کے ساتھ مقلدین اور ان کی تقلید کے مختلف درجات کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے تین مختلف درجات بیان فرمائے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تائید کتاب الانوار سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا مصنف کہتا ہے کہ "جو لوگ امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ یا امام احمدؒ کے مسلک کی طرف منسوب ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

۱۔ طبقۂ عوام: جن کا امام شافعیؒ کی تقلید کرنا ان مجتہدین کے توسط سے ہوتا ہے (جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہوتے ہیں)۔

۲۔ وہ لوگ جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوتے ہیں: اگرچہ وہ شخص جو درجۂ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو وہ کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتا مگر اس کے باوصف وہ ایک امام کی طرف منسوب ہوتا ہے کیونکہ وہ اجتہاد کے طریقے ادلہ کے استعمال اور ان کی باہمی ترتیب کا وہی انداز اختیار کرتا ہے جو اس امام کا طریقہ ہوتا ہے۔

۳۔ طبقہ متوسطین: وہ لوگ جو درجۂ اجتہاد کو نہیں پہنچے لیکن اجتہاد کے وہ اصول ان کے سامنے ہوتے ہیں اور وہ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ جو مسئلہ (امام کے اقوال میں) تصریح کے ساتھ نہیں آیا اسکو امام کے واضح کردہ اقوال پر قیاس کرسکتے ہیں۔ یہ لوگ بھی امام کے مقلد ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ عالم لوگ بھی جو ان کے مستنبط اقوال کو اختیار کرتے ہیں۔ تاہم ان کے اصحاب کو یہ حیثیت حاصل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے کیونکہ وہ خود دوسرے کے مقلد ہیں۔

ان دلائل کی روشنی میں کہ ابتدائی دو صدیوں میں کسی معین فقہی مذہب کو اختیار کرنے کا دستور نہ تھا اور تیسری صدی میں کسی نہ کسی معین فقہی مذہب کو اختیار کرنا عام ہو گیا اور یہ چیز ایک امر واجب قرار پائی""۔ (فقہی اختلافات کی اصلیت اردو ترجمہ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف: ص۶۹-۷۰)

۶۹

ہمارے استاذ علام نے بھی امام بخاریؒ کے شافعی ہونے پر یہی دلیل دی ہے کہ تاج الدین السبکی نے ان کا تذکرہ طبقات شافعیہ میں ان ہی کے زمرہ میں کیا ہے۔ نوویؒ کا کلام جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ بھی اسی کا مؤید ہے۔

شیخ تاج الدین السبکی اپنی کتاب "طبقات" میں یوں ذکر کرتے ہیں کہ "ہر لم مخرج (مسئلہ تخریج شدہ) جس کی تخریج بطریق اجتہاد مطلق ہوئی ہو اس میں یہ دیکھا جائیگا کہ صاحب تخریج کن لوگوں میں سے ہے؟ اگر وہ ان لوگوں میں سے ہے جن پر عموماً کوئی مسلک اور اُس کی تقلید غالب رہتی ہے مثلاً ابو حامد الغزالی، شیخ قفال تو ان کا شمار اسی مسلک میں ہوگا۔ اور اگر وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اکثر حالات میں کسی مسلک سے باہر نکل جاتے ہیں۔ جیسے وہ چار اصحاب جن کے نام محمد سے شروع ہوتے ہیں یعنی محمدین اربعۃ محمد بن جریر، محمد بن خزیمہ، محمد بن نصر المروزی اور محمد بن المنذر تو وہ اُسی مسلک کے پیروؤں میں شمار ہونگے۔ رہے المزنی اور ان کے بعد ابن سریج تو ان کا مقام بین بین سا ہے نہ تو مذکورہ بالا چاروں حضرات کی طرح مذہب شافعی سے باہر ہی رہتے ہیں اور نہ ہی عراقیوں اور خراسانیوں کی طرح مجتہدین مطلق میں شمار ہوتے ہیں۔ انتہی۔

سبکیؒ اپنی کتاب "طبقات" میں شیخ ابو الحسن الاشعری امام اہل سنت والجماعت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ اصحابِ شافعیہ میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے علم فقہ شیخ ابو اسحاق المروزی سے حاصل کیا۔ ختم شد قول ابن زیاد۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا اس کی تائید کتاب الانوار سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا مصنف کہتا ہے کہ "جو لوگ امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ

۷۰

یا امام احمدؒ کے مسلک کی طرف منسوب ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

۱۔ طبقہ عوام۔ جن کا امام شافعی کی تقلید کرنا ان مجتہدین کے توسط سے ہوتا ہے (جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہوتے ہیں)۔

۲۔ وہ لوگ جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوتے ہیں اگرچہ وہ شخص جو درجۂ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو وہ کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتا مگر اس کے باوصف وہ ایک امام کی طرف منسوب ہوتا ہے کیونکہ وہ اجتہاد کے طریقے، ادلّہ کے استعمال اور ان کی باہمی ترتیب کا وہی انداز اختیار کرتا ہے جو اس امام کا طریقہ ہوتا ہے۔

۳۔ طبقہ متوسطین۔ وہ لوگ جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے لیکن اجتہاد کے وہ اصول ان کے سامنے ہوتے ہیں اور وہ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ جو مسئلہ (امام کے اقوال میں) تصریح کے ساتھ نہیں آیا اسکو امام کے واضح کردہ اقوال پر قیاس کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ بھی امام کے مقلد ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ عالم لوگ بھی جو ان کے مستنبط اقوال کو اختیار کرتے ہیں۔ تاہم ان اصحاب کو یہ حیثیت حاصل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے کیونکہ وہ خود دوسرے کے مقلد ہیں۔ ختم شد کلام الأنوار۔

(ان دلائل کی روشنی میں کہ ابتدائی دو صدیوں میں کسی معیّن فقہی مذہب کو اختیار کرنے کا دستور نہ تھا اور تیسری صدی میں کسی نہ کسی معیّن فقہی مذہب کو اختیار کرنا عام ہو گیا اور یہ چیز ایک امرِ واجب قرار پائی)۔ کہا جا سکتا ہے کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں کوئی چیز واجب نہ ہو اور دوسرے وقت وہی چیز واجب ہو جائے درآنحالیکہ شریعت ایک ہی ہے؟

یہ اعتراض کہ مجتہد مستقل کی اقتدا پہلے واجب نہ تھی پھر واجب ہو گئی اس میں تناقض (تضاد) ہے جو اپنی نفی خود کرتا ہے۔

تقلید کے مختلف درجات

یہاں تک تو مطلقاً تقلید کا اثبات تھا، البتہ مقلد کی علمی صلاحیت کے لحاظ سے تقلید کے مختلف درجات ہوتے ہیں، ان درجات کو نہ سمجھنے کی بنا پر بعض اوقات افراط و تفریط ہو جاتی ہے اور غیر مقلدین کے بیشتر اعتراضات اسی فرقِ مراتب کو نہ پہچاننے کا نتیجہ ہیں، چنانچہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تقلید کے چار درجات ہیں جن کے احکام جدا جدا ہیں،

نعمان اقبال

1۔ عوام کی تقلید:

سب سے پہلا درجہ عوام کی تقلید کا ہے، عوام سے ہماری مراد تین قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ لوگ جو عربی و اسلامی علوم سے بالکل واقف نہیں، خواہ کسی دوسرے فن میں وہ کتنے ہی ماہر ہوں، دوسرے وہ لوگ جو عربی زبان سے اچھی طرح واقف ہیں، لیکن اسلامی علوم کو انھوں نے باقاعدہ نہیں پڑھا، تیسرے وہ لوگ جو رسمی طور پر فارغ التحصیل ہیں، لیکن اسلامی علوم میں بصیرت اور تبحر اور مہارت اُن کو حاصل نہیں، ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ اُن پر ہر حال میں تقلید ہی واجب ہے، اور اپنے امام یا مفتی کے قول سے خروج جائز نہیں، خواہ اس کا کوئی قول

2۔ متبحر عالم کی تقلید:

دوسرا درجہ متبحر عالم کی تقلید کا ہے، متبحر عالم سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو لیکن قرآن و سنت کے علوم میں اُسے مہارت اور کافی بصیرت حاصل ہو گئی ہو اور کم از کم اپنے مذہب کے مسائل میں اس کو استحضار اور ملکہ پیدا ہو گیا ہو، ایسے شخص کی تقلید عوام کی تقلید سے مختلف ہوتی ہے، یعنی ایسا شخص مندرجۂ ذیل امور میں ممتاز ہوتا ہے:۔

① اپنے امام کے مذہب میں اگر ایک سے زائد اقوال ہوں تو ان میں ترجیح یا تطبیق دینے کا اہل ہوتا ہے،

② جن مسائل میں امام سے کوئی صراحت منقول نہیں ان میں امام کے اصول کے مطابق احکام مستنبط کرتا ہے،

③ ابتلاء عام اور ضرورتِ شدیدہ کے مواقع پر بعض اوقات کسی دوسرے مجتہد کے قول پر فتویٰ دیدیتا ہے، جس کی شرائط اصولِ فتاویٰ کی کتابوں میں مذکور ہیں،

④ ایسے شخص کو اگر امام کا کوئی قول کسی صحیح اور صریح حدیث کے خلاف معلوم ہو، اور اس کے معارض کوئی دوسری حدیث بھی نہ ہو اور امام کے قول پر اس کا شرح صدر نہ ہو سکے، تو ایسی صورت میں وہ امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کر لیتا ہے، مثلاً مزارعت کے مسئلہ میں مشائخ حنفیہ نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کو چھوڑ دیا ہے، اسی طرح اشربۂ اربعہ کے علاوہ دوسری شرابوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مقدارِ مسکر سے کم پینا تقویٰ کے لئے جائز ہے، لیکن مشائخ حنفیہ نے صریح احادیث کی بنا پر اُن کے قول کو ترک کر دیا ہے،

3۔ مجتہد فی المذہب کی تقلید:

تقلید کا تیسرا درجہ مجتہد فی المذہب کی تقلید ہے، مجتہد فی المذہب اس شخص کو کہتے ہیں جو اجتہادِ مطلق کے منصب پر تو فائز نہ ہو یعنی اصولِ استدلال خود وضع نہ کر سکتا ہو، لیکن اصولِ استدلال کی روشنی میں استنباطِ احکام پر قادر ہو، ایسا شخص اصول میں مقلد ہوتا ہے، اور فروع میں مجتہد، جیسے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زُفرؒ اور شافعیہ میں امام ابو ثورؒ، مزنیؒ، اور مالکیہ میں سحنون بن القاسمؒ اور حنابلہ میں خرقی اور ابو بکر الاثرم وغیرہ،

4۔ مجتہد مطلق کی تقلید:

تقلید کا سب سے آخری درجہ مجتہدِ مطلق کو بھی اختیار کرنا پڑتا ہے، وہ اگرچہ بذاتِ خود مجتہد ہوتا ہے لیکن بعض جگہ اس کو بھی تقلید کرنی پڑتی ہے، یعنی اُن مقامات پر جہاں قرآن میں کوئی صراحت موجود نہ ہو، وہاں ائمۂ مجتہدین عموماً ایسا کرتے ہیں کہ اپنے قیاس اور اپنی رائے پر عمل کرنے کے بجائے اپنے اسلاف میں سے کسی کا قول اختیار کر لیتے ہیں، مثلاً امام ابو حنیفہؒ عموماً ابراہیم نخعیؒ کی پیروی کرتے ہیں، امام شافعیؒ اکثر ابن جریجؒ کے قول پر عمل کرتے ہیں، امام مالکؒ فقہاء مدینہ میں سے کسی کا اتباع کرتے ہیں،

عامی شخص پر عالم کی تقلید واجب ہے اگرچہ عالم اپنے فتوے میں غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔

”اعْلَم أَن الْعَامِيّ الصّرْف لَيْسَ لَهُ مَذْهَب وَإِنَّمَا مذْهبه فَتْوَى الْمُفْتِي فِي الْبَحْر الرَّائِق لَو احْتجم أَو اغتاب فَظن أَنه يفطره ثمَّ أكل إِن لم يستفت فَقِيها وَلَا بلغه الْخَبَر فَعَلَيهِ الْكَفَّارَة لِأَنَّهُ مُجَرّد جهل وَأَنه لَيْسَ بِعُذْر فِي دَار الْإِسْلَام وَإِن استفتى فَقِيها فأفتاه لَا كَفَّارَة عَلَيْهِ لِأَن الْعَامِيّ يجب عَلَيْهِ تَقْلِيد الْعَالم إِذا كَانَ يعْتَمد على فتواه فَكَانَ مَعْذُورًا فِيمَا صنع وَإِن كَانَ الْمُفْتِي مخطئا فِيمَا أفتى“۔ ”اگر کسی نے پچھنے لگوائے (یعنی حجامہ کرایا) یا غیبت کی، اور یہ گمان کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے، کھالیا تو اگر کسی فقیہ سے فتویٰ نہیں لیا اور نہ اس کے پاس کوئی حدیث ہے، تو اس پر کفارہ واجب ہے۔ کیونکہ محض جہالت کی وجہ سے ہوا، اور جہالت دارالاسلام میں عذر نہیں اور اگر کسی فقیہ سے فتویٰ لیا اور ان نے فتویٰ دے دیا کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے، کیونکہ عام آدمی جب کسی عالم کے فتوے پر اعتماد کرے، اگرچہ وہ عالم اپنے فتوے میں غلطی پر ہی کیوں نہ ہو، تب بھی اس کی تقلید واجب ہے“۔ (عقد الجید فی أحکام الاجتہاد والتقلید: ص ۷۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: ”عام آدمی جب کسی عالم کے فتوے پر اعتماد کرے، اگرچہ وہ عالم اپنے فتوے میں غلطی پر ہی کیوں نہ ہو، تب بھی اس کی تقلید واجب ہے“۔ (عقد الجید فی أحکام الاجتہاد والتقلید: ص ۷۲)

إن كانا في حكمين متضادين كإيجاب وتحريم بخلاف نحو خصال الكفارة، وأجرى السبكي ذلك وتبعوه في العمل بخلاف المذاهب الأربعة أي مما علمت نسبته لمن يجوز تقليده وجميع شروطه عنده، وحمل على ذلك قول ابن الصلاح: لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة أي في قضاء وإفتاء، ومحل ذلك وغيره من صور التقليد ما لم يتتبع الرخص بحيث تنحل ربقة التقليد عن عنقه وإلاّ أثم به بل قيل فسق وهو وجيه، قيل محل ضعفه أن يتتبعها من المذاهب المدونة وإلا فسق قطعاً. انتهى.

فصل في العامي

اعلم أن العاميَّ الصرف ليس له مذهب، وإنما مذهبه فتوى المفتي. في «البحر الرائق»: لو احتجم أو اغتاب فظن أنه يفطره ثم أكل، إن لم يستفت فقيهاً ولا بلغه الخبر فعليه الكفارة لأنه مجرد جهل، وأنه ليس بعذر في دار الإسلام. وإن استفتى فقيها فأفتاه لا كفارة عليه لأن العامي يجب عليه تقليد العالم إذا كان يعتمد على فتواه فكان معذوراً فيما صنع وإن كان المفتي مخطئاً فيما افتي، وإن لم يستفت ولكنه

٧٢

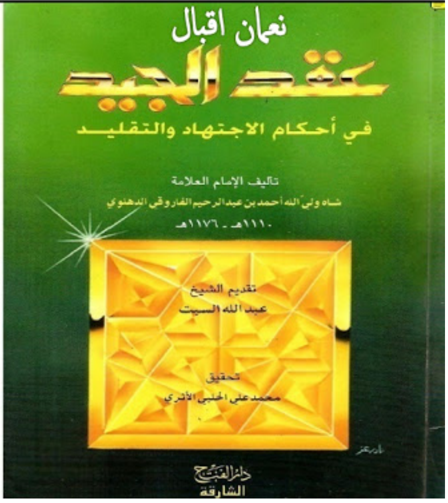

إن كانا في حكمين متضادين كإيجاب وتحريم بخلاف نحو خصال الكفارة، وأجرى السبكي ذلك وتبعوه في العمل بخلاف المذاهب الأربعة أي مما علمت نسبته لمن يجوز تقليده وجميع شروطه عنده، وحمل على ذلك قول ابن الصلاح: لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة أي في قضاء وإفتاء،، ومحل ذلك وغيره من صور التقليد ما لم يتتبع الرخص بحيث تنحل ربقة التقليد عن عنقه وإلاّ اثم به بل قيل فسق وهو وجيه، قيل محل ضعفه أن يتتبعها من المذاهب المدونة وإلا فسق قطعاً. انتهى.

فصل في العامي

اعلم أن العاميَّ الصرف ليس له مذهب، وإنما مذهبه فتوى المفتي. في «البحر الرائق»: لو احتجم أو اغتاب فظن أنه يفطره ثم أكل، إن لم يستفت فقيهاً ولا بلغه الخبر فعليه الكفارة لأنه مجرد جهل، وأنه ليس بعذر في دار الإسلام. وإن استفتى فقيها فأفتاه لا كفارة عليه لأن العامي يجب عليه تقليد العالم إذا كان يعتمد على فتواه فكان معذوراً فيما صنع وإن كان المفتي مخطئاً فيما أفتي، وإن لم يستفت ولكنه

٧٢

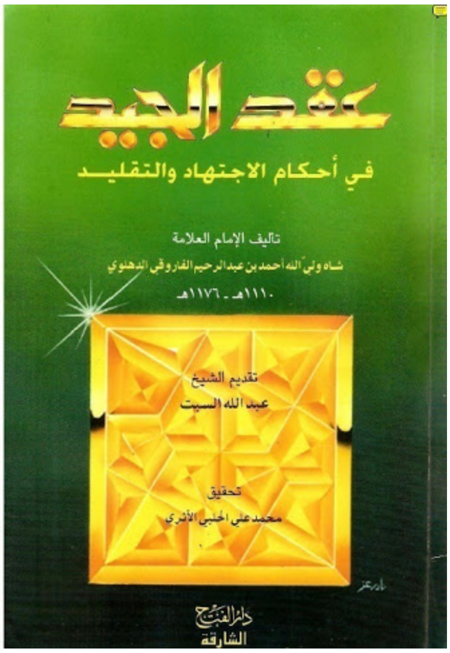

یہ کیسے ہوسکتاہے کہ تقلیدِ شخصی کواللہ اوراس کے رسول ﷺ نے واجب قرار نہیں دیا تووہ واجب کیسے ہوسکتی ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کسی معین فقہی مذہب کواختیار کرنے کے واجب ہونے پر اشکال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”وکان ھذاھوالواجب فی ذلک الزمان“۔ ”اس پر اشکال سکتاہے کہ ایک وقت میں کوئی چیز واجب نہ ہواوردوسرے وقت وہی چیزواجب ہوجائے درآنحالیکہ شریعت ایک ہی ہے“؟ (الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف: ص۷۰؛ فقہی اختلافات کی اصلیت: ۶۹)

اس اشکال کاجواب دیتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ: ”یہ اعتراض کہ مجتہد مستقل کی اقتداءپہلے واجب نہ تھی پھرواجب ہوگئی اس میں تناقص(تضاد) ہے جواپنی نفی خود کرتاہے۔

اس کاجواب یہ ہے کہ امرواجب دراصل یہ ہے کہ امت میں کوئی شخص ایساہوجوفروعی احکامِ شریعت کاعلم اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ رکھتاہواس پرسب اہل حق متفق ہیں۔ اورجس بات پرکوئی امرواجب موقوف ہوتاہے وہ بات بھی واجب ہوتی ہےاورجب ادائے واجب کے متعدد طریقے ہوں توان میں سے کسی ایک طریقہ کواختیار کرناواجب ہوگااس کے لئے کسی خاص طریقہ کاتعین لازم نہیں۔ اگراس کا ایک ہی طریقہ ہوتوخاص اس طریقہ کاحصول واجب ہوگا۔

اسی طرح اسلاف کے پاس اس واجب اصلی (یعنی اجتہاد) کوحاصل کرنے کےچند طریقے تھے اوران طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کواختیار کرناواجب تھا،کسی خاص طریقہ کاتعین ضروری نہ تھاپھرجب سوائے ایک طریقے کے باقی طریقے ختم ہوگئےتویہی مخصوص طریقہ واجب رہا۔

مثلاً: سلف میں حدیثیں نہیں لکھی جاتی تھیں لیکن آج احادیث کالکھنا واجب ہے کیونکہ آج ان کتب احادیث کے سوا حدیثوں کی روایت کی اورکوئی صورت نہیں ہے اسی طرح اسلاف حصولِ علم نحو ولغت میں مشغول نہ ہوئے تھے کیونکہ عربی ان کی اپنی زبان تھی اورانہیں ان علوم میں سرکھپانے کی حاجت نہ تھی لیکن آج (ہمارے زمانے میں) عربی زبان کاعلم باقاعدہ حاصل کرنا واجب ہوگیاکیونکہ سابقہ اہل عرب کازمانہ بہت دور چلاگیا۔

ہمارے اس قول کے شواہد بہت ہیں۔

اسی پرایک معین امام کی تقلید کے واجب ہونے کوبھی قیاس کرناچاہیئے“۔ (فقہی اختلافات کی اصلیت اردو ترجمہ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف: ص۷۰-۷۲)

یا امام احمدؒ کے مسلک کی طرف منسوب ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

۱۔ طبقۂ عوام۔ جن کا امام شافعی کی تقلید کرنا ان مجتہدین کے توسط سے ہوتا ہے (جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہوتے ہیں)۔

۲۔ وہ لوگ جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوتے ہیں اگرچہ وہ شخص جو درجۂ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو وہ کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتا مگر اس کے باوصف وہ ایک امام کی طرف منسوب ہوتا ہے کیونکہ وہ اجتہاد کے طریقے' ادلّہ کے استعمال اور ان کی باہمی ترتیب کا وہی انداز اختیار کرتا ہے جو اس امام کا طریقہ ہوتا ہے۔

۳۔ طبقہ متوسطین۔ وہ لوگ جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے لیکن اجتہاد کے وہ اصول ان کے سامنے ہوتے ہیں اور وہ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ جو مسئلہ (امام کے اقوال میں) تصریح کے ساتھ نہیں آیا اسکو امام کے واضح کردہ اقوال پر قیاس کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ بھی امام کے مقلد ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ عالم لوگ بھی جو ان کے مستنبط اقوال کو اختیار کرتے ہیں تاہم ان اصحاب کو یہ حیثیت حاصل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے کیونکہ وہ خود دوسرے کے مقلد ہیں۔ ختم شد کلام الانوار۔

(ان دلائل کی روشنی میں کہ ابتدائی دو صدیوں میں کسی معیّن فقہی مذہب کو اختیار کرنے کا دستور نہ تھا اور تیسری صدی میں کسی نہ کسی معیّن فقہی مذہب کو اختیار کرنا عام ہو گیا اور یہ چیز ایک امرِ واجب قرار پائی)۔ کہا جا سکتا ہے کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں کوئی چیز واجب نہ ہو اور دوسرے وقت وہی چیز واجب ہو جائے درآنحالیکہ شریعت ایک ہی ہے؟

یہ اعتراض کہ مجتہد مستقل کی اقتدا پہلے واجب نہ تھی پھر واجب ہو گئی اس میں تناقض (تضاد) ہے جو اپنی نفی خود کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "امرِ واجب دراصل یہ ہے کہ امت میں کوئی شخص ایسا ہو جو فروعی احکامِ شریعت کا علم اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ رکھتا ہو اس پر سب اہل حق متفق ہیں۔ اور جس بات پر کوئی امر واجب موقوف ہوتا ہے وہ بات بھی واجب ہوتی ہے اور جب ادائے واجب کے متعدد طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک طریقہ کو اختیار کرنا واجب ہو گا اس کے لئے کسی خاص طریقہ کا تعین لازم نہیں۔ اگر اس کا ایک ہی طریقہ ہو تو خاص اس طریقہ کا حصول واجب ہو گا۔ جیسا کہ ایک شخص بھوک کی شدت میں مبتلا ہو اور اس کے باعث اسے ہلاکت کا ڈر ہو اور بھوک دور کرنے کے مختلف طریقے اس کے بس میں ہوں مثلاً کھانا خرید سکتا ہو' جنگل سے پھل توڑ سکتا ہو اور کھانے والے جانور کا شکار کر سکتا ہو تو اس کے لئے ان متعدد طریقوں میں سے بلا تعین کسی ایک کو اختیار کرنا واجب ہو گا لیکن اگر وہ شخص ایسے مقام پر ہو جہاں نہ شکار ہو نہ پھل تو اس کے لئے ایک ہی طریقہ کہ مال خرچ کر کے کھانا خریدے واجب ہے۔

اسی طرح اسلاف کے پاس اس واجب اصلی (یعنی اجتہاد) کو حاصل کرنے کے چند طریقے تھے اور ان طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کو اختیار کرنا واجب تھا کسی خاص طریقہ کا تعین ضروری نہ تھا پھر جب سوائے ایک طریقے کے باقی طریقے ختم ہو گئے تو یہی مخصوص طریقہ واجب رہا۔

چنانچہ سلف میں حدیثیں نہیں لکھی جاتی تھیں لیکن آج احادیث کا لکھنا واجب ہے کیونکہ آج ان کتب احادیث کے سوا حدیثوں کی روایت کی اور کوئی صورت نہیں ہے اسی طرح اسلاف حصولِ علم نحو و لغت میں مشغول نہ ہوتے تھے کیونکہ عربی ان کی اپنی زبان تھی اور انہیں ان علوم میں سر کھپانے کی حاجت

۶۲

نہ تھی لیکن آج (ہمارے اس زمانے میں) عربی زبان کا علم باقاعدہ حاصل کرنا واجب ہو گیا کیونکہ سابقہ اہل عرب کا زمانہ بہت دُور چلا گیا۔ ہمارے اس قول کے شواہد بہت ہیں۔

اسی پر ایک معیّن امام کی تقلید کے واجب ہونے کو بھی قیاس کرنا چاہیئے کہ ایک معیّن امام کی تقلید کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی مثلاً اگر ایک جاہل شخص ہندوستان یا ماوراء النہر کے کسی خطّہ میں ہو اور اسکے قریب کوئی شافعیؒ، مالکیؒ یا حنبلیؒ عالم موجود نہ ہو نہ ان کے مسالکِ فقہ کی کوئی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس سے باہر جانا اس کے لئے حرام ہو گا اس لئے کہ اس وقت اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے نکال لے گا اور شترِ بے مہار بن کر رہ جائے گا بخلاف اس کے اگر وہ حرمین میں ہو تو چونکہ وہاں اسے تمام مذاہب فقہ کی معرفت میسّر ہو گی اس لئے اس کے لئے یہ کافی نہیں کہ وہ کسی غیر معتبر مسلک اور ظنّی بات پر عمل کرے نہ وہ عوام کی زبان سے نکلی ہوئی سنی سنائی پر عمل کرے اور نہ کسی غیر معروف کتاب سے کوئی قول اختیار کرے۔ یہ تمام باتیں کنز الدقائق کی شرح نہر الفائق میں موجود ہیں۔

واضح ہو کہ مجتہد مطلق وہ شخص ہو سکتا ہے جو ان پانچ علوم میں کامل ہو چنانچہ نوویؒ نے اپنی کتاب "المنہاج" میں کہا ہے۔ قاضی ہونے کی شرائط یہ ہیں۔ ۱۔ مسلمان ہو ۲۔ مکلّف ہو ۳۔ آزاد ہو ۴۔ مرد ہو ۵۔ عادل ہو ۶۔ سننے، دیکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور کافی رکھتا ہو (یعنی ایسا مرد جو فیصلہ کی صلاحیّت تامّہ رکھنے والا ہو) اور بالآخر یہ کہ اجتہاد کر سکتا ہو یعنی جو قرآن وحدیث کے ان حصّوں کی جن کا تعلق احکام سے ہے، معرفت

یہی وہ بات ہے جس کی طرف حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا کہ تقلید شخصی کا وجوب کوئی شرعی حکم نہیں بلکہ ایک انتظامی فتویٰ ہے۔

اس کی ایک واضح نظیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع قرآن کا واقعہ ہے، جب انہوں نے قرآنِ حکیم کا ایک رسم الخط متعین کر دیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پہلے قرآنِ حکیم کو کسی بھی رسم الخط کے مطابق لکھا جا سکتا تھا کیونکہ مختلف نسخوں میں سورتوں کی ترتیب بھی مختلف تھی اور اس ترتیب کے مطابق قرآنِ حکیم لکھنا جائز تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک شدید فتنہ کے سدباب کے لئے پوری امت کی اجتماعی مصلحت کے پیشِ نظر اس اجازت کو ختم فرما کر قرآن کریم کے ایک رسم الخط اور ایک ترتیب کو متعین کر کے امت کو اس پر متفق و متحد کر دیا اور امت میں اسی کی اتباع پر اجماع ہو گیا۔ بالکل یہی معاملہ تقلید شخصی کا بھی ہے، کہ ایک عظیم فتنہ کے سدباب کے لئے اس کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

آج کل کے غیر مقلدین حضرات، درحقیقت تو ان میں کوئی ایک بھی غیر مقلد نہیں ہے بلکہ سب کے سب مقلد ہی ہیں جو آج کل کے چند جہلاء کی تقلید کرتے ہیں اور ان جہلاء کو شیخ کے لقب سے پکارتے ہیں۔ کوئی بھی جاہل شخص جو فقہ حنفی یا امام اعظم ابو حنیفہؒ یا کسی اور حنفی عالم کے خلاف کچھ واہیات باتیں بولتا یا لکھتا ہے اور قرآن وحدیث کی غلط تشریحات بیان کرتے ہوئے مقلدین کو ان آیات واحادیث کا مصداق ٹھہرانے کی ناکام کوشش کرتا ہے تو وہ ان کے نزدیک شیخ بن جاتا ہے۔ لیکن اس پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بالکل اسی طرح صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی خوارج کا فرقہ وجود میں آیا تھا جو قرآن کی آیات پڑھ کر صحابہ کرامؓ کی نفی کرتا تھا اور حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا تھا اور اس کی دلیل قرآنِ کریم کی اس آیت سے دیا کرتا تھا کہ "إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ"، "حکومت صرف اللہ کی ہے" یعنی خلافت کسی کی نہیں چلے گی۔ بالکل اسی طرح اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایسے فرقے وجود میں آتے رہے ہیں جو قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کو بنیاد بنا کر اپنی جہالت کے سبب اہل علم سے اختلاف کرتے رہے ہیں۔ ایسے باطل فرقوں کے رد میں شیخ الاسلام ابن تیمیۃ اور ابن القیم رحمھما اللہ تعالیٰ کے شاگردِ خاص حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ نے ساتویں صدی ہجری میں ایک مستقل انتہائی لطیف ومفید رسالہ لکھ کر ہر دور کے جاہلین خصوصاً آج کے دور کے غیر مقلدین حضرات پر زبردست رد کیا ہے، اس رسالہ کا نام ہے "الرد علی من اتبع غیر المذاهب الاربعہ" یعنی ان لوگوں پر رد جو مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے علاوہ کسی اور کی اتباع کرتے ہیں۔

حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۵) نے "الرد علی من اتبع غیر المذاهب الاربعہ" ان لوگوں کی رد وتردید میں لکھی ہے جو فروعی واجتہادی مسائل میں مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے علاوہ کسی اور کی اتباع کرتے ہیں، اور پھر جو لوگ صرف یہی نہیں کہ مذاہب اربعہ کی اتباع نہیں کرتے بلکہ ساتھ ہی دن رات ان پر لعن طعن بھی کرتے ہیں تو ایسے لوگ کتنے خطرے ونقصان میں ہیں وہ بالکل واضح ہے۔

حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "فاقتضت حكمة الله سبحانه أن ضبط الدين وحفظه بأن نصب للناس أئمة مجتمعاً على علمهم ودرايتهم وبلوغهم الغاية المقصودة في مرتبة العلم بالأحكام والفتوى من أهل الرأي والحديث فصار الناس كلهم يعولون في الفتاوى عليهم ويرجعون

في معرفة الأحكام إليهم وأقام الله من يضبط مذاهبهم ويحرّر قواعدهم، حتى ضبط مذهب كل إمام منهم وأصوله وقواعده وفصوله حتى ترد إلى ذلك الأحكام ويضبط الكلام في مسائل الحلال والحرام وكان ذلك من لطف الله بعباده المؤمنين ومن جملة عوائده الحسنة في حفظ هذا الدين ولولا ذلك لرأى الناس العجاب مِن كل أحمق متكلف معجبٍ برأيه جريءعلى الناس وثّاب فيدعي هذا أنه إمام الأئمة ويدعي هذا أنه هادي الأمة وأنه هوالذي ينبغي الرجوع دون الناس إليه والتعويل دون الخلق عليه ولكن بحمد الله ومنته انسد هذا الباب الذي خطره عظيم وأمره جسيم وانحسرت هذه المفاسد العظيمة وكان ذلك من لطف الله تعالى لعباده وجميل عوائده وعواطفه الحميمة ومع هذا فلم يزل يظهر من يدعي بلوغ درجة الاجتهاد ويتكلم في العلم من غير تقليدٍ لأحد من هؤلاء الأئمة ولا انقياد فمنهم من يسوغ له ذلك لظهور صدقه فيما ادعاه ومنهم من رد عليه قوله وكذب في دعواه وأما سائر الناس ممن لم يصل إلى هذه الدرجة فلا يسعه إلا تقليد أولئك الأئمة والدخول فيما دخل فيه سائر الأمة"۔

"اللہ تعالی کی حکمت ہے کہ اس کے دین کی حفاظت و ضبط اس طرح ہوئی کہ لوگوں کے لیے آئمہ کرام کھڑے کیے جن کا علم و فضل اور درایت احکام وفتویٰ میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہے وہ آئمہ اہل رائے میں بھی ہوئے اور اہل حدیث یعنی محدثین میں بھی، اس طرح سب لوگ ان کے فتاویٰ پر چلنے لگے اور احکام معلوم کرنے کے لیے ان آئمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی نے ایسے افراد پیدا کیے جنہوں نے ان کے مذاہب کواحاطہ تحریر میں لایا اور ان کے قواعد لکھے حتیٰ کہ ہر ایک امام کا مسلک اور اس کے اصول و قواعد اور فصول مقرر کردیۓ گۓ کہ احکام معلوم ہوں اور حلال وحرام کے مسائل معلوم وضبط کیے جاسکیں یہ اللہ تعالی کی اپنے بندوں پر مہربانی و رحمت تھی اور اس دین کی حفاظت میں ایک اچھا احسان تھا، اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ ہر احمق کی جانب سے عجیب وغریب اشیاء دیکھتے جو بڑی جرأت کے ساتھ اپنی احمقانہ رائے لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرتا، اور اس رائے پر فخر بھی کرتا، اور امت کے امام ہونے کا دعویٰ کر دیتا، اور یہ باور کراتا کہ وہ اس امت کا راہنما ہے، اور لوگوں کی اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے،کسی اور کی جانب نہیں لیکن اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اس خطرناک دروازے کو بند کر دیا، اور ان عظیم خرابیوں کو جڑ سے کاٹ پھینکا، اور یہ بھی اللہ کی اپنے بندوں پر مہربانی ہے لیکن اس کے باوجود ایسے افراد اب تک ظاہر ہوتے اورسامنے آتے رہتے ہیں جو اجتہاد کے درجہ تک پہنچنے کا دعویٰ کرتے، اور ان آئمہ اربعہ کی تقلید کیے بغیر علم میں باتیں کرتے ہیں، اور باقی سارے لوگ جو اس درجہ تک نہیں پہنچے انہیں ان چاروں کی تقلید کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، بلکہ جہاں ساری امت داخل ہوئی ہے انہیں بھی داخل ہونا ہوگا"۔ (الرد علی من اتبع غیر المذاہب الاربعۃ: ص ۲۶-۲۸)

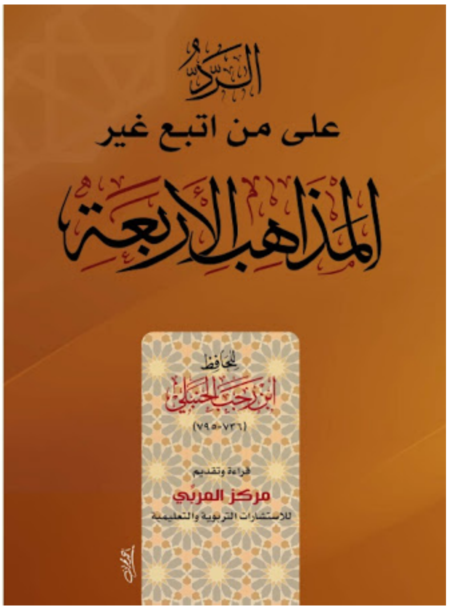

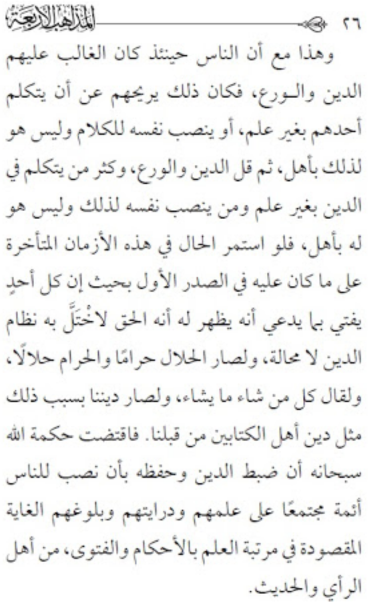
٢٦ المذاهب الأربعة

وهذا مع أن الناس حينئذ كان الغالب عليهم الدين والـورع، فكان ذلك يريحهم عن أن يتكلم أحدهم بغير علم، أو ينصب نفسه للكلام وليس هو لذلك بأهل، ثم قل الدين والورع، وكثر من يتكلم في الدين بغير علم ومن ينصب نفسه لذلك وليس هو له بأهل، فلو استمر الحال في هذه الأزمان المتأخرة على ما كان عليه في الصدر الأول بحيث إن كل أحدٍ يفتي بما يدعي أنه يظهر له أنه الحق لاخْتَلَّ به نظام الدين لا محالة، ولصار الحلال حرامًا والحرام حلالًا، ولقال كل من شاء ما يشاء، ولصار ديننا بسبب ذلك مثل دين أهل الكتابين من قبلنا. فاقتضت حكمة الله سبحانه أن ضبط الدين وحفظه بأن نصب للناس أئمة مجتمعًا على علمهم ودرايتهم وبلوغهم الغاية المقصودة في مرتبة العلم بالأحكام والفتوى، من أهل الرأي والحديث.

فصار الناس كلهم يعولون في الفتاوى عليهم، ويرجعون في معرفة الأحكام إليهم وأقام الله من يضبط مذاهبهم ويحرر قواعدهم، حتى ضبط مذهب كل إمام منهم وأصوله وقواعده وفصوله، حتى تُرَدَّ إلى ذلك الأحكامُ وينضبط الكلام في مسائل الحلال والحرام.

وكان ذلك من لطف الله بعباده المؤمنين، ومن جملة عوائده الحسنة في حفظ هذا الدين، ولولا ذلك لرأى الناس العجب العجاب، من كل أحمقَ متكلفٍ معجبٍ برأيه جريء على الناس وثّاب، فيدعي هذا أنه إمام الأئمة، ويدعي هذا أنه هادي الأمة وأنه هو الذي ينبغي الرجوع دون الناس إليه والتعويل دون الخلق عليه.

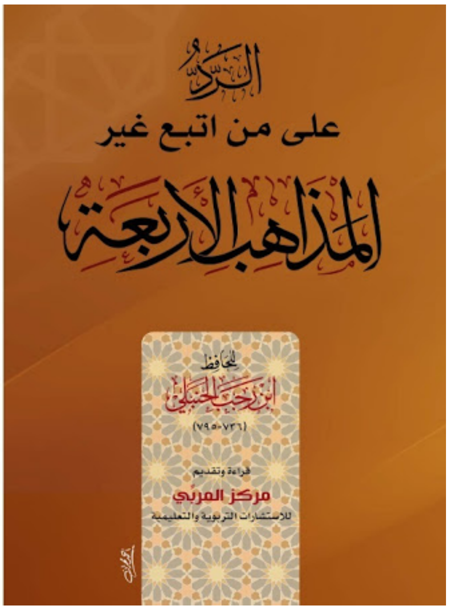

ولكن بحمد الله ومنته انسدَّ هذا الباب الذي خطره عظيم وأمره جسيم، وانحسمت هذه المفاسد العظيمة، وكان ذلك من لطف الله تعالى بعباده وجميل عوائده وعواطفه العميمة.

ومع هذا فلم يزل يظهر من يدعي بلوغ درجة الاجتهاد، ويتكلم في العلم من غير تقليد لأحد من هؤلاء الأئمة ولا انقياد.

فمنهم من يسوغ له ذلك لظهور صدقه مما ادعاه، ومنهم من رُدَّ عليه قولُه وكُذِّب في دعواه، وأما سائر الناس ممن لم يصل إلى هذه الدرجة فلا يسعه إلا تقليد أولئك الأئمة، والدخول فيما دخل فيه سائر الأمة.

فإن قال أحمق متكلف: كيف يحصر الناس في أقوال علماء معيَّنين ويمنع من الاجتهاد أو من تقليد غير أولئك من أئمة الدين؟

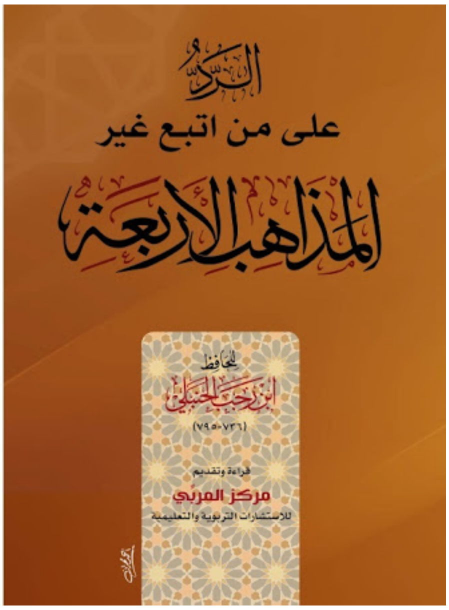

سبحان اللہ حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ کے اس تبصرے کا ایک ایک لفظ مبنی بر حقیقت اور کھلا اور واضح پیغام حق ہے اور مذاہب ائمہ اربعہ سے بغاوت کی صورت میں جن خدشات وخطرات کے واقع ہونے کی طرف ابن رجب رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے آج کے دور میں ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

۱۔ جیساکہ شیعہ حضرات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تقلید کا انکار کرتے ہوئے متعہ کے حرام ہونے اورامی عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقام ومرتبہ پر صحابہ کرامؓ کے ہونے والے اجماع کا انکار کیا۔

۲۔ مرزاغلام احمد قادیانی نے تقلید کا انکار کرتے ہوئے ختم نبوت کا انکار کیااور صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، مفسرینؒ اور محدثینؒ سمیت پوری امت مسلمہ کے ہونے والے اجماع کا انکار کر کیا۔

۳۔ اسی طرح منکرین حدیث نے ائمہ محدثین کی تقلید کاانکار کرتے ہوئے کتب احادیث بلکہ سرے سے احادیث کا ہی انکار کر دیااوراحادیث کے حجت شرعی ہونے پرامت مسلمہ کے ہونے والے اجماع کا انکار کیا۔

۴۔ بالکل ویسے ہی غیر مقلدین حضرات نے ائمہ مجتہدین کی تقلید کا انکار کرتے ہوئے طلاق ثلاثہ، بیس رکعات تراویح اور عامی شخص پر تقلید کے واجب ہونے پر خیر القرون کے زمانے سے چلے آنے والے اجماع کا انکار کر کیا۔

۵۔ پھر ان ہی میں سے پیداہونے والے فرقہ غیر مقلدین جماعت المسلمین (مسعودی فرقے) نے ائمہ مجتہدین کے ساتھ ساتھ ائمہ محدثین کی تقلید کا بھی انکار کرتے ہوئے بخاری و مسلم کے "اصح الکتاب بعد الکتاب اللہ " (قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب) ہونے پر ۱۲۰۰ سالوں سے چلے آنے والے اجماع کاانکار کیااور بخاری ومسلم کی مرسل اور مدلس روایات کو ضعیف قرار دیا۔

۶۔ بالکل اسی طرح موجودہ دور میں پروفیسر غامدی صاحب نے بھی تقلید کا انکار کرتے ہوئے قربِ قیامت میں نزولِ حضرت عیسیٰؑ، رجم کی سزا، داڑھی

اوردیگر احکامات کے وجوب پر خیر القرون کے زمانے سے چلے آنے والے اجماع کا انکار کیا۔

مندرجہ بالاتمام باطل فرقے تقلید کا انکار کرنے کے بعد ہی وجود میں آئے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی شخص مجتہدین کی تقلید کا انکار کرتا ہے تو پھر محدثین، مفسرین حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ کی تقلید کا بھی انکار کربیٹھتا ہے کیونکہ اس کا ہر شخص پر سے اعتماد ختم ہوجاتاہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ جب مجتہدین سے اجتہاد کرنے میں غلطی ہوسکتی ہے توپھر محدثین سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینے میں اور کسی راوی کو ثقہ یا کذاب کہنے میں بھی غلطی ہوسکتی ہے اور کسی مفسر سے تفسیر قرآن کے سمجھنے اور بیان کرنے میں بھی غلطی ہوسکتی ہے۔

حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ ایک سوال نقل کرتے ہیں اورخود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فإن قيل: فما تقولون في نهي الإمام أحمد وغيره من الأئمة عن تقليدهم وكتابة كلامهم، وقول الإمام أحمد: لا تكتب كلامي ولا كلام فلان وفلان، وتعلم كما تعلمنا۔ وهذا كثير موجود في كلامهم؟

قيل: لا ريب أن الإمام أحمد رضي الله عنه كان ينهى عن آراء الفقهاء والاشتغال بها حفظاً وكتابة ويأمر بالاشتغال بالكتاب والسنة حفظاً وفهماً وكتابة ودراسة وبكتابة آثار الصحابة والتابعين دون كلام مَن بعدهم ومعرفة صحة ذلك من سقمه والمأخوذ منه والقول الشاذ المطرح منه ولا ريب أن هذا مما يتعين الاهتمام به والاشتغال بتعلمه أولاً قبل غيره فمن عرف ذلك وبلغ النهاية من معرفته كما أشار إليه الإمام أحمد فقد صارعلمه قريباً من علم أحمد فهذا لا حجرعليه ولا يتوجه الكلام فيه إنما الكلام في منع من لم يبلغ هذه الغاية ولا ارتقى إلى هذه النهاية ولا فهم من هذا إلا النزر اليسير كما هو حال أهل هذا الزمان بل هو حال أكثر الناس منذ أزمان مع دعوى كثير منهم الوصول إلى الغايات والانتهاء إلى النهايات وأكثرهم لم يرتقوا عن درجة البدايات“۔ ”اگر یہ کہا جائے کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے جو اپنی کتاب اور کلام میں تقلید کرنے سے منع کیا ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟اور پھر امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے میرا اور فلان اور فلان کا کلام مت لکھو، بلکہ جس طرح ہم نے سیکھا ہے اور تعلیم حاصل کی ہے اس طرح تم بھی تعلیم حاصل کرو ائمہ کی کلام میں یہ بہت موجود ہے؟

اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ بلاشک و شبہ امام احمد رحمہ اللہ فقہاء کی آراء لکھنے اور حفظ کرنے میں مشغول ہونے سے منع کیا کرتے تھے بلکہ کہتے کہ کتاب و سنت کی فہم اور تعلیم و تدریس اور حفظ میں مشغول ہوا جائے اور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے آثار لکھا کریں ان کے بعد والوں کی نہیں اور اس میں سے صحیح اور ضعیف شاذ و مطروح قول کو معلوم کریں بلاشک اس سے یہ تعین ہو جاتا ہے کہ کتاب و سنت کی تعلیم کا اہتمام کرنا کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے سے بہتر ہے بلکہ پہلے اس کی تعلیم حاصل کی جائے۔ لٰہذا جو یہ جان لے اور اس کی معرفت کی انتہاء تک پہنچ جائے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے تو اس کا علم تقریباً امام احمد رحمہ اللہ کے قریب ہو گیا تو اس پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کلام کیاجارہا ہے، بلکہ کلام تو اس شخص کے متعلق ہے جو اس درجہ تک نہیں پہنچا اورنہ ہی وہ اس کی انتہاء کو پہنچا ہے اور نہ اس نے کچھ سمجھا ہے ہاں تھوڑا سا علم ضرور ہے جیسا کہ اس دور کے لوگوں کی حالت ہے بلکہ کئی زمانوں سے اکثر لوگوں کا یہی حال ہے وہ انتہاء درجہ تک پہنچنے اورغایت کو پانے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ توابتدائی درجات تک بھی نہیں پہنچ سکے“۔ (الرد علی من اتبع غیر المذاھب الاربعۃ: ص ۳۵-۳۶)

المذاهب الأربعة ٣٥

وعلامة صحة دعواه: أن يستقل بالكلام في المسائل كما استقل غيره من الأئمة، ولا يكون كلامه مأخوذًا من كلام غيره، فأما من اعتمد على مجرد نقل كلام غيره، إما حكمًا أو حكمًا ودليلًا كان غاية جهده أن يفهمه، وربما لم يفهمه جيدًا أو حرفه وغيره، فما أبعد هذا عن درجة الاجتهاد كما قيل:

فدع عنك الكتابة لست منها
ولو سودت وجهك بالمداد

فإن قيل: فما تقولون في نهي الإمام أحمد وغيره من الأئمة عن تقليدهم وكتابة كلامهم، وقول الإمام أحمد: لا تكتب كلامي ولا كلام فلان وفلان، وتعلم كما تعلمنا، وهذا كثير موجود في كلامهم، قيل: لا ريب أن الإمام أحمد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كان ينهى عن آراء الفقهاء والاشتغال بها حفظًا وكتابة ويأمر بالاشتغال

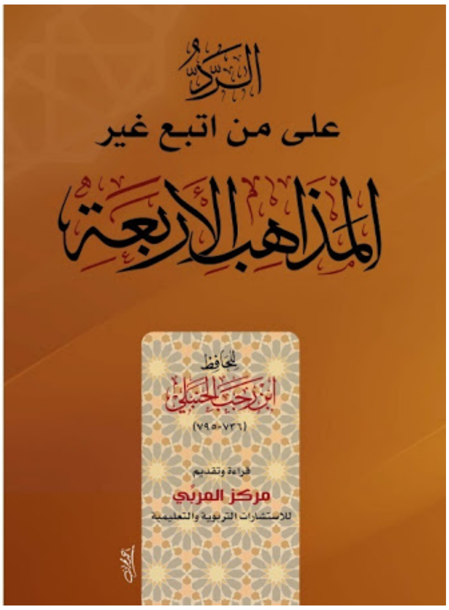

٣٦ المذاهب الأربعة

بالكتاب والسنة حفظًا وفهمًا وكتابة ودراسة، وبكتابة آثار الصحابة والتابعين دون كلام من بعدهم ومعرفة صحة ذلك من سقمه والمأخوذِ منه قولُ الشاذ المطرح منه.

ولا ريب أن هذا مما يتعين الاهتمام به والاشتغال بتعلمه أولًا قبل غيره، فمن عرف ذلك وبلغ النهاية من معرفته كما أشار إليه الإمام أحمد، فقد صار علمه قريبًا من علم أحمد، فهذا لا حجر عليه ولا يتوجه الكلام فيه، إنما الكلام منعُ من لم يبلغ هذه الغاية ولا ارتقى إلى هذه النهاية ولا فهم من هذا إلا النزر اليسير، كما هو حال أهل هذا الزمان، بل هو حال أكثر الناس منذ أزمان، مع دعوى كثير منهم الوصول إلى الغايات والانتهاء إلى النهايات، وأكثرهم لم يرتقوا عن درجة البدايات.

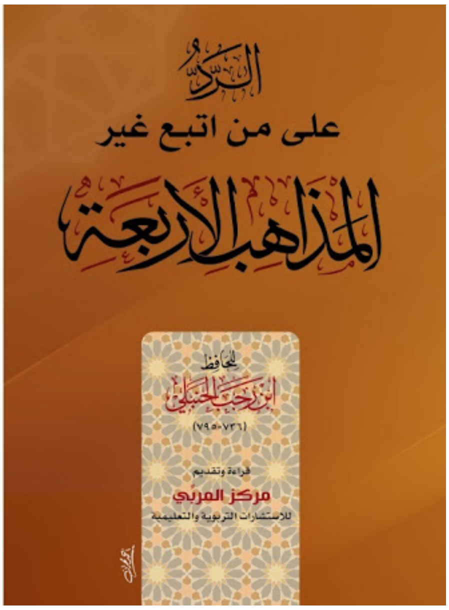

حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۵) نے اس رسالہ میں دو اہم فیصلے سنائے ہیں:

ا۔ فروعی مسائل میں صرف اور صرف مذاہب الاربعہ کی اتباع

۲۔ غیر مذاہب الاربعہ کی اتباع نہ کرنا

کسی مسلمان کے لیئے یہ جائز نہیں ہے کہ فروعی مسائل میں مذاہب الاربعہ کے علاوہ کسی اور کو اختیار کرے، لہٰذا ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ نے اپنے اس فیصلے پر کئی دلائل پیش کئے ہیں، مثلاً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لوگوں کو صرف مصحف عثمانی کی قراءت پر جمع کرنا، جب انھوں نے دیکھا کہ اب مصلحت ومنفعت اسی میں ہے،کیونکہ لوگوں کو اگر آزاد چھوڑدیا جائے تومختلف مفاسد ومہالک وخطرات میں مبتلاہوجائیں گے، لہٰذااحکام کے مسائل اور حلال وحرام کے فتاویٰ کا بھی یہی حال ہے، پھراس دعویٰ پر ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ نے کئی دلائل ذکرکئے مثلاً:

ا۔اگرلوگوں کو معدود ومشہورائمہ (یعنی ائمہ اربعہ) کے اقوال پر جمع نہ کیا جائے تو دین میں فساد واقع ہوجائے گا۔

۲۔ ہر اَحمق بے وقوف وجاہل اپنے آپ کو مجتہدین کے زمرہ میں شمار کرے گا۔

۳۔ کبھی کوئی جھوٹا قول کوئی بات مُتقدمین سلف کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

۴۔اور کبھی کوئی تحریف کرکے ان کی طرف منسوب کیا جائے گا، اور کبھی یہ قول بعض سلف کی خطاء ولغزش ہوگی جس کے ترک کرنے اور چھوڑنے پر مسلمانوں کی ایک جماعت کا اجتماع ہوگا۔

۵۔ لہٰذا مصلحت کا تقاضا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر میں مقرر ہوچکا ہے یعنی لوگوں کو مش ہورائمہ (یعنی ائمہ اربعہ) رضی اللہ عنہم اجمعین کے مذاہب پر جمع کیا جائے۔

ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ ایک اعتراض نقل کرتے ہیں وہ یہ کہ ممکن ہے کہ حق ائمہ اربعہ کے اقوال سے خارج ہو ؟

پھرابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ نے اس شبہ کے واقع ہونے کاانکارکیا ہے کہ حق ائمہ اربعہ کے اقوال سے خارج ہو، اوراس کی دلیل یہ دی کہ کیونکہ ”لأن الأمة لا تجتمع على ضلالة“، ”امت مسلمہ کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی“۔

على مذاهب هؤلاء الأئمة المشهورين رضي الله عنهم أجمعين.

فإن قيل: الفرق بين جمع الناس على حرفٍ واحد من الأحرف السبعة من أحرف القرآن وبين جمعهم على أقوال فقهاء أربعة أن تلك الحروف السبعة كانت يقال: معناها واحد أو متقارب، والمعنى حاصل بهذا الحرف، وهذا بخلاف قول الفقهاء الأربعة، فإنه يجوز أن يتفقوا على شيء ويكون الحق خارجًا عنهم.

قيل: هذا قد منعه طائفة من العلماء، وقالوا: إن الله لم يكن ليجمع هذه الأمة على ضلالة.

وفي ذلك أحاديث متعددة تعضد ذلك.

وعلى تقدير تسليمه، فهذا إنما يقع نادرًا ولا يطلع عليه إلا مجتهد وصل إلى أكثر مما وصلوا إليه، وهذا أيضًا مفقود أو نادر.

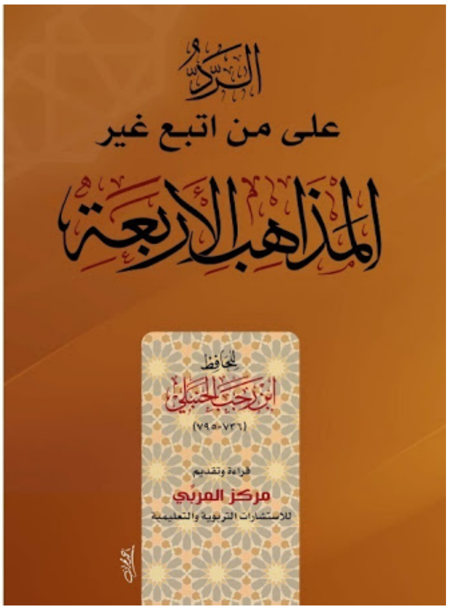

وإذا كان عمر قد أنكر على هشام بن حكيم بن حزام على عهد النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في آية أشد الإنكار، وأُبيّ بن كعب حصل له بسبب اختلاف القرآن ما أخبر به عن نفسه من الشك، وبعض من كان يكتب الوحي للنبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ممن لم يرسخ الإيمان في قلبه ارتد بسبب ذلك حتى مات مرتدًا، هذا كله في عهد النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فكيف الظن بالأمة بعده أن لو بقي الاختلاف في ألفاظ القرآن بينهم؟ فلهذا ترك جمهور علماء الأمة القراءة بما عدا هذا الحرف الذي جمع عثمان عليه المسلمين، ونهوا عن ذلك، ورخص فيه نفر منهم، وحكي رواية عن أحمد ومالك مع اختلاف عنهما على ذلك به في الصلاة وغيرها أم خارج الصلاة فقط.

وبكل حال، فلا تختلف الأمة أنه لو قرأ أحد بقراءة ابن مسعود ونحوها مما يخالف هذا المصحف المجتمع عليه، وادعى أن ذلك الحرف الذي قرأ به هو حرف

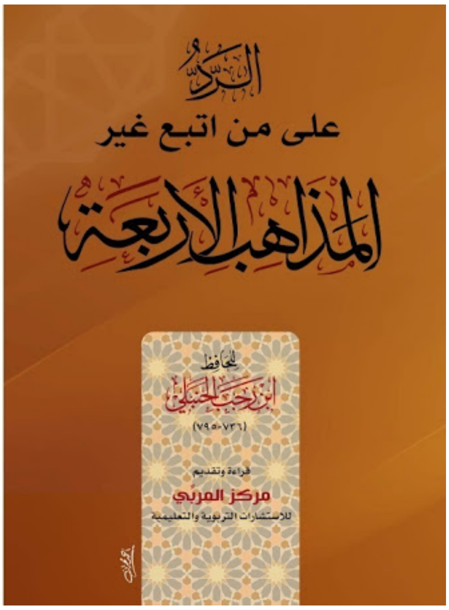

زيد بن ثابت الذي جمع عليه عثمان الأمة، أو أنه أولى بالقراءة من حرف زيد لكان ظالمًا متعديًا مستحقًا للعقوبة، هذا لا يختلف فيه اثنان من المسلمين.

إنما محل الخلاف: إذا قرأ بحرف ابن مسعود ونحوه مع اعترافه أنه حرف ابن مسعود المخالف لمصحف عثمان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

وأما سنة النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فإنها كانت في أول الأمة تحفظ في الصدور كما يحفظ القرآن، وكان من العلماء من يكتبها كالمصحف ومنهم من ينهى عن كتابتها، ولا ريب أن الناس يتفاوتون في الحفظ والضبط تفاوتًا كثيرًا.

ثم حدث بعد عصر الصحابة قوم من أهل البدع والضلال، أدخلوا في الدين ما ليس منه وتعمدوا الكذب على النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فأقام الله تعالى لحفظ السنة أقوامًا ميزوا ما دخل فيها من الكذب والوهم

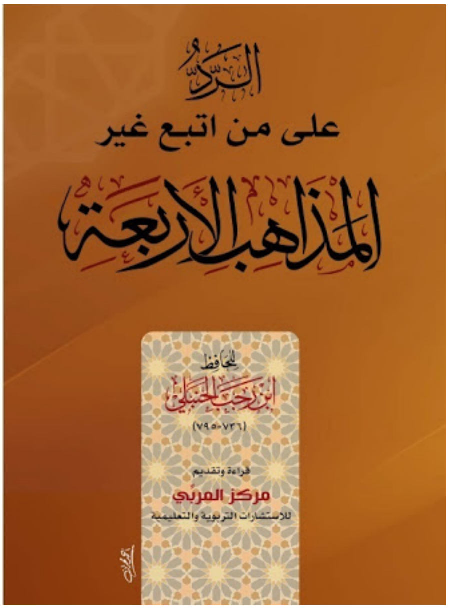

اللہ تعالی کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں تمام ائمہ وعلماء اہل سنت پر کہ ہر مسئلہ میں ہر پہلو اور ہر میدان میں ہماری راہنمائی فرمائی اور تمام فتنوں سے ہمیں پہلے ہی آگاہ وخبردار کیا، حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ کا مبنی بر صدق وحق کلام وتبصرہ آپ نے پڑھ لیا، یقیناًاس کلام میں ہم سب کے لئے اور خصوصاًان نادان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے جنہوں نے دین کے معاملہ ائمہ حق وہدی ائمہ اربعہ کی اتباع چھوڑ کر آج کل کے چند

جاہل لوگوں کی اور نفس وشیطان کی اتباع کا طوق اپنے گلے میں ڈال دیا ہے۔

آئمہ کرام کا حدیث سمجھنے میں اختلاف بالکل اسی طرح سے ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا حدیث سمجھنے میں ہوا تھا۔

”حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَرَى التَّحْصِيبَ سُنَّةً وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْحَصْبَةِ- قَالَ نَافِعٌ قَدْ حَصَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ“۔ ”نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ محصب میں اترنے کو سنت جانتے تھے اور ظہر وہیں پڑھتے تھے نحر کے دن کی۔ نافع نے کہا کہ محصب میں اترے ہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد اترے ہیں خلیفہ آپ کے“۔

”حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ نُزُولُ الأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ إِذَا خَرَجَ“۔ ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محصب میں اترنا کچھ واجب نہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ تو صرف اس لئے وہاں اترے ہیں کہ وہاں سے نکلنا آسان تھا جب مکہ سے آپ نکلے“۔ (صحیح مسلم: کِتَاب الْحَجِّ، بَاب اسْتِحْبَابِ النُّزُولِ بِالْمُحَصَّبِ يَوْمَ، رقم الحدیث: ۳۱۶۸، ۳۱۶۹)

ایک فعل جو رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوا جو ظاہراً دلیل ہے سنّت ہونے کی۔چناچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی بنا پر اسے سنّت کہتے ہیں۔اس کی نسبت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محض اپنی قوت اجتہادیہ سے فرماتی ہیں کہ یہ فعل سنّت نہیں، آپ ﷺ اتفاقاً وہاں ٹھہر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ (رضی اللہ عنھم) مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے۔ اس کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ نمازجنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے، یہ سنّت مقصودہ نہیں، اتفاقاًبطورثنا و دعاء کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذاۃ میں کھڑاہونا قاصدا نہ تھا بلکہ اتفاقاً کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرت بھی قابل ملامت نہیں ہیں۔اس کے برعکس نمازمیں امام کے پیچھے خاموش رہنے پر قرآن کی آیت اوراحادیث بھی اس بات کی گواہی دیتی ہیں۔

”حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ . وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ . عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ"“۔ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ مردے کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب کیا جاتا ہے“۔

”حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُرضى الله عنه- ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَرضى الله عنها- فَقَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ، وَاللَّهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ اللَّهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ- وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِنَّ اللَّهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ"- وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ {وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى}“۔ ”ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس حدیث کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رحمت عمر رضی اللہ عنہ پر ہو۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ مومن پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کرے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نےیوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اورزیادہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت تم کو بس کرتی ہے کہ {کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں}“۔ (صحیح البخاری: كِتَاب الْجَنَائِزِ، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: «يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ» إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ، رقم الحدیث: ۱۲۹۰، ۱۲۸۸)

اس مسئلہ پر ابن عمررضی اللہ عنہ اور امی عائشہ رضی اللہ عنہاکا ایک مشہوراختلاف تھا کہ میت پر اس کے گھروالوں کے نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوگا یا نہیں؟ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہ تھا کہ میت پر اس کے گھروالوں کے نوحہ کرنے سے عذاب نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص صرف اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل قرآن کی اس آیت سے ہے کہ ”وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى۔ [سورة الانعام: ۱۶۴]“کسی پر دوسرے کی کوئی ذمہ داری نہیں اس لئے نوحہ کی وجہ سے جس گناہ کے مرتکب مردہ کے گھروالے ہوتے ہیں اس کی ذمہ داری مردے پر کیسے ڈالی جاسکتی ہے؟ لیکن اس کے برعکس حضرت ابن عمررضی اللہ عنہ کی دلیل یہ حدیث تھی کہ ”کہ مردے کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب کیاجاتا ہے“۔ حدیث واضح اور خاص میت کے لئے تھی اور قرآن میں ایک عام حکم بیان ہواہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب یہ تھا کہ ابن عمررضی اللہ عنہ سے حدیث سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ایک خاص واقعہ سے متعلق تھا، کسی یہودی عورت کے انتقال پر۔ اس پر اصل عذاب کفر کی وجہ سے ہورہا تھالیکن مزید اضافہ گھروالوں کے نوحہ کرنے کی وجہ سے کردیا گیا۔ لہٰذا حضوراکرم ﷺ نے اس موقع پر

جو کچھ فرمایاوہ مسلمانوں کے بارے میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود بھی ائمہ کرام نے حضرت ابن عمررضی اللہ عنہ کے خلاف امی عائشہ رضی اللہ عنہاکے اس استدلال کو تسلیم نہیں کیا۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جس طرح قرآن و حدیث کو سمجھنے میں صحابہ کرامؓ میں اختلافات ہوئے بالکل اسی طرح آئمہ مجتہدین میں بھی قرآن و حدیث کو سمجھنے میں اختلافات ہوئے۔ جس مجتہد کی نظرمیں جو دلیل بہتر تھی اس نے اسی سے استدلال کیا اوربعدمیں ان کے پیروکاروں نے اس مجتہد کے استدلال پر اعتماد کرتے ہوئے اسی پر عمل کیا۔ اسی اعتماد کا دوسرا نام تقلید ہے۔

آئمہ کرام کا حدیث سمجھنے میں اختلاف بالکل اسی طرح سے ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا حدیث سمجھنے میں ہوا تھا۔

”حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَرَى التَّحْصِيبَ سُنَّةً وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْحَصْبَةِ. قَالَ نَافِعٌ قَدْ حَصَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ“ ۔ **”نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ محصب میں اترنے کو سنت جانتے تھے اور ظہر وہیں پڑھتے تھے نحر کے دن کی۔ نافع نے کہا کہ محصب میں اترے ہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد اترے ہیں خلیفہ آپ کے“۔**

”حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ نُزُولُ الأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ إِذَا خَرَجَ“ ۔ **”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محصب میں اترنا کچھ واجب نہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ تو صرف اس لئے وہاں اترے ہیں کہ وہاں سے نکلنا آسان تھا جب مکہ سے آپ نکلے“۔**(صحیح مسلم: کتاب الحج، باب اسْتِحْبَابِ النُّزُولِ بِالْمُحَصَّبِ يَوْمَ، رقم الحدیث: ۳۱۶۸، ۳۱۶۹)

ایک فعل جو رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوا جو ظاہر اً دلیل ہے سنّت ہونے کی۔ چناچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی بنا پر اسے سنّت کہتے ہیں۔ اس کی نسبت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محض اپنی قوت اجتہادیہ سے فرماتی ہیں کہ یہ فعل سنّت نہیں، آپ ﷺ اتفاقاً وہاں ٹھہر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ (رضی اللہ عنھم) مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے۔ اس کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ نماز جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے، یہ سنّت مقصودہ نہیں، اتفاقاً بطور ثنا و دعاء کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذاۃ میں کھڑا ہونا قاصدانہ تھا بلکہ اتفاقاً کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرت بھی قابل ملامت نہیں ہیں۔ اس کے برعکس نماز میں امام کے پیچھے خاموش رہنے پر قرآن کی آیت اور احادیث بھی اس بات کی گواہی دیتی ہیں۔

آئمہ کرام کا حدیث سمجھنے میں اختلاف بالکل اسی طرح سے ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا حدیث سمجھنے میں ہوا تھا۔

”حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ . وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ . عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ"“ ۔ **”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب کیا جاتا ہے“۔**

”حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُرضى الله عنه- ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَرضى الله عنها- فَقَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ، وَاللَّهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ اللَّهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ- وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِنَّ اللَّهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ"- وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ {وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى}“۔ **”ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس حدیث کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رحمت عمر رضی اللہ عنہ پر ہو۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ مومن پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کرے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت تم کو بس کرتی ہے کہ {کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں}“۔**(صحیح البخاری: کِتَابُ الجَنَائِزِ، باب قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: «يُعَذَّبُ المَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ» إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ، رقم الحدیث: ۱۲۹۰، ۱۲۸۸)

جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو اور مجتہد نہ ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں، اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث (محدث) ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے صرف جمع روایات (احادیث) سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَضَّرَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى غَيْرِ فَقِيهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ"۔ ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تروتازہ فرماویں اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو میری حدیث سنے اور اس کو یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچاوے کیونکہ بعض پہنچانے والے علم کے خود فقیہ (سمجھ رکھنے والے) نہیں ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فقیہ (سمجھ رکھنے والے) ہوتے ہیں“۔ (جامع الترمذي: كِتَاب الْجُمُعَةِ: أَبْوَابُ السَّفَرِ، رقم الحدیث: ۲۶۵۷، ۲۶۵۸)

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعض محدث، حافظ الحدیث صاحبِ فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔حافظ القرآن اور حافظ الحدیث ہونا اور بات ہے اور قرآن و حدیث کا فہم حاصل ہونا اور بات ہے۔یہی وجہ ہے کہ محدثین تو بہت سے گزرے ہیں لیکن تمام محدث فقیہ نہیں تھے۔

جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو اور مجتہد نہ ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں، اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث (محدث) ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے صرف جمع روایات (احادیث) سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَضَّرَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى غَيْرِ فَقِيهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ"۔"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تروتازہ فرماویں اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو میری حدیث سنے اور اس کو یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچاوے کیونکہ بعضے پہنچانے والے علم کے خود فقیہ (سمجھ رکھنے والے) نہیں ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فقیہ (سمجھ رکھنے والے) ہوتے ہیں"۔ (جامع الترمذي: كِتَاب الْجُمُعَةِ: أَبْوَابُ السَّفَرِ، رقم الحديث: ۲۶۵۸،۲۶۵۷)

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعض محدث، حافظ الحدیث صاحبِ فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔حافظ القرآن اور حافظ الحدیث ہونا اور بات ہے اور قرآن و حدیث کا فہم حاصل ہونا اور بات ہے۔یہی وجہ ہے کہ محدثین تو بہت سے گزرے ہیں لیکن تمام محدث فقیہ نہیں تھے

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعض حافظ الحدیث صاحبِ فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔حافظ الحدیث ہونا اور بات ہے اور حدیث کا فہم حاصل ہونا اور بات ہے۔

"عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، قَالَ عَطَاءٌ: فَقُلْتُ: إِنَّمَا طَلَاقُ الْبِكْرِ وَاحِدَةٌ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: "إِنَّمَا أَنْتَ قَاصٌّ، الْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا، وَالثَّلَاثَةُ تُحَرِّمُهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ""۔

" عطا بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبدللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو قبل صحبت تین طلاق دیں، تو عطا (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے کہ تم تو نرے واعظ آدمی ہو (یعنی فتویٰ دینا کیا جانو)،ایک طلاق سے تو وہ بائن ہوجاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرانے تک حرام ہوجاتی ہے"۔ (موطأ مالك رواية يحيي الليثي: كِتَاب الطَّلَاقِ:بَابُ طَلَاقِ الْبِكْرِ، رقم الحديث: ۱۱۷۱)(تیسیر کلکتہ: صفحہ نمبر ۳۱۴)

حضرت عطا (رح) کے فتویٰ کو، باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے، حضرت عبداللہ ؓ نے محض ان کی قوت اجتہادیہ کی کمی سے معتبر و معتدبہ نہیں سمجھا، اور "إنما أنت قاص" سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے۔ آگے اس کی دلیل سنے کے باوجود حافظ الحدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے۔

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعض حافظ الحدیث صاحبِ فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔حافظ الحدیث ہونا اور بات ہے اور حدیث کا فہم حاصل ہونا اور بات ہے۔

"عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، قَالَ عَطَاءٌ: فَقُلْتُ: إِنَّمَا طَلَاقُ الْبِكْرِ وَاحِدَةٌ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: "إِنَّمَا أَنْتَ قَاصٌّ، الْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا، وَالثَّلَاثَةُ تُحَرِّمُهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ""۔
"عطا بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبدللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو قبل صحبت تین طلاق دیں، تو عطا (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے کہ تم تو نرے واعظ آدمی ہو (یعنی فتویٰ دینا کیا جانو)، ایک طلاق سے تو وہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرانے تک حرام ہو جاتی ہے"۔(موطأ مالك رواية يحيي الليثي: كِتَاب الطَّلَاقِ:بَابُ طَلَاقِ الْبِكْرِ، رقم الحديث: ۱۱۷۱)(تیسیر کلکتہ: صفحہ نمبر ۳۱۴)
حضرت عطا (رح) کے فتویٰ کو، باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے، حضرت عبداللہ ؓ نے محض ان کی قوت اجتہادیہ کی کمی سے معتبر و معتدبہ نہیں سمجھا، اور "إنما أنت قاص" سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے۔ آگے اس کی دلیل سنے کے باوجود حافظ الحدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے۔

مجتہد اگر اجتہاد میں غلطی کر جائے تو بھی اُسے ایک اجر ملتاہے جبکہ غیر مجتہد غلطی کر جائے تو اسے گناہ ہو گا۔

”حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ"۔ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقَالَ هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ“۔”نبی ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جب حاکم (مجتہد)کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے اکہرا ثواب ملتا ہے“۔(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ، رقم الحدیث۷۳۵۲)

”حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، -يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ- عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم"مَنْ أَفْتَى"-ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي نُعَيْمَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الطُّنْبُذِيِّ -رَضِيعِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ- قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم"مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ"“۔”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی فتویٰ بغیر علم کے دیا گیا تو اس فتویٰ کا گناہ اس مفتی پر ہو گا جس نے اس کو فتویٰ دیا“۔(رواۃ ابوداوٗد، جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۸۵۴، رقم الحدیث۳۶۵۷)

مندرجہ بالا پہلی حدیث کے مطابق مجتہد یعنی امام شافعیؒ یا امام ابو حنیفہؒ میں سے کسی کا اجتہاد غلطی پر بھی ہوا تو بھی ان کو ایک اجر ملے گا لہٰذا ان کے اس اجتہاد کی پیروی(تقلید)کرنے والے کو بھی ایک اجر ملے گا جبکہ دوسری حدیث کے مطابق بغیر علم کے فتویٰ دینے والا گناہ گار ہو گا لہٰذا بغیر علم کے اجتہاد کرنے والا تو بطریق اولیٰ گناہ گار ہو گا کیونکہ اجتہاد کرنا فتویٰ دینے سے زیادہ بڑا عمل ہے اور اس غیر عالم کے فتویٰ یا اجتہاد کی پیروی(تقلید)کرنے والا بھی گناہ گار ہو گا۔ اس لئے تمام مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ یا تو خود علم دین پر مکمل دسترس حاصل کر کے مجتہد بن جائیں یا پھر کسی ایسے مجتہد کی پیروی (تقلید) کریں جس کے مجتہد ہونے پر امت مسلمہ پچھلے ۱۴۰۰ سالوں سے متفق ہے۔ کیونکہ تقلید کرنے میں خطاء کا امکان کم ہے جبکہ غیر مجتہد کے لئے خطاء کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

مجتہد اگر اجتہاد میں غلطی کر جائے تو بھی ایک اجر ملے گا جبکہ غیر مجتہد غلطی کر جائے تو اسے گناہ ہو گا

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ: ”جب حاکم (مجتہد) کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے اکہرا ثواب ملتا ہے“۔ (صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ، رقم الحدیث ۷۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جو کوئی فتویٰ بغیر علم کے دیا گیا تو اس فتویٰ کا گناہ اس مفتی پر ہو گا جس نے اس کو فتویٰ دیا“۔ (رواۃ ابوداوٗد، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۸۵۴، رقم الحدیث۳۶۵۷)

مندرجہ بالا پہلی حدیث کے مطابق مجتہد یعنی امام شافعیؒ یا امام ابو حنیفہؒ میں سے کسی کا اجتہاد غلطی پر بھی ہوا تو بھی ان کو ایک اجر ملے گا لہٰذا ان کے اس اجتہاد کی پیروی (تقلید) کرنے والے کو بھی ایک اجر ملے گا جبکہ دوسری حدیث کے مطابق بغیر علم کے فتویٰ دینے والا گناہ گار ہو گا لہٰذا بغیر علم کے اجتہاد کرنے والا تو بطریق اولیٰ گناہ گار ہو گا کیونکہ اجتہاد کرنا فتویٰ دینے سے زیادہ بڑا عمل ہے اور اس غیر عالم کے فتویٰ یا اجتہاد کی پیروی (تقلید) کرنے والا بھی گناہ گار ہو گا۔ اس لئے تمام مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ یا تو خود علم دین پر مکمل دسترس حاصل کر کے مجتہد بن جائیں یا پھر کسی ایسے مجتہد کی پیروی (تقلید) کریں جس کے مجتہد ہونے پر امت مسلمہ پچھلے ۱۴۰۰ سالوں سے متفق ہے۔ کیونکہ تقلید کرنے میں خطاء کا امکان کم ہے۔

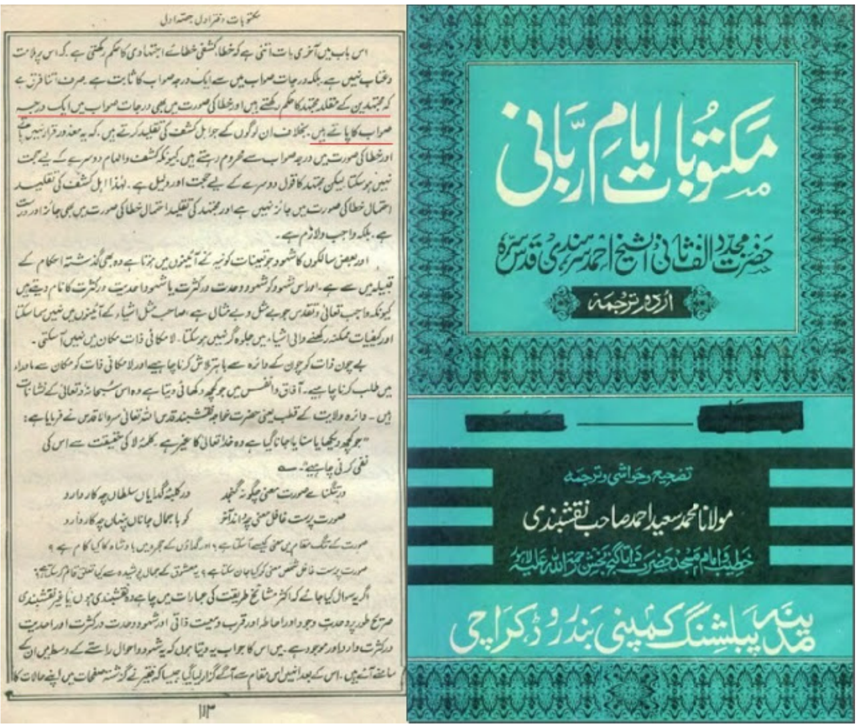

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد! ''میری امت کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی اور جنگ کرتی رہے گی''۔ (صحیح البخاری)

''حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ"لاَ يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ"''۔ ''مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا (اس میں علمی و دینی غلبہ بھی داخل ہے) یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے''۔ (صحیح البخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ يُقَاتِلُونَ''۔ وَهُمْ أَهْلُ الْعِلْمِ، رقم الحدیث ۷۳۱۱)

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ہر دور میں مسلمانوں کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی اور جنگ کرتی رہے گی۔اب سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ وہ کونسی جماعت ہے جو پچھلے ۱۴۰۰ سالوں سے حق پر غالب رہی ہے اور ساتھ میں جنگ بھی کرتی رہی ہے۔

اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں میں فقہ حنفی کے ماننے والوں کی تعداد ہمیشہ سب سے زیادہ رہی ہے اور علمی اور دینی لحاظ سے بھی اسی فقہ کے ماننے والوں کا غلبہ رہا ہے اور جہاد کے میدانوں میں بھی سب سے زیادہ خدمات وفتوحات اِنھی کے ماننے والوں کی ہیں اور الحمد للہ آج بھی دنیا بھر میں سب سے زیادہ مجاہدین اسی فقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔غیر مقلدین حضرات سے گزارش ہے کہ وہ ان ۱۴۰۰سالہ تاریخ میں اپنی کوئی ایک علمی وجہادی جماعت اور اس کی کوئی ایک دینی خدمت پیش کردیں جس سے وہ اس حدیث کا مصداق بن سکیں۔

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد! ''میری امت کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی اور جنگ کرتی رہے گی''۔ (صحیح البخاری)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا (اس میں علمی و دینی غلبہ بھی داخل ہے) یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے''۔ (صحیح البخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ يُقَاتِلُونَ''۔ وَهُمْ أَهْلُ الْعِلْمِ: رقم الحدیث: ۷۳۱۱)

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ہر دور میں مسلمانوں کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی اور جنگ کرتی رہے گی۔اب سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ وہ کونسی جماعت ہے جو پچھلے ۱۴۰۰ سالوں سے حق پر غالب رہی ہے اور ساتھ میں جنگ بھی کرتی رہی ہے۔

اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں میں فقہ حنفی کے ماننے والوں کی تعداد ہمیشہ سب سے زیادہ رہی ہے اور علمی اور دینی لحاظ سے بھی اسی فقہ کے ماننے والوں کا غلبہ رہا ہے اور جہاد کے میدانوں میں بھی سب سے زیادہ خدمات وفتوحات اِنھی کے ماننے والوں کی ہیں اور الحمد للہ آج بھی دنیا بھر میں سب سے زیادہ مجاہدین اسی فقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔غیر مقلدین حضرات سے گزارش ہے کہ وہ ان ۱۴۰۰سالہ تاریخ میں اپنی کوئی ایک علمی وجہادی جماعت اور اس کی کوئی ایک دینی خدمت پیش کردیں جس سے وہ اس حدیث کا مصداق بن سکیں۔

آج ہر غیر مقلد عامی اور جاہل شخص تقلید کا انکار کرتے ہوئے دعویٰ کرتا ہے کہ میں کسی امام کی تقلید نہیں کرتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ عالم اور جاہل میں خود ہی فرق بیان فرماتے ہیں کہ: ”اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟“

”بَابُ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ“۔ ”اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے“۔

وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ – وَرَّثُوا الْعِلْمَ–

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَمَا يَعْقِلُهَا إِلاَّ الْعَالِمُونَ}، {وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ}

وَقَالَ: {هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ}

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ"۔

وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ– ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لأَنْفَذْتُهَا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: {كُونُوا رَبَّانِيِّينَ} حُكَمَاءَ فُقَهَاءَ۔ وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ۔

(حدیث میں ہے) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (اور) پیغمبروں نے علم (ہی) کا ورثہ چھوڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور (دوسری جگہ) فرمایا اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور فرمایا، کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے اور ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہا ہے کہ آیت ”کونوا ربانیین“ سے مراد حکماء، فقہاء، علماء ہیں۔ اور ”ربانی“ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے۔

(صحیح البخاری: کتاب العلم، بَابُ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ، رقم الحدیث ٦٧)

مندرجہ بالا ارشادات سے علماء و فقہاء کی اہمیت اور ان کے مقام کی افضلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر مقلدین کا علماء کی تقلید سے انکار کرتے ہوئے ہر جاہل شخص کے ہاتھوں میں قرآن و حدیث تھما کر تحقیق کا حق دیدینا ایک بہت بڑی حماقت اور جہالت ہے۔ کیونکہ عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہوسکتے اور علم کی باتیں عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔

آج ہر غیر مقلد عامی اور جاہل شخص تقلید کا انکار کرتے ہوئے دعویٰ کرتا ہے کہ میں کسی امام کی تقلید نہیں کرتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ عالم اور جاہل میں خود ہی فرق بیان فرماتے ہیں کہ: ”اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟“

اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے

(حدیث میں ہے) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (اور) پیغمبروں نے علم (ہی) کا ورثہ چھوڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور (دوسری جگہ) فرمایا اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور فرمایا، کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے اور ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہا ہے کہ آیت ”کونوا ربانیین“ سے مراد حکماء، فقہاء، علماء ہیں۔ اور ”ربانی“ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے۔

(صحیح البخاری: کتاب العلم: باب العلم قبل القول والعمل: رقم الحدیث: ٦٧)

مندرجہ بالا ارشادات سے علماء و فقہاء کی اہمیت اور ان کے مقام کی افضلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر مقلدین کا علماء کی تقلید سے انکار کرتے ہوئے ہر جاہل شخص کے ہاتھوں میں قرآن و حدیث تھما کر تحقیق کا حق دیدینا ایک بہت بڑی حماقت اور جہالت ہے۔ کیونکہ عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہوسکتے اور علم کی باتیں عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔

تقلید پر صحابہ کرامؓ کے اقوال اور غیر مقلدین کا دھوکہ

غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا صرف اتنا قول پیش کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کو بیوقوف بناتے ہیں: ”لا يقلدن رجل رجلاً دينه“۔ ”کوئی شخص اپنے دین میں کسی دوسرے کی تقلید نہ کرے“۔

قارئینِ کرام! مکمل عبارت کچھ اس طرح سے ہے:

”وعن عبدالله بن مسعود قال لا يقلدن أحدكم دينه رجلا فإن آمن آمن وإن كفر كفر وإن كنتم لا بد مقتدين فاقتدوا بالميت فإن الحي لا يؤمن عليه الفتنة رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح“۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی دین میں کسی آدمی کی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے اور اگر وہ کفر کرے تو یہ بھی کفر کرے ، اور اگر اقتداء کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو مردوں (فوت شدہ) کی کرو زندوں کی نہیں کیوں کہ زندہ افراد پر فتنہ سے بچنے کی کوئی گارنٹی نہیں"۔(مجمع الزوائد: ج۱، ص۱۸۰)

جواب : دینیات اور ایمانیات میں اہلسنت والجماعت میں سے تقلید کا کوئی بھی قائل نہیں، سوائے ضروریاتِ احکام شرعیہ معلوم کرنے کیلئے۔اُمید ہے کہ مکمل عبارت پڑھ کر تمام قارئینِ کرام کو غیر مقلدین کے دھوکے اور فریب کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایمان اور کفر کے معاملے میں کسی کی تقلید سے منع فرمایا ہے ناکہ فروعی مسائل میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید سے بلکہ اگلے ہی جملے میں آپؓ نے زندوں کے مقابلے میں فوت شدہ لوگوں کی تقلید کرنے کی نصیحت بھی فرمائی کیونکہ زندہ لوگوں پر فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

غیر مقلدین حضرت معاذ بن جبلؓ کا صرف اتنا قول پیش کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کو بیوقوف بناتے ہیں:

"حاما العالم فان اهتدي فلا تقلدوه دينكم"۔ "اگر عالم ہدایت پر بھی ہو تو اس کی دین میں تقلید نہ کرو"۔

قارئینِ کرام! مکمل عبارت کچھ اس طرح سے ہے:

"قال معاذ بن جبل يا معشر العرب كيف تصنعون بثلاث دنيا تقطع اعناقكم وزلة عالم و جدال منافق بالقرآن فسكتوا فقال اما العالم فان اهتدى فلا تقلدوه دينكم و ان افتتن فلا تقطعوا منه اناتكم فان المومن يفتتن ثم يتوب"۔

"حضرت معاذ نے تین امور کے متعلق لوگوں سے پوچھا جن میں ایک عالم کی غلطی کے متعلق تھا۔حضرت معاذؓ فرماتے ہیں عالم کی پھلسن سے اپنے آپ کو بچانے کا یہ طریقہ ہے کہ تم بس دینیات کے اندر اس کی تقلید نہ کرو چاہئے وہ ہدایت یافتہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اگر وہ خود کسی فتنے میں پڑجاتا ہے تو بعد میں توبہ بھی کر سکتا ہے"۔(جامع بیان العلم و فضلہ: ج۲،ص۱۱۱)

جواب: تقلید اجتہاد میں ہوتی ہے اور آئمہ اربعہؒ میں سے کوئی ایک بھی دینیات و ایمانیات میں اجتہاد کا قائل نہیں،یہ سب ضروریاتِ احکام شرعیہ معلوم کرنے کیلئے مسائل میں استنباط کے اہل ہیں، وہ بھی سب سے پہلے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع و اجتہاد صحابہ کے بعد پھر اپنااجتہاد، لہٰذا آئمہ اربعہؒ کے مدون مذہب سے ایمان کو کسی قسم کا خطرہ نہیں البتہ ان کے علاوہ اوروں سے جو بعد والے ہیں ایمان محفوظ نہیں۔

تقلید پر صحابہ کرامؓ کے اقوال اور غیر مقلدین کا دھوکہ

غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا صرف اتنا قول پیش کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کو بیوقوف بناتے ہیں: "لا يقلدن رجل رجلاً دينه"۔ کوئی شخص اپنے دین میں کسی دوسرے کی تقلید نہ کرے۔

قارئین کرام! مکمل عبارت کچھ اس طرح سے ہے:

وعن عبدالله بن مسعود قال لا يقلدن أحدكم دينه رجلا فإن آمن آمن وإن كفر كفر وإن كنتم لا بد مقتدين فاقتدوا بالميت فإن الحي لا يؤمن عليه الفتنة رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح- (مجمع الزوائد: ج۱، ص۱۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "تم میں سے کوئی دین میں کسی آدمی کی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے اور اگر وہ کفر کرے تو یہ بھی کفر کرے، اور اگر اقتداء کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو مردوں (فوت شدہ) کی کرو زندوں کی نہیں کیوں کہ زندہ افراد پر فتنہ سے بچنے کی کوئی گارنٹی نہیں"۔

جواب: دینیات اور ایمانیات میں اہلسنت والجماعت میں سے تقلید کا کوئی بھی قائل نہیں، سوائے ضروریاتِ احکام شرعیہ معلوم کرنے کیلئے۔ اُمید ہے کہ مکمل عبارت پڑھ کر تمام قارئین کرام کو غیر مقلدین کے دھوکے اور فریب کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایمان اور کفر کے معاملے میں کسی کی تقلید سے منع فرمایا ہے ناکہ فروعی مسائل میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید سے بلکہ اگلے ہی جملے میں آپؓ نے زندوں کے مقابلے میں فوت شدہ لوگوں کی تقلید کرنے کی نصیحت بھی فرمائی کیونکہ زندہ لوگوں پر فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

تقلید پر صحابہ کرامؓ کے اقوال اور غیر مقلدین کا دھوکہ

غیر مقلدین حضرت معاذ بن جبلؓ کا صرف اتنا قول پیش کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کو بیوقوف بناتے ہیں:
"حاما العالم فان اهتدي فلا تقلدوه دينكم" اگر عالم ہدایت پر بھی ہو تو اس کی دین میں تقلید نہ کرو۔

قارئینِ کرام! مکمل عبارت کچھ اس طرح سے ہے:

قال معاذ بن جبل يا معشر العرب كيف تصنعون بثلاث دنيا تقطع اعناقكم وزلة عالم و جدال منافق بالقرآن فسكتوا فقال اما العالم فان اهتدى فلا تقلدوه دينكم و ان افتتن فلا تقطعوا منه اناتكم فان المومن يفتتن ثم يتوب۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج۲، ص۱۱۱)

حضرت معاذ نے تین امور کے متعلق لوگوں سے پوچھا جن میں ایک عالم کی غلطی کے متعلق تھا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں عالم کی پھلسن سے اپنے آپ کو بچانے کا یہ طریقہ ہے کہ تم بس دینیات کے اندر اس کی تقلید نہ کرو چاہئے وہ ہدایت یافتہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اگر وہ خود کسی فتنے میں پڑ جاتا ہے تو بعد میں توبہ بھی کر سکتا ہے۔

جواب: تقلید اجتہاد میں ہوتی ہے اور آئمہ اربعہؒ میں سے کوئی ایک بھی دینیات و ایمانیات میں اجتہاد کا قائل نہیں، یہ سب ضروریاتِ احکام شرعیہ معلوم کرنے کیلئے مسائل میں استنباط کے اہل ہیں، وہ بھی سب سے پہلے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع و اجتہاد صحابہ کے بعد پھر اپنا اجتہاد، لہذا آئمہ اربعہؒ کے مدون مذہب سے ایمان کو کسی قسم کا خطرہ نہیں البتہ ان کے علاوہ اوروں سے جو بعد والے ہیں ایمان محفوظ نہیں۔

Posted by Noman Iqbal at Monday, July 18, 2016

G+

Newer Post Home

Older Post

Noman Iqbal. Powered by Blogger.